جلد 5

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری رحمہ اللہ

افادات

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ

تقریظ

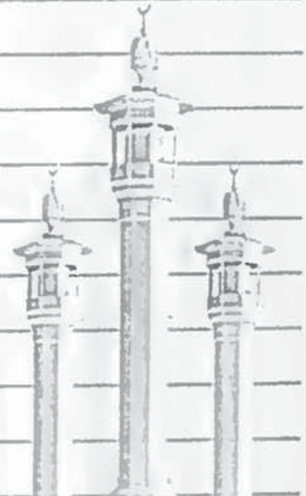
شیخ الحدیث

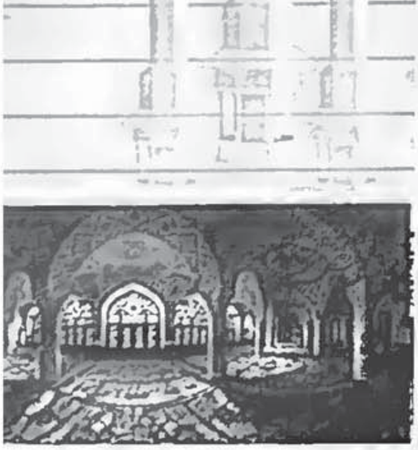
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس پاکستان

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد







مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری

جلد 5

افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس پاکستان

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

نام کتاب .... خطباتِ شیخوپوری
ازافادات .... حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ
اشاعت اول .... نومبر 2015ء
تعداد 1100
طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
021-34594144 Cell: 0334-3432345
ای میل .... Mfarooq12317@yahoo.com
maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

مکتبہ معارف القرآن - احاطہ دار العلوم کورنگی کراچی 021-35031565
دار الاشاعت ، اردو بازار کراچی ---------- 021-32631834
سعدی اسلامی کتب خانہ گلشن اقبال نمبر 2 کراچی 0333-2305791
اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی -------- 021-34927159
مکتبہ لدھیانوی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی -------- 021-34130020
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ---------- 021-32212220
مکتبہ رشیدیہ ، سرکی روڈ کوئٹہ ---------- 081-2662263
کتب خانہ رشیدیہ ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد ---------- 041-2631204
مکتبہ رحمانیہ ، اردو بازار لاہور ---------- 042-37224228
مکتبہ سید احمد شہید ، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ -------- 092-3630594
مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور
دار الاخلاص محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

JAMIA FAROOQIA KARACHI
جامعہ فاروقیہ کراچی

باسمہ سبحانہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الاولین والآخرین احمد المجتبیٰ ومحمد المصطفیٰ ومن والاہ۔

مولانا اشتیاق احمد امام وخطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد کراچی نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درس قرآن مجید کے سلسلے میں کام کا اہتمام اور اشاعت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔

پہلے انہوں نے "آسان درس قرآن" کے نام سے مولانا شہید کے دروس قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رحمہ اللہ کی حیات ہی میں منظر عام پر آگئے تھے۔

پھر دوسرا سلسلہ ~~شروع کیا~~ "درس کیوں اور کیسے" کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ "القرآن کورس سینٹر" ناظم آباد میں ہر مہینے کے آخری اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ان دروس میں ٦٠ درس کمپوز ہو چکے ہیں۔ ان کی اشاعت کا مرحلہ [illegible]

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ بالکل معذور تھے چلنے پھرنے سے قاصر تھے لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے (وہ بہترین مدرس بھی تھے) اللہ جل وعلا نے ان سے تفسیر قرآن کریم کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لیے بہت کام لیا (مولانا مرحوم اس معذوری کے باوجود دینی، اصلاحی، تربیتی خدمات انجام دینے کے لیے بیرون پاکستان مختلف [illegible] دور دراز علاقوں کے سفر پر جاتے رہتے تھے)۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمات کو صدقہ جاریہ بنا کر ان کے لیے، ان کے والدین، اہل خانہ، اقرباء، اساتذہ اور معاونین و محبین کے لیے اجر و ثواب عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا اشتیاق احمد انتہائی خوش نصیب اور قابل رشک ہیں جنکو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا شہید رحمہ اللہ کی قرآنی خدمات کو مرتب کرنے اور شائع کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کی ان مساعی کو اللہ پاک حسن قبول عطا فرمائیں، ان کے لیے، ان کے والدین، اہل خانہ، اساتذہ اور معاونین کے لیے بطور صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

٢٩ ذی قعدہ ١٤٣٦ھ
١٤ ستمبر ٢٠١٥ء

سلیم اللہ خان خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ المحدثین، یادگارِ اسلاف، مخدوم العلماء صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ادام اللہ ظلہم و فیوضہم



باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الاولین
والآخرین احمد مجتبیٰ و محمد المصطفیٰ و من والاہ

مولانا اشفاق احمد امام خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد ۲ نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن مجید کے سلسلے پر کام کا اہتمام اور اشاعت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔

پہلے انہوں نے ''آسان درسِ قرآن'' کے نام سے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں منظر عام پر آگئے تھے۔ پھر دوسرا سلسلہ ''درسِ قرآن کیوں اور کیسے'' کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ ''القرآن کورسز سینٹر'' بہادر آباد میں ہر مہینے کے دوسرے اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ان دروس میں ٦٠ درس کمپوز ہو چکے ہیں ان کی اشاعت کا مرحلہ درپیش ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مرحلہ کو آسان فرمادیں۔ آمین

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ بالکل معذور تھے، چلنے پھرنے سے قاصر تھے، لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے اللہ جل وعلا نے اُن کے تفسیر قرآن کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لئے بہت کام لیا، وہ بہترین مدرّس بھی تھے۔ مولانا مرحوم اس معذوری کے باوجود اپنی اصلاحی تربیتی خدمات انجام دینے کے لئے بیرونِ پاکستان مختلف دور دراز ملکوں کے سفر پر جاتے رہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنا کر اُن کو، اُن کے والدین کو، اعزاء، اقرباء، اساتذہ اور معاونین ومحبین کو ابدالاباد تک اجر وثواب عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا اشفاق احمد انتہائی خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں جن کو اللہ بزرگ وبرتر نے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی خدمات کو مرتب کرنے اور نشر کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے ان کی مساعی کو اللہ پاک حُسن قبول عطا فرمائیں اُن کے لئے اُن کے والدین، اعزاء، اساتذہ اور معاونین کے لئے بطورِ صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

٢٩ ذی قعدہ ١٤٣٦ھ

١٢ ستمبر ٢٠١٥ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب دامت برکاتہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

Muhammad Abdul Mannan　محمد عبدالمنان

Naib Mufti & Ustad Jamia Darul-Uloom Karachi　نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراتشی

Date:13.9.2015.　التاریخ ۲۸.۱۱.۱۴۳۶ھ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ العصر میں ایمان والوں کے اوصاف میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کرتے ہیں، اور صبر کی تعلیم دیتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (سورۃ العصر)

اسی طرح حدیثِ مبارکہ ہے "الدین النصیحۃ" کہ دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے ایک اور حدیثِ مبارکہ ہے: "بلغوا عنی ولو آیۃ" میری طرف سے اگر دین کی ایک بات بھی تمہیں معلوم ہو تو آگے دوسروں تک پہنچاؤ"۔

مندرجہ بالا ارشادات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین کی نشر و اشاعت تمام مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داری ہے، اور اسی ذمہ داری کے مختلف شعبے درس وتدریس، تصنیف تالف، وعظ اور تبلیغ وغیرہ کو مسلمانوں نے بحسن وخوبی سنبھالا ہے، اور

اپنی اس ذمہ داری سے توفیق اور اپنی استطاعت کے مطابق عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

عوامی سطح پر سب سے زیادہ نافع ترین سلسلہ وعظ وتقریر، بیانات وخطبات کا ہے۔اور اصلاح معاشرہ میں یہ بیانات وخطبات ایک کلیدی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ عام مسلمان جو دینی مدارس میں داخلہ لے کر باقاعدہ علم دین حاصل نہیں کر سکتے وہ زیادہ تر علماء کے بیانات ہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے مستند علماء کے خطبات ایک مؤثر ذریعہ تبلیغ ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''خطباتِ شیخوپوری'' ہے، جو کہ داعی قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سالہا سال کے خطبات کا قیمتی مجموعہ ہے جو مولانا موصوف کے علمی، فکری، اور اصلاحی کاوشوں کا بہترین نمونہ ہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف صلاحیتوں سے نوازا تھا، وہ بیک وقت مفسرِ قرآن، کہنہ مشق مدرس اور عوامی سطح کے بہترین خطیب بھی تھے، جن کے اصلاحی، فکری بیانات اور درس قرآن سے بلاشبہ لاکھوں لوگوں نے استفادہ کیا۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۝ (سورۃ الجمعہ)

مولانا اشفاق احمد صاحب حفظہ اللہ، فاضل جامعہ دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے انتھک کوششوں کے ذریعہ خطبات کے اس مجموعہ کو مرتب کیا، مولانا موصوف کا نام علماء کے حلقے میں محتاج تعارف نہیں ہے، وہ اس سے پہلے بھی مولانا شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن پر کام کر چکے ہیں اور آسان درسِ قرآن کے نام سے ''عمّ پارہ'' کی تفسیر اور ''درس قرآن کیوں اور کیسے؟'' شائع کر چکے

ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکتیں عطاء فرمائے اور مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے، آمین۔

مذکورہ خطبات کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ درحقیقت عوامی بیانات کا مجموعہ ہے، کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں، لہٰذا اس میں تقریری رنگ غالب اور نمایاں نظر آتا ہے، تاہم مجموعی طور پر یہ ایک فکر انگیز خطبات کا مجموعہ ہے جس سے کوئی خطیب مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے طلبہ، طالبات علماء اور عام مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا ذریعہ بنائے، اور مرتب موصوف کے والدین اور اساتذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین۔۔۔۔ واللہ المستعان

تحریرہ

محمد عبد المنان

نائب مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

13/09/2015

عرضِ مرتب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى: اَمَّا بعد!

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی سچا دین ہے)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی حیات ابدیہ اپنے مبارک دین اسلام میں رکھی ہے۔خوش قسمت ہے وہ انسان جو دین کی آغوش میں اپنی دنیا کی چند روزہ حیاتِ مستعار گزار کر ہمیشہ کی کامیابیاں پالیتا ہے،صدیوں سے اسلام کا یہ ابدی پیغام پہنچانے کے لئے ہر دور کے پاسبان دین وملت تحریر وتقریر دونوں انداز سے امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

دورِ حاضر میں امت مسلمہ جس جدیدیت کے فتنہ کا شکار ہے، ان کا یہ اعتراض زبانِ زدعام ہے کہ اکیسویں صدی کے جدید مسائل پر برسوں پرانے اسلام کی تعلیمات کی تطبیق ناممکن ہے امت کے ایسے ہی سوالات نیز دورِ حاضر کے دوسرے اہم مسائل کا جواب دینے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے داعیِ قرآن، مفسر قرآن، واعظ شیریں بیان حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید نَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهٗ، جیسی عظیم علمی شخصیت کا انتخاب فرمایا اور ''القرآن کورسز نیٹ ورک'' بہادرآباد، کراچی پاکستان کے اسٹیج سے بھائی محمد الطاف موتی صاحب اوران کی ٹیم کی معاونت سے دورِ حاضر کے نت نئے

جدید موضوعات پر سیر حاصل بیانات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جو 2006ء تا 2012ء تک ہر ماہ کے دوسرے اتوار نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوتے رہے۔ انہی بیانات کو محترم جناب بھائی محمد الطاف موتی صاحب معیاری سی ڈیز پر ریکارڈ کر کے افادۂ عام کے لئے پیش فرماتے رہے۔ داعی قرآن حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا آخری یادگار بیان ''مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا'' مورخہ 13 مئی، 2012ء کو فرمایا اس کے بعد وہ جامِ شہادت نوش فرما کر داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اُمّت کو سوگوار چھوڑ گئے۔

حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص اور باوفا دوست برادرِ مکرم جناب محمد شفیق اجمل صاحب حفظہ اللہ جہاں اہل حق کی ترجمان ایک معیاری ویب سائٹ درس قرآن ڈاٹ کام www.darsequran.com پر حضرت کے دروسِ قرآن کریم نشر کرتے رہے، وہیں ان نت نئے موضوعات پر مشتمل بیانات کو بھی نشر کرتے چلے آرہے ہیں اور امت کے نفع کا سامان مہیا کرتے چلے آرہے ہیں۔

تاہم بندہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اس علمی ذخیرہ کو تقریر سے تحریر کی شکل میں لانے کا کام حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش کو سامنے رکھ کر کرنے کے لئے کمربستہ ہوگیا۔ بندہ نے جب کام شروع کیا تو اس وقت بنیادی طور پر پیش نظر ''القرآن کورسز سینٹر'' میں ہونے والے بیانات کا مجموعہ تھا، جس میں سے کچھ بیانات ''ندائے منبر و محراب'' جلد ۷ میں شائع ہوگئے۔ افادۂ عام کے لئے انہیں بھی شامل کرلیا گیا۔

بعد میں حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اہم موضوعات پر مشتمل چند دیگر

بیانات دستیاب ہوئے، اکابر اساتذہ اور اپنے رفقاء کی مشاورت سے انہیں بھی خطباتِ شیخ چوپوری کا حصہ بنا دیا گیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ۸۰ بیانات کا مسودہ تیار ہونے کے بعد کمپوزنگ کے مراحل سے بحمد اللہ گزر چکا ہے حضراتِ اکابر اور اساتذۂ کرام زید مجدہم کے مشورہ سے تقریباً ۱۰ جلدوں پر مشتمل خطباتِ شیخ چوپوری کے نام سے ایک عظیم علمی شاہکار وجود میں آرہا ہے۔

بلاشبہ تمام تر لوازمات کی کماحقہٗ رعایت کرتے ہوئے تقریر سے تحریر کا اسلوب اختیار کرنا مجھ جیسے عاجز انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم بندہ عاجز نے چند امور کا لحاظ رکھا ہے۔

① ۔حتی الوسع حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا حقیقی مواد تحریر میں لایا گیا ہے۔

② ۔مکررات کو حذف کر کے تحریر کو آسان اسلوب میں رکھا گیا ہے۔

③ ۔ہر موضوع پر اٹھنے والے سوالات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔

④ ۔انہی اجمالی سوالات کو حل کرتے ہوئے اس میں عام فہم ضروری عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

یہ خطباتِ شیخ چوپوری تقاریر کا مجموعہ ہے جنہیں قلم بند کر کے زیورِ طبع سے آراستہ کرنے میں میرے جن معاونین کا خلوص اور محنت میرے ساتھ رہی ان کا میں تہہ دل سے بے حد ممنون وشکر گزار ہوں جن میں برادر مکرم جناب محمد الطاف موتی صاحب، جناب مولانا خالد محمود صاحب اور جناب بھائی محمد فیاض صاحب (مالک مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی) وغیرہ کے نام سرِ فہرست ہیں۔

قابلِ ذکر بھائی محمد فیاض صاحب علم اور علماء کے وہ قدردان شخص ہیں جو میرے حوصلے ''آسان درسِ قرآن'' سے لے کر ''خطبات شیخوپوری'' تک مسلسل بڑھاتے رہے اور میرے اس کام پر بھرپور توجہ اور لگن کا اظہار فرماتے رہے۔ یقیناً ان خطبات کو منظر عام پر لانے کا پہلا سہرا ابھی پھر انہی کے سر سجتا ہوا اچھا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام مساعیٔ جمیلہ میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

اور میں بے حد ممنون ہوں اپنے شفیق و مہربان استاذ محترم جناب حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب زید مجدہم (نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی) کا جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود نظر ثانی فرما کر بعض جگہ تصحیح فرمائی اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام متوسلین حضرات اساتذۂ کرام، والدین اور میرے تمام معاونین کے لئے اس کتاب کو ذریعہ نجات اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

تقبل اللہ منّا و ممّن سعٰی فیہ۔ آمین

دعا گو و دعا جو

بندہ مولانا اشفاق احمد عفا اللہ عنہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
امام و خطیب جامع مسجد بلال
ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
0321-2343648

اجمالی فہرست

برائے

خطباتِ شیخوپوری

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات

پہلی نشست

- ......عقیدۂ توحید کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟
- ......ہندوؤں اور عیسائیوں نے اور دیگر غیر مسلموں نے عقیدۂ توحید کے اثرات کیسے قبول کیے؟
- ......کیا انسانی وحدت ومساوات کا تصور اقوام متحدہ نے دیا؟
- ......کیا صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی انسان کا قتل کرنا جائز ہے؟
- ......کیا انسانی خون کی ارزانی کا اسلام کو موردِ الزام ٹھہرایا جاسکتا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

تہذیب وتمدن پر
اسلام کے اثرات واحسانات

دوسری نشست

- ...... کیا وحدت انسانی کا تصور اقوام متحدہ نے دیا؟
- ...... کیا اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی انسان کو قتل کرنا جائز ہے؟
- ...... اسلام سے قبل طبقہ نسواں کی کیا حالت تھی؟
- ...... تحریک حقوق نسواں سے عورت کو حقوق ملے یا ان کی پامالی ہوئی؟
- ...... کیا عورت حصول تعلیم، کسب معاش، ملازمت وتجارت کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟
- ...... کیا انسان پیدائشی گناہ گار ہے؟
- ...... کیا گناہ کبیرہ کی بخشش ہو سکتی ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

تہذیب وتمدن پر
اسلام کے اثرات واحسانات

تیسری نشست

- ......رحمت للعالمین ﷺ نے عالم انسانی پر کیا کیا احسانات فرمائے ہیں؟
- ......کیا انسان پیدائشی گناہ گار ہے؟
- ......دین ودنیا کی کشمکش کیسے ختم ہوسکتی ہے؟
- ......کیا سائنس اور دوسرے علوم قرآن سے ٹکراتے ہیں؟
- ......کیا وحی پر ایمان لانے کا مطلب غور وخوض سے نفرت ہے؟
- ......عالمی قیادت کے لیے کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

دجّالی تہذیب

پہلی نشست

۞......وہ کون سا فتنہ ہے جس سے ہر نبی نے اپنی اُمت کو ڈرایا؟

۞......دجال کا تعارف کیا ہے؟

۞......دجالی تہذیب کی خصوصیات کیا ہیں؟

۞......سورۃ کہف کا فتنہ دجال سے کیا تعلق ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

دجّالی تہذیب

دوسری نشست

- ......سورۃ کہف میں اللہ تعالیٰ نے کتنے قصے بیان فرمائے؟
- ......ان قصوں کا حاصل کیا ہے؟
- ......سورۃ کہف کی روح کیا ہے؟
- ......شرک فی الاسباب کیا ہیں؟
- ......حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کی جدائی اور حقائق کی نقاب کشائی؟
- ......دجال کا ظہور کیسے ہوگا؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

جادو ٹونے اور ٹوٹکے کی حقیقت

پہلی نشست

- ......جنات، موکلات اور جادو...... حقیقت ہے یا افسانہ!
- ......کیا جادو شکن عاملوں اور بابوں کے پاس جانا جائز ہے؟
- ......کیا آیات قرآنیہ گھول کر پی سکتے ہیں؟
- ......کفار کو جنات کیوں تنگ نہیں کرتے؟
- ......سفلی اور نوری، سحر اور سایہ، بندش اور اثرات میں کتنا جھوٹ اور کتنا سچ ہے؟
- ......گھر گھر میں لڑائی جھگڑے، ذہنی اور مالی پریشانیوں کا حقیقی سبب کیا ہے؟
- ......ہر قسم کے برے اثرات، جنات اور جادو سے بچنے کا صحیح علاج کیا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

جادو ٹونے اور ٹوٹکے کی حقیقت

نشست ثانی

- ......جنات، موکلات اور جادو...... حقیقت ہے یا افسانہ!
- ......کیا جادو شکن عاملوں اور بابوں کے پاس جانا جائز ہے؟
- ......کیا آیات قرآنیہ گھول کر پی سکتے ہیں؟
- ......کفار کو جنات کیوں تنگ نہیں کرتے؟
- ......سفلی اور نوری، سحر اور سایہ، بندش اور اثرات میں کتنا جھوٹ اور کتنا سچ ہے؟
- ......گھر گھر میں لڑائی جھگڑے، ذہنی اور مالی پریشانیوں کا حقیقی سبب کیا ہے؟
- ......ہر قسم کے برے اثرات، جنات اور جادو سے بچنے کا صحیح علاج کیا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

سیلاب
ابتلاء یا بلاء

- ...... سیلاب اور زلزلے کیوں آتے ہیں؟
- ...... کیا واقعی ہم اتنے گناہ گار ہیں کہ ہم پر اللہ کا عذاب نازل ہو؟
- ...... سیلاب حوادث کا نشانہ صرف غرباء کیوں بنتے ہیں ؟
- ...... زمینی اور آسمانی آفات کی صورت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہئے؟
- ...... زمینی مصیبت زدہ بھائیوں کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

سیلاب
زلزلے اور حوادث

پہلی نشست

- ......صبر کی حقیقت اور غلط فہمی کا ازالہ
- ......ایک دردناک قصہ
- ......صبر کا مفہوم کیا ہے؟
- ......صبر کا اعلیٰ نمونہ کیا ہے؟
- ......ایک مومن بچے کا ایمان افروز قصہ
- ......زندگی اور موت کا مقصد کیا ہے ؟
- ......ایمان والوں کی کیا شان ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

سیلاب
زلزلے اور حوادث

دوسری نشست

۞......ابتلاء اور آزمائش کی کتنی صورتیں ہیں؟

۞......اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں اللہ نے کیا تعلیم دی ہے؟

۞......اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کی کیا فضیلت ہے؟

۞......کیا طبعی رونا شریعت کے منافی ہے؟

۞......مصیبت اور پریشانی میں کرنے کے کام کیا ہیں؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

غیر مسلموں سے
تعلقات کی قرآنی حدود و کار

- ...... کفار کی اقسام اور ان کے احکام
- ...... اذمی کافر کا قصاص لیا جائے گا؟
- ...... ہسپانیہ میں مسلمانوں پر کیسے ظلم کیا گیا؟
- ...... آج اسلام کو مٹایا جا سکتا ہے؟
- ...... ظلم کے جواب میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟
- ...... کیا مذہب اسلام قتل و غارت، دہشت گردی سکھاتا ہے؟
- ...... امن و سلامتی کا علمبردار مذہب کون سا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

مسئلہ تقدیر

- ......کیا انسان خود مختار ہے یا مجبورِ محض؟
- ......اگر انسان تقدیر کے سامنے بے بس ہے تو اسے گناہوں پر سزا کیوں دی جاتی ہے؟
- ......مسئلہ تقدیر کے بارے میں مشہور نظریات کیا ہیں؟
- ......جدید تحقیقات تقدیر کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟
- ......مسئلہ تقدیر کے لاینحل (مشکل) ہونے کا راز کیا ہے؟
- ......کیا تقدیر کا منکر کافر ہے؟

تفصیلی فہرست

خطبات شیخوپوری جلد پنجم

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

ختم شد

تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات

پہلی نشست

ازافادات

داعیِ قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

پہلی نشست

- ......عقیدۂ توحید کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟
- ......ہندوؤں اور عیسائیوں نے اور دیگر غیر مسلموں نے عقیدۂ توحید کے اثرات کیسے قبول کیے؟
- ......کیا انسانی وحدت ومساوات کا تصور اقوام متحدہ نے دیا؟
- ......انسانی عظمت کا حقیقی معیار کیا ہے؟
- ......کیا صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی انسان کا قتل کرنا جائز ہے؟
- ......کیا انسانی خون کی ارزانی کا اسلام کو موردِ الزام ٹھہرایا جاسکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

(سورۃ آل عمران آیت 103 پارہ 4)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

میرے قابل احترام مسلمان بھائیو اور بہنو!

جیسا کہ آپ کو بتایا گیا کہ آج کا موضوع تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات احسانات ہیں، میں کوشش کروں گا کہ اس موضوع پر قرآن وسنت کی روشنی میں

اعتدال کے ساتھ اپنی معلومات، اپنا مطالعہ آپ کے سامنے پیش کرسکوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور ہماری نسلوں کو اسلام پر زندہ رکھے اور اسلام پر ہی ان کا اور ہم سب کا خاتمہ فرمائے۔

نعمت اسلام کی عظمت

اللہ پاک نے ہمیں جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے سب سے بڑی نعمت اسلام کی نعمت ہے، ایمان کی نعمت ہے، قرآن کی نعمت ہے، اور سرور دو عالم ﷺ کی غلامی کی نعمت ہے۔ ہم کسی صورت بھی اس نعمت سے محروم نہیں ہونا چاہتے، اور اس نعمت کی عظمت ہمارے دل میں اس قدر ہے کہ ہمیں بھوکا مرنا گوارا ہے، پسماندہ رہنا گوارا ہے، دقیانوسی کے طعنے سننا گوارا ہے، زندگی سے محروم ہونا گوارا ہے، آگ میں ڈالا جانا گوارا ہے، لیکن اس نعمت سے محروم ہونا گوارا نہیں ہے۔

ایک حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے اندر تین چیزیں پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کا مزہ چکھ لیا: پہلی چیز یہ ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ، ہر رشتے سے زیادہ، ہر تعلق سے زیادہ، ہر عہدہ سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہو، دوسری چیز یہ کہ اس کی محبت صرف اللہ کے لیے ہو اور کسی سے نفرت بھی اللہ کے لیے ہو، اور تیسری چیز یہ کہ اسلام کی دولت ملنے کے بعد اس نعمت سے محروم ہونا ایسے ہی ناگوار گزرے جیسے کسی کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جانا ناگوار گزرتا ہے۔

اسلام سے پہلے ہر شعبے میں بگاڑ اور اسلام کے اثرات

تو اللہ کا کرم ہے کہ کائنات کی ایسی بے مثال نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں

بن مانگے عطا فرمادی اور بغیر کسی قربانی کے عطا فرمادی، اس نعمت کی قدر و قیمت اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب ہم اسلام سے پہلے کے دور کو دیکھتے ہیں۔ اسلام سے پہلے ہر شعبے میں بگاڑ تھا، عقائد میں بھی، معاملات میں بھی، اور اخلاق میں بھی، اسلام نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا، اسلام نے ذہن بدل دیئے، بازار بدل دیئے، شہر بدل دیئے، طرزِ حکومت بدل دیئے، اسلام نے صرف عربوں کو اور صرف مسلمانوں کو متاثر نہیں کیا، بلکہ پوری دنیا کی تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات مرتب ہوئے۔ ان لوگوں کی زندگی پر، معاشرت پر، ثقافت پر، عقائد ونظریات پر یقیناً اسلام کے اثرات مرتب ہوئے، جنہوں نے اسلام قبول کیا ان پر بھی اثرات مرتب ہوئے، اور جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

بہت سارے مفکرین اور مؤرخین نے اس موضوع پر بحث کی ہے کہ: اسلام نے دنیا کو کیا دیا؟ ڈاکٹر تارہ چند وغیر مسلم ہیں، جنہوں نے اس موضوع کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، دنیا کے تہذیب وتمدن پر اسلام کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ جن حضرات نے اس موضوع پر بحث کی ہے۔

عقیدۂ توحید دنیا کے لیے سب سے بڑا عطیہ ہے

ان میں سے ایک نمایاں، وقیع اور مستند نام "سید ابوالحسن علی ندوی" کا ہے، جنہوں نے بتایا کہ یوں تو اسلام نے اس دنیا کو بہت کچھ دیا، لیکن دس نمایاں عطیات ایسے ہیں جو اسلام نے دنیا کو دیئے ہیں، ان میں سے سب سے پہلا عطیہ جو اسلام نے دنیا کو دیا وہ عقیدۂ توحید ہے، اسلام سے پہلے کوئی درختوں کی عبادت کرتا، کوئی

پہاڑوں کی، کوئی دریاؤں سمندروں کی، کوئی سورج کی، کوئی چاندکی، کوئی ستاروں کی، کوئی اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی بے جان مورتیوں کی۔ چھٹی صدی عیسوی میں حال یہ تھا کہ ہندوستان میں ان معبودوں کی تعداد جن کو پرستش اور تعظیم کے قابل سمجھا جاتا تھا ۳۳ کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔

صورت یہ تھی ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا کہ ہر چیز خدا تھی، آسمان بھی خدا تھا، زمین بھی خدا تھی، سورج بھی خدا تھا، گنگا جمنا بھی خدا تھا، چاند بھی خدا تھا، بندر بھی خدا تھا، سانپ بھی خدا تھا، شیر بھی خدا تھا، چیتا بھی خدا تھا، گائے بھی خدا تھی اور انتہائی قابل شرم بات یہ ہے کہ انسان کی شرم گاہ کی بھی عبادت کی جاتی تھی، کی جاتی نہیں تھی بلکہ آج بھی کی جارہی ہے تو پوری دنیا میں شرک تھا، اللہ کی نہیں، غیر اللہ کی عبادت ہورہی تھی، اور ذہنوں میں یہ بات بٹھادی گئی تھی کہ ہر خوفناک چیز، ہر نفع دینے والی چیز، ہر بڑی چیز خدا ہے۔

کہاں تو یہ نظریہ تھا کہ ہر چیز خدا ہے اور کہاں قرآن نے یہ حقیقت بیان کردی کہ:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

(البقرة 284 پارہ 3)

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یہ سب کچھ اللہ کا ہے اور صرف اللہ کا نہیں، بلکہ ان چیزوں کی عبادت کرنے والے اے انسانو! یہ سب کچھ اللہ تعالی نے تمھارے لیے پیدا کیا ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

(البقرة 163 پارہ 2)

تمہارا صرف ایک معبود ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

(البقرۃ 163 پارہ 2)

اس کے سوا کوئی معبود نہیں

توحید کا صحیح مطلب

اور ایک بات ذہن میں بٹھالیں کہ توحید کا صرف یہ مطلب نہیں کہ عبادت صرف اللہ کی کریں، معبود صرف اللہ ہے، بلکہ توحید کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم امیدیں رکھیں تو صرف اللہ سے، ڈریں تو صرف اللہ سے، حقیقی محبت رکھیں تو صرف اللہ سے، حقیقی بادشاہ مانیں تو صرف اللہ کو، پیدا کرنے والا ہے تو صرف اللہ ہے، رزق دینے والا ہے تو صرف اللہ ہے، سلامتی دینے والا ہے تو صرف اللہ ہے، امن دینے والا ہے تو صرف اللہ ہے، زندہ کرنے والا ہے تو صرف اللہ ہے، موت دینے والا ہے تو صرف اللہ ہے۔

یہ جو اسمائے حسنیٰ ہیں، اللہ پاک کے ننانوے نام ہیں جو برصغیر میں ہر قرآن مجید کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، ان ناموں اور ان صفات میں بھی اللہ کو ایک ماننا ضروری ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ

(الحشر 23، پارہ 28)

پاک ہے تو اے اللہ

السلام: سلامتی دینے والا ہے، تو اللہ۔

المؤمن: امن دینے والا ہے تو صرف اللہ۔

المھیمن: حفاظت کرنے والا ہے تو صرف اللہ۔

العزیز: غالب ہے تو صرف اللہ۔

الجبار: ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والا ہے تو صرف اللہ۔

المتکبر: کبریائی کسی کے لائق ہے تو وہ صرف اللہ۔

الخالق الباریٔ: بغیر کسی نقشے اور مادے کے پیدا کرنے والا ہے تو وہ صرف اللہ،

المصور: تصویریں بنانے والا ہے تو وہ صرف اللہ، پہاڑوں میں جتنی تصویریں بنانے والا ہے تو صرف اللہ!

کتنی تصویریں بنائیں اس نے پہاڑوں میں، درختوں میں، درندوں میں، سمندری مخلوق میں، زمین کے نیچے بسنے والے کیڑے مکوڑوں میں، اور سب سے بہترین تصویر اللہ تعالیٰ نے انسان کی بنائی اور انسانوں میں سے بھی سب سے اعلیٰ تصویر محمد رسول اللہ ﷺ کی بنائی، انسان کو اتنا خوبصورت بنایا کہ خود قسم کھائی۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤

(سورۃ التین آیت 4، پارہ 31)

مجھے انجیر کی قسم، زیتون کی قسم، طور سینا کی قسم، اور اس امن والے شہر کی قسم! انسانوں کو میں نے خوبصورت ساخت میں پیدا کیا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ الانسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اللہ اپنی تمام صفات میں بھی یکتا ہے

توحید صرف یہ نہیں ہے کہ سجدہ اس کے سامنے ہے، ہر رکن اس کے سامنے ہے،

قعدہ اس کے سامنے ہے، یہ بھی توحید ہے کہ جو اس کے پیارے نام ہیں ان میں بھی اس کو یکتا مانا جائے، بے مثال مانا جائے، بے نظیر مانا جائے، سننے والے اور بھی ہیں، لیکن سمیع اس جیسا کوئی بھی نہیں، وہ رات کے سناٹے میں چلنے والی چیونٹی کی آہٹ بھی سنتا ہے، ایسا سننے والا کون ہوسکتا ہے؟ دیکھنے والے اور بھی ہیں، لیکن اس جیسا بصیر کوئی نہیں، علم رکھنے والے اور بھی ہیں، لیکن اس جیسا علیم کوئی نہیں، خبر رکھنے والے اور بھی ہیں لیکن اس جیسا باخبر کوئی نہیں، وہ کیسا قادر ہے، کیسا مقتدر ہے، کیسا خلاق ہے۔

البتہ آپ کو مشورہ ضرور دوں گا کہ اسمائے حُسنٰی کا مطالعہ ضرور کیجیے! اور ان کی عظمت کو دل میں اتاریئے! توحید کا تقاضا یہ بھی ہے۔ تو اسلام نے جب یہ بتایا کہ معبود صرف ایک ہے، مسجود صرف ایک ہے، رزق دینے والا ایک ہے، پیدا کرنے والا صرف ایک ہے، عزت، ذلت، شفا، بیماری، زوال دینے والا صرف ایک ہے، تو اس سے ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا وہ انسان جو صرف اللہ سے ڈرتا ہے اس کے دل سے دوسروں کا خوف نکل گیا، ہمارے ہاں ''جن'' کا نام ڈرانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ڈرانے کے لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان نہیں جن ہے، جنوں کا خوف بھی دل سے نکل گیا۔

ایک وقت تھا کہ عرب جب سفر کرتے تھے جنگل میں جاتے تھے تو چونکہ تصور تھا کہ یہاں جنات رہتے ہیں، تو جنات کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قربانیاں دیتے تھے تاکہ جنگل میں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے، کہاں وقت تھا کہ وہ جنات سے ڈرتے تھے اور کہاں وہ وقت آیا کہ جن ان سے ڈرنے لگے، اور جنات آ آ کر اسلام قبول کرنے لگے، کہاں وہ وقت تھا کہ سب سے اُمیدیں، اُس بت سے اُمیدیں ، اُس بت سے اُمیدیں ، اور اللہ سے نا اُمیدی، اور کہاں وہ وقت آیا کہ سب سے

امیدیں نکل گئیں اور ایک اللہ سے امید قائم ہوگئیں۔ اللہ سے مانگا کریں کہ اے اللہ! انسانوں سے ہمیں مایوس کردے اور ساری امیدیں تجھ سے جوڑنے کی توفیق عطا فرما دے! مگر ہم انسانوں سے مایوس ہونا چاہتے ہی نہیں ہیں، لالچی اتنے ہیں! یعنی انسان ذلیل بھی کرے، دھکے بھی دے تو سوچتے ہیں کہ شاید اس سے کچھ مل ہی جائے گا۔

لالچ بُری بھلا ہے

ہمارے ایک صاحب تھے لالچ کی وجہ سے ایک جعلی قسم کے نقلی تاجر سے لٹ گئے۔ لٹ جاتے ہیں لوگ کسی کی گاڑی دیکھ کر، کسی کی شان وشوکت والا لباس دیکھ کر، کسی کی شخصیت دیکھ کر، کسی کی چمک دمک سے متاثر ہو کر لوگ لٹ جاتے ہیں، تو وہ لٹ گیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ فراڈیا ہے پھر بھی لٹ گیا۔ میں نے کہا: دیکھو! کس قدر لالچ تمہارے اندر ہے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ فراڈیا ہے پھر بھی لٹ گئے، شاید کچھ اس سے مل جائے اس سے امیدیں رکھیں، تو میں ایسے ہی اس کے ساتھ دل لگی کے لیے ایک واقعہ سنایا کرتا تھا کہ: عرب میں ایک لالچی مشہور تھا بچے بڑے جانتے تھے کہ وہ بہت بڑا لالچی ہے، جس گلی سے گذرتا تھا بچے پیچھے پڑ جاتے تھے، کہ لالچی آگیا ہے! لالچی آگیا ہے! تو بچے پیچھے لگ گئے، تو بچوں سے جان چھڑانے کے لیے اس نے کہا کہ: ارے مجھے چھوڑو۔۔۔! فلاں مالدار شخص کھجوریں تقسیم کر رہا ہے۔۔۔! بچے اس کو چھوڑ کر کھجوریں لینے کے لیے بھاگے، اب اس کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ واقعی کھجوریں تقسیم کر رہا ہو، یہ بھی بچوں کے پیچھے دوڑ پڑا۔ تو لالچ ہمارے اندر اتنا ہے کہ انسانوں سے امیدیں اتنی کہ اللہ سے مایوس ہو جاتے ہیں معاذ

اللہ۔۔! لیکن جب اللہ کا خوف دل میں بٹھایا تو انسانوں کا خوف دل سے نکال دیا، ایمان والے ڈرتے تھے تو صرف اللہ سے، مانگتے تھے تو صرف اللہ سے، امیدیں رکھتے تھے تو صرف اللہ سے۔

دریائے نیل کا واقعہ

جب مصر فتح ہوا تو فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے دیکھا کہ دریائے نیل خشک پڑا ہے پوچھا کہ کیوں خشک ہے؟ تو مصر والوں نے بتایا کہ ہر سال ہمیں ایک دوشیزہ کی قربانی دینی پڑتی ہے نیل کو خوش کرنے کے لیے تب یہ رواں ہوتا ہے۔ اور ایک بات عرض کردوں بعض اوقات کسی سے غلط امید ہوتی ہے، غلط سوچ ہوتی ہے، تو جیسے بندہ کی امید ہوتی ہے اللہ بھی ویسے ہی کرے گا تو ممکن ہے ایسا ہی ہو تو جب تک وہ دوشیزہ کی قربانی نہیں دیتے تھے، اسے دریائے نیل کی بھینٹ نہیں چڑھاتے تھے، اس وقت تک وہ بہتا ہی نہیں تھا تو کھیتیاں خشک ہونا شروع ہو گئیں، لوگ پریشان ہونا شروع ہو گئے، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، اور ساری صورتحال بتائی، اللہ اکبر! امیر المومنین موحّد اعظم، وہ موحّد اعظم جنہوں نے حجر اسود سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان دے سکتا ہے، میں تجھے اس لیے نہیں چومتا کہ مجھے تجھ سے نفع یا نقصان کی امید ہے، بلکہ اس لیے چومتا ہوں کہ میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے چوما تھا۔ وہی موحّد اعظم دریائے نیل کے نام خط لکھتے ہیں اور اس میں لکھا:

اِنْ كُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ

اگر خود چلتے ہو، رواں ہوتے ہو تو ہمیں تمہارے چلنے کی، تمہاری روانی کی کوئی ضرورت نہیں، خشک پڑے رہو نہ چلو

وَاِنْ کَانَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یُجْرِیْکَ

فَنَسْئَالُ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ اَنْ یُّجْرِیَکَ

اور اگر تمہیں وَاحِدُ الْقَهَّارُ اللہ چلاتا ہے تو ہم اسی وَاحِدُ الْقَهَّارُ سے سوال کرتے ہیں کہ تجھے چلا دے۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ خط دریائے نیل کے حوالے کیا گیا تو پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوا، موجیں اڑاتا ہوا آ گیا، تو اللہ ہی سے ساری امیدیں اور سب سے نا امیدی ہو۔ بتا رہا تھا کہ اسلام سے پہلے کس کس کی پرستش ہو رہی تھی، کس کس کی عبادت ہو رہی تھی، آپ اندازہ کیجیے۔

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کا قصہ

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے، بت رکھا ہوا تھا، جس کی عبادت کرتے تھے، ان کے بیٹے کا نام معاذ بن عمرو تھا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا وہ رات کو اپنے والد حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے بت پر نجاست لا کر ڈال دیتے تھے، وہ صبح آتے دیکھتے کہ ان کا معبود ان کا بت نجاست میں لت پت ہے، اس کو دھوتے اس کو خوشبو لگاتے اور تنگ آ کر اس کے پاس تلوار بھی رکھ دی، کہنے لگے:

اِنْتَصِرْ لِنَفْسِکَ

دیکھو۔ اگر کوئی آیا تو تلوار سے بدلہ لینا ہے، واپس نہ جانے دینا، اس کی گردن اڑا کر رکھ دینا۔ اب وہ بے چارہ بت کیا کر سکتا تھا، ایک دن معاذ نے یہ کیا کہ اس بت کو اٹھا کر ایک مردہ کتے کے گلے میں باندھ دیا، اور جہاں گندگی پھینکی جاتی تھی وہاں

گرادیا، حضرت عمرو بن جموح اٹھے تلاش کرتے رہے دیکھا کہ وہ ایک مردہ کتے کے ساتھ گندگی میں پڑا ہوا ہے، آج قبولیت کی کوئی گھڑی تھی، اللہ نے ان کے لیے ایمان قبول کرنے کا کوئی وقت مقرر کیا ہوا تھا، اور آج وہ وقت آپہنچا جب اس بت کو دیکھا کہ وہ گندگی میں پڑا ہوا ہے تو کہنے لگے:

تَااللّٰهِ لَوْ كُنْتَ اِلٰهاً قَادِرًا مَا كُنْتَ وَالْكَلْبَ جَمِيعاً فِي قَذِرٍ

اللہ کی قسم! اگر تو واقعی قدرت والا، عبادت کے لائق معبود ہوتا تو تم اور ایک کتا اس گندگی میں نہ پڑے ہوتے، اس بت کو وہیں پڑے رہنے دیا اور توبہ کی، ایمان قبول کرلیا۔

تو یہ اسلام نے بتایا: ارے! کن کی عبادت کرتے ہو، کن کی پوجا کرتے ہو، ایسے بے جان جن کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو، اور ان چیزوں کی عبادت جن کو اللہ نے تمہارے لیے پیدا کیا وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب میں نے تمہارے تابع کیا ہے، تمہاری خدمت کے لیے، عبادت کے لیے نہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ

(النحل 14، پارہ 14)

وہی اللہ ہے جس نے سمندر اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے، تاکہ تازہ گوشت کھاؤ، زیب وآرائش کا سامان نکالو، اور ان میں کشتیاں اور جہاز چلاؤ عبادت کے لیے تھوڑا پیدا کیا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾

(ابراھیم33،پارہ13)

یہ سورج و چاند اور ستارے میں نے تمہاری خدمت کے لیے پیدا کیے ہیں، تم نے ان کو معبود بنالیا، عقیدہ توحید نے ماننے والوں کو نئی زندگی عطا کی، انہیں یقین آ گیا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، نہ زندگی دے سکتا ہے نہ موت، نہ عزت دے سکتا ہے نہ ذلت۔ وہ انسان جو ہر چیز کا غلام بنا ہوا تھا، ہر چیز کی غلامی سے آزاد ہو گیا، اور صرف اللہ کا غلام بن کر رہ گیا۔

قرآن پاک میں عقیدۂ شرک کی نفی

پہلے اسلام نے عقیدہ توحید کا اعلان کیا پھر پوری دنیا سے اس کی صدائیں بیان کیں کہ بڑے بڑے مشرکین اپنے آپ کو مشرک کہتے ہوئے شرماتے تھے، قرآن نے یہاں تک کہا:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ

(التوبہ28،پارہ10)

شرک تو گندگی ہے، غلاظت ہے، بدبو ہے، کچرا ہے، فضلہ ہے، لہٰذا ان کو مسجد حرام کے قریب آنے کی اجازت نہیں، اس لحاظ سے اسلام نے مشرکین کی اور ان کے جھوٹے معبودوں کی مذمت بیان کی۔ ارے کن کی عبادت کرتے ہو؟

وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾

(الحج73،پارہ17)

اگر تم ان کے سامنے کچھ رکھتے ہو اور مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے ان سے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے، ان کی عبادت کرتے ہو۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ

(العنکبوت 41، پارہ 20)

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا لیا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے مکڑی وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے تم ان کی عبادت کرتے ہو۔ ایسی مذمت بیان کی شرک کی، مشرکین کی، بت پرستی کی کہ وہ لوگ جن کے رگ وریشہ میں بت پرستی سمائی ہوئی تھی، وہ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ بت پرستی اچھی چیز نہیں ہے، اور تاویلیں کرنے لگے۔

میں نے آپ کو بتایا سب سے بڑے بت پرست ہندو ہیں، جن کے معبودوں کی تعداد کہا جاتا ہے کہ ۳۳ کروڑ تک پہنچتی ہے۔ لیکن ہندو بھی تاویلیں کرنے لگے کہ ہم تو ایک خدا کو مانتے ہیں، یہ جو چھوٹے چھوٹے ہیں، ان میں سے کوئی اوتار ہے، کوئی ذل ہے، کوئی بروج ہے، کوئی نائب ہے، کوئی ان تک پہنچانے والا ہے کوئی مظہر ہے، اصل تو ایک ہے۔

ہندو مذہب میں بغاوت

تو پھر ہندو مذہب میں بغاوت ہوئی۔ یہ جو سکھ مذہب ہے اس کا بانی ہندو خاندان میں پیدا ہوا، لیکن اس نے بت پرستی سے بغاوت کی، اس نے کہا: ایک اللہ کے سوا کوئی نہیں، ہر سکھ کو عقیدہ توحید پر ایمان رکھنا لازم ہے، آپ اگر ان کی کتاب اٹھا کر

دیکھیں تو اللہ کو ان صفات کے ساتھ بابا گرو نانک نے یاد کیا ہے جن صفات کے ساتھ مسلمان یاد کرتے ہیں، وہ خالق ہے، پیدا کرنے والا ہے، وہ رازّق ہے، رزق دینے والا ہے، وہ پروردگار ہے پالنے والا ہے، وہ رحیم ہے، وہ کریم ہے، یہ الفاظ آپ کو ''گرنتھ سحر'' میں ملیں گے جو سکھوں کی کتاب ہے۔

اور ویسے تو یہ عرض کردوں کہ مجھے یہ لگتا ہے کہ اس نے اسلام کو نقل کرنے کی کوشش کی، اسلام تو قبول نہ کیا، لیکن اسلام سے ملتا جلتا ایک مذہب تیار کرنے کی کوشش کی، جس میں اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ، عقیدہ توحید اس پر ایمان تو لازم تھا ہی، اس کے علاوہ ہر سکھ پانچ کان رکھنے کا پابند ہے کیس، کنگھا، کڑا، کتر پان (پانچواں ذکر نہیں کیا) بال۔ ان کے ہاں بال کاٹنا جائز نہیں، اب نبی کریم ﷺ کی زلفیں تھیں، لیکن ایک حد تک تھیں مختلف اوقات میں حضور ﷺ کی زلفیں مختلف رہیں کبھی کانوں کی لو تک، کبھی کندھے تک، کبھی ذرا نیچے اور کبھی بالکل نہیں، اور پھر ڈاڑھی رسول اللہ ﷺ کی سنت تو بالکل اسی کو اس نے سکھ مذہب میں لازم قرار دیا، لیکن نقل اتارنے کی کوشش کی تو سکھوں کو ایک کارٹون بنا کر رکھ دیا، ان کے نزدیک جسم کا کوئی بال کاٹنا جائز نہیں ہے، چنانچہ جو صحیح سکھ ہے مونچھیں دیکھیں تو نیچے آرہی ہیں، ڈاڑھی دیکھیں تو اوپر جارہی ہے۔ بعض اوقات پتہ نہیں چلتا کہ منہ کہاں ہے۔

ہمارے ہاں ایک بزرگ تھے وہ سکھوں کے ساتھ رہے، وہ بتاتے تھے کہ بعض اوقات ہم سکھوں سے مذاق کرتے، ارے! ذرا بولو تو سہی پتہ چلے تیرا منہ کہاں ہے، منہ کا پتہ نہیں چلتا، بال کھلیں تو زلفیں انتہائی دراز اب جسم کا کوئی بال نہ کاٹا جائے تو آپ سوچئے کہ وہ انسان کیسا لگے گا، ہمارے آقا ﷺ تو بالوں کی تراش وخراش

بنواتے تھے، صحابہ کرام ﷺ تراش خراش کرتے تھے، ڈاڑھی کو بھی ایک حد تک رکھتے تھے، ایک انداز سے رکھتے تھے، حسن ہو، خوبصورتی ہو، بالوں کو بھی کٹوانے کا اہتمام کرتے، زیر ناف بالوں کو کاٹا جاتا، بغل کے بالوں کو کاٹا جاتا، صفائی کا اہتمام کیا جاتا۔ نقل کیا اتاری بلکہ یوں کہیں کہ جیسے کہتے ہیں: ''کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا''

اسی طریقے سے کنگا آپ دیکھیں اسلام میں بھی ہے، ہمارے نبی ﷺ بالوں کو بنانے سنوارنے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ کڑا ان کے ہاں صبر اور قوت کی علامت ہے، اسلام نے کہا صبر اور قوت کڑے سے نہیں آتی، صبر اور قوت نماز سے آتی ہے، دعا سے آتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط

(البقرة 153، پارہ 2)

اے ایمان والو! نماز اور صبر کے ذریعے مدد حاصل کرو۔ اور سکھوں کا نظریہ یہ ہے کہ خنجر جیسا کت کرپان ہر شخص اپنے پاس بطور ہتھیار رکھے یہ بھی مسلمان کی پہچان ہے۔ تو یوں لگتا ہے کہ اس نے اسلام سے کچھ چیزیں لے کر ان کو کچھ اور رخ دے دیا، بتانا یہ چاہ رہا تھا کہ ہندو مذہب جو پوری دنیا میں شرک اور بت پرستی کا نمائندہ مذہب تھا اس میں بغاوت ہوگئی، ہندو اپنی بت پرستی کی تاویلیں کرنے لگے یہ کیسے ہوا؟ یہ اسلام کے عقیدہ توحید کی برکت سے ہوا، یہ شرک اور بت پرستی کی مذمت سے ہوا، قرآن نے ایسے دلائل دیئے اور بت پرستی کے قلعے پر دلائل کے ساتھ ایسے حملے کئے کہ بت پرستی کے بنائے ہوئے قلعے کو مسمار کر کے رکھ دیا، بڑے بڑے مشرک تاویلیں کرنے لگے

ہمارا مقصد یہ نہیں ہے، ہمارا مطلب یہ نہیں ہے ہم تو ایک کو مانتے ہیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث

آپ عیسائیوں کو دیکھیں کہ عقیدہ تثلیث جن کی پہچان ہے اللہ خدا، روح القدس خدا، عیسی خدا، مستطیل خدا، تین کو ماننے والے، لیکن وہ تاویلیں کرنے لگے کہ ہم تو ایک کو مانتے ہیں، تین مل کر ایک ہے، اور ایک مل کر تین، کہ شاید یہ عیسائیوں کے بڑے سے بڑے رہنما کی سمجھ میں بھی نہیں آیا ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

اکثر میں جب عقیدہ تثلیث کا ذکر کرتا ہوں تو مجھے ایک منطقی طالب علم کا واقعہ یاد آ جاتا ہے، والدین بے چارے جاہل تھے۔ پڑھنے کے لیے بیٹے کو مدرسہ بھیجا ہوا تھا، واپس آیا ناشتے کی میز پر بیٹھا ہوا تھا، اور دو انڈے رکھے ہوئے تھے، بیٹے سے پوچھا کیا پڑھ کر آئے ہو؟ اس نے کہا: ابا ایسا فن پڑھ کر آیا ہوں کہ دو کو تین ثابت کر سکتا ہوں۔ اچھا! کمال ہے دو کو تین بنا سکتے ہو؟ کیسے؟ اس نے کہا یہ ایک انڈا، یہ دوسرا انڈا، پھر دونوں کو جوڑ کر رکھ دیا، کہنے لگا تیسرا ان کا مجموعہ۔ ابا نے کہا: یہ انڈا تیری ماں کا، یہ میرا، اور ان دونوں کا مجموعہ تم کھالو۔

تو ایک میں تین اور تین میں ایک یہ ایسا مجموعہ ہے کہ شاید ان کی سمجھ میں بھی نہ آئے، لیکن وہ تاویلیں کرنے پر مجبور ہو گئے، لیکن مجبور ہوئے اسلام کے عقیدہ توحید کی برکت سے، اسلام نے جو توحید کے لیے دلائل دیئے ہیں اللہ کی قسم! کوئی شدید قسم کا متعصب ہو تو وہ ہوسکتا ہے کہ ان دلائل سے متاثر نہ ہو ورنہ کوئی بھی صاحب بصیرت انسان ان دلائل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تو یہ پہلا عطیہ ہے جو اسلام نے دنیا کو دیا عقیدہ توحید اور اس کے اثرات پوری دنیا کی تہذیب وتمدن، افکار ونظریات اور

مذاہب پر مرتب ہوتے نظر آئے۔

وحدت انسانی ومساوات کا نظریہ اسلام نے دنیا کو دیا

دوسرا عطیہ جو اسلام نے دنیا کو دیا اور جس کے اثرات تہذیب وتمدن پر مرتب ہوئے وہ انسانی وحدت و مساوات کا تصور ہے، انسانی وحدت و مساوات کیا ہے؟ سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، سارے انسان اللہ کی مخلوق ہیں، سارے انسان ایک جیسے ہیں، کسی انسان کو رنگ، نسل، زبان، وطن، قوم، قبیلے کی بنیاد پر دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے ہر انسان کے لیے اس دنیا میں مسابقت کا میدان موجود ہے، ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھ سکتا ہے، ایک غریب، مزدور، نائی، پنساری، موچی، کا بیٹا علم حاصل کر کے اور اعمال صالحہ کے ذریعے ایک سید کے بیٹے سے آگے بڑھ سکتا ہے، یہ وحدت و مساوات کا تصور ہے۔ کوئی انسان پیدائشی اعتبار سے نہ قابل نفرت ہے اور نہ ہی کوئی ولی اللہ ہے، بلکہ اُسے دنیا میں آنے کے بعد اپنا مقام بنانے کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ نبی کی بیٹی کو بھی مقام نہیں مل سکتا جب تک ایمان اور عمل صالح نہ ہو، میں اور آپ کیا! محمد رسول اللہ ﷺ اپنی پیاری لخت جگر، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ماں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہیں: بیٹی! دنیا کا جو مال ومتاع چاہیے، جو دنیا چاہیے مجھ سے مانگ لو، لیکن اللہ کے ہاں کامیابی کے لیے تمہیں خود کچھ کرنا ہوگا، اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہوں۔

مساوات قبل از اسلام

جبکہ اسلام سے قبل کیا تھا؟ کچھ لوگ پیدائشی اعتبار سے اعلیٰ تھے، اور کچھ لوگ

پیدائشی اعتبار سے ادنیٰ تھے، یہ اعلیٰ کیوں؟ اس لیے کہ فلاں خاندان سے تعلق ہے، یہ ادنی کیوں؟ اس لیے کہ فلاں خاندان سے تعلق ہے۔

مصر کے فرعون کہتے تھے کہ ہم سورج دیوتا کے مظہر ہیں، ایران کا کسریٰ کہتا تھا ہمارے خاندان کی رگوں میں خدا کا خون ہے، اور قیصر کہتا تھا کہ میں خدا ہوں اور عرب کہتے تھے کہ ہم عجمیوں سے بہتر ہیں، قریش کہتے تھے کہ ہم سارے عرب سے افضل ہیں، کچھ بھی کریں ہم سارے عرب سے افضل ہیں، اس لیے کہ ہم قریشی ہیں قریشی خاندان سے ہونا یہ افضل ہونے کی علامت ہے۔ ہندوستان کا تو بہت ہی برا حال تھا یہاں موروثی پیشوں اور خاندانوں کی وجہ سے کوئی اعلیٰ بنتا تھا اور کوئی ادنیٰ بنتا تھا۔

ہندوؤں کے چار طبقے

چنانچہ انہوں نے ہندوؤں کو چار طبقوں میں تقسیم کیا ہوا تھا، پہلا طبقہ برہمن یہ مذہبی طبقہ تھا، یہ بہرحال افضل تھے چاہے ان کے اعمال برے ہی کیوں نہ ہوں، اخلاق گرے ہوئے کیوں نہ ہوں اخلاقی اعتبار سے پستی کا شکار، بدکردار، عزتیں لوٹنے والے، ڈاکو لٹیرے لیکن اعلیٰ کیوں؟ اس لیے کہ برہمن خاندان سے تعلق ہے، کیسے کہوں آج مسلمان بھی بعض اوقات کہتے ہیں اول تو ہمارے ہاں اصلی سید تو ملتے ہی نہیں ہیں نقلی سید بہت ہیں جو نقلی ہیں وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم اعلیٰ ہیں، اور ان کے پیروکار بھی یہی کہتے ہیں، یہ اعلیٰ ہیں، چاہے کتنا ہی بدکار کیوں نہ ہو، رشوت خور کیوں نہ ہو، حرام خور کیوں نہ ہو، جھوٹا ہے، نماز کبھی نہیں پڑھتا، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا، کہتے ہیں اعلیٰ ہے اس لیے کہ سید ہے۔

ہمارے دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ سید کو سلام۔ یہ سید ہیں اس لیے یہ اعلیٰ ہیں، میں

نام نہیں لیتا کتنے ہی ریچھ اور کتوں کو لڑانے والے، منشیات کا کاروبار کرنے والے، رنڈیوں کو نچانے والے، قبروں کو، مزاروں کو بیچنے والے، بزرگوں کی قبروں کو بیچنے والے لیکن وہ اعلیٰ ہیں، افضل ہیں، اس لیے کہ فلاں بزرگ کی نسل سے ہیں، یہ اسلامی تصور نہیں ہے، یہ قرآنی سوچ نہیں ہے یہ تو ہندوؤں کی سوچ ہے کہ یہ برہمن ہے لہٰذا قابل احترام ہیں۔

دوسرا طبقہ

دوسرا طبقہ تھا کھشتری یہ فوج اور پولیس کے لئے ہوتے تھے۔ تیسرا طبقہ ویش یہ تاجر اور کاشتکار تھے، اور چوتھا طبقہ شودر انتہائی مظلوم جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے تینوں طبقوں کے لیے اللہ کے پیروں سے پیدا کیے گئے ہیں، اللہ نے ان کو اپنے پیروں سے پیدا کیا تا کہ یہ برہمنوں کی چھتریوں کی اور درویشوں کی خدمت کریں، جب مسلمان ہندوستان آئے، بہت کچھ اپنے ساتھ لے کر آئے۔ میں آج کے مسلمان کی بات نہیں کرتا، آج کا مسلمان کسی غیر ملک میں جاتا ہے، وہاں فحاشی ہوتی ہے یہ بھی فحاشی لے کر جاتا ہے، یہ فراڈ لے کر جاتا ہے، یہ دھوکا لے کر جاتا ہے، یہ جھوٹ لے کر جاتا ہے، یہ منافقت لے کر جاتا ہے۔

اسلام کا نظریہ اخوت ومحبت

میں اس زمانے کے مسلمانوں کی بات کر رہا ہوں جب ایمان دلوں میں زندہ تھا ہندوستان کے باشندے اخلاقی ومعاشرتی اعتبار سے جو سب سے عجیب وغریب چیز لے کر آئے وہ وحدت ومساوات ہے یہ مسلمانوں نے بتایا تعظیم سب کے لیے ہے، ترقی کے امکانات سب کے لیے ہیں۔ ہندو دیکھتے تو تعجب کا پیکر بن جاتے بھئی! یہ

کیسے لوگ ہیں ایک ہی دستر خوان پر مالک بھی بیٹھا ہے مملوک بھی بیٹھا ہے، خادم بھی بیٹھا ہے، غلام بھی بیٹھا ہے، امیر بھی بیٹھا ہے، ایک ہی دستر خوان پر ایک ہی صف میں محمود بھی کھڑا ہے ایاز بھی کھڑا ہے! تو ان کے لیے یہ بڑا عجیب وغریب منظر تھا، ماضی قریب کے ہمارے بزرگوں کے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ باتھ روم صاف کرنے والے جمعدار کو بلایا اور ہاتھ دھو کر اپنے ساتھ بٹھالیا، اب وہ جھجک رہا ہے حضرت! آپ کے ساتھ اس دستر خوان پر؟ ارے تم بھی انسان ہو میں بھی انسان ہوں سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں تم کیوں نہیں بیٹھ سکتے ہو میرے ساتھ دستر خوان پر؟ اور پھر ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ نہ پڑھ لوں۔ مجھے تو آج تک میرے ہم مذہب لوگوں نے اپنے ساتھ چارپائی پر نہ بیٹھنے دیا۔ وہ کون عظیم رہنما ہے جس نے تمھاری ایسی تربیت کی ہے کہ ایک جمعدار کو، ایک نیچ خاندان کے فرد کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھاتے ہو؟ یہ چیز کیسے آئی صحابہ کرام کے اندر؟ یہ رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے آئی۔ یہ اسلام کی تعلیمات سے آئی، حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان کیا تھا:

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاكُمْ وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى

اے لوگو! تمہارا باپ بھی ایک تمہارا رب بھی ایک، تم سب آدم کی اولاد ہو، آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ تم میں سے معزز وہ نہیں ہے جو اس خاندان کا ہے یا اس خاندان کا ہے معزز وہ ہے جس کے اندر سب سے زیادہ تقوی پایا جاتا ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور کسی سید کو غیر سید پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا معیار صرف تقوی

ہے جس کے اندر تقویٰ ہوگا وہ فضیلت والا، وہ عظمت والا ہے۔ اور آقا ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ عَصَبِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ

اے لوگو! اللہ نے تمہارے اندر سے جاہلیت، عصبیت، اور فخر کو مٹا دیا، اب عزت خاندانوں کی وجہ سے نہیں ملے گی، بلکہ اب تقسیم یہ ہے کہ جو مومن ہے وہ عزت والا ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہے وہ ذلیل ہے۔ اَلنَّاسُ بَنُوْ اٰدَمَ سارے کے سارے انسان آدم کی اولاد ہیں، اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر تقویٰ کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہیں، ان تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں سے قبیلوں کی عصبیت، خاندانوں کی عصبیت نکل گئی۔

عصبیت کیا ہے؟

عصبیت کیا ہے؟ کیا قوم کی ہمدردی عصبیت ہے؟ نہیں! قرابت داری کی ہمدردی عصبیت ہے؟ نہیں! عصبیت یہ ہے کہ اپنے خاندان اور اپنی قوم کا ساتھ دینا اور فخر کرنا، اگر چہ وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہوں، اگر چہ وہ جھوٹ پر کیوں نہ ہوں، وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں تب بھی ان کا ساتھ دینا یہ ہے عصبیت۔ وگرنہ اپنے خاندان کی حمایت، اپنے قرابت داروں کی مدد یہ تو عین اسلام ہے قرآن نے اس کی تعلیم دی ہے، ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے اسی ضمن میں ہمارے آج کے موضوع پر یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ انسانی وحدت ومساوات کا تصور کیا اقوام متحدہ نے دیا ہے؟ ہرگز نہیں، اقوام متحدہ تو ۱۹۴۵ میں بنی، اور انسانی حقوق کا چارٹر ۱۹۴۸ میں منظور ہوا یہ بیسویں صدی کے نصف کی بات ہے، اور اس چارٹر کی دفعہ نمبر ایک میں کہا گیا کہ تمام انسان آزاد ہیں، اور حقوق اور عزت کے اعتبار سے بھی برابر ہیں۔ اب

ذرا غور کیجیے کیا یہ وہی بات نہیں جو ہمارے آقا ﷺ نے چودہ سو سال پہلے فرمادی تھی:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ

کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے

اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے گورنر سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا اور گورنر بھی عام آدمی نہیں تھے، وہ بھی صحابی رسول! ایک دفعہ گورنر کے بیٹے کی زبان سے عام آدمی کے سامنے نکل گیا: ہم شریفوں کی اولاد ہیں، ہم بڑے لوگوں کی اولاد ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر کے کے بیٹے کو اس قبطی مصری سے پٹوایا اور آخر میں فرمایا:

مُذْ كَمْ تَعَبَّدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ اُمَّهَاتُهُمْ اَحْرَارًا

تم نے کب سے ان کو غلام بنالیا ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد پیدا کیا تھا؟ اقوام متحدہ تو ۶۰ سال پہلے یہ کہہ رہا ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا، اور میرے آقا کا غلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۱۴۰۰ سال پہلے کہہ رہے ہیں کہ انسان تو آزاد پیدا ہوا ہے، کس کو حق حاصل ہے کہ اسے اپنا غلام بنالے۔ اسی طریقے سے یہ جو انسانی حقوق کا چارٹر ہے اس کی دفعہ نمبر: ۳ میں کہا گیا ہے ہر شخص کو اپنی آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق حاصل ہے، اپنی جان مال کا تحفظ کرنے کا حق حاصل ہے۔ کیا یہ وہی بات نہیں جو ہمارے آقا ﷺ نے سوا چودہ سو سال پہلے بیان فرمائی تھی:

اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا

تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں ایسے ہی جیسے یہ

دن حرمت والا ہے، یہ شہر حرمت والا ہے اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔

اہل مغرب نے اقوام متحدہ تو بنالی اور اس کا چارٹر بھی منظور کروالیا لیکن اس پر عمل نہیں ہے، ان کے رویے کو آپ دیکھیں ایسا لگتا ہے کہ وہ آپ کو سارے انسانوں سے بدتر سمجھتے ہیں، انسانوں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتے ہیں، آزادی کی بات کرتے ہیں جان کی آزادی حاصل ہے، حفاظت کی آزادی حاصل ہے کہاں آزادی ملتی ہے؟ آزادی ہے مگر بے حیائی کی آزادی، عریانی کی آزادی، فحاشی کی آزادی، اللہ کے حکموں کو توڑنے کی آزادی ہے۔

لیکن نماز پڑھنے کی آزادی نہیں ہے، مسلمان عورت کو پردہ کرنے کی آزادی نہیں ہے، آزادی کا ڈھکوسلہ ہے کہ ہم انسان کی آزادی کا احترام کرتے ہیں، انسان کی آزادی کا احترام محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا اور آپ ﷺ کے غلاموں نے کیا۔

یاد رکھیے! غیر مسلموں کو اسلامی خلافت میں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی۔ آج فرانس میں پابندی لگ رہی ہے، جرمنی میں پابندی لگ رہی ہے، مسلمان عورت حجاب نہیں کرسکتی، نماز نہیں پڑھ سکتے دفتر میں اور نہ اسکول میں، اس کی آزادی نہیں ہے، تو یہ ادھوری آزادی ہے۔ انسان کو مکمل اور حقیقی آزادی تو اللہ نے دی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت عظمیٰ جو ہمیں ایمان اور اسلام کی صورت میں ملی، اور جس نے پوری دنیا کو متاثر کیا، اس کی اللہ پاک ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ موضوع طویل ہے ان شاء اللہ دوسری نشست میں بھی اسی کا بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تہذیب و تمدن پر
اسلام کے اثرات و احسانات

دوسری نشست

از افادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

دوسری نشست

۞ ...... وحدت انسانی کا تصور کیا اقوام متحدہ نے دیا؟

۞ ...... کیا اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی انسان کو قتل کرنا جائز ہے؟

۞ ...... اسلام سے قبل طبقہ نسواں کی کیا حالت تھی؟

۞ ...... تحریک حقوق نسواں سے عورت کو حقوق ملے یا ان کی پامالی ہوئی؟

۞ ...... کیا عورت حصول تعلیم، کسب معاش، ملازمت وتجارت کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

۞ ...... کیا انسان پیدائشی گناہ گار ہے؟

۞ ...... کیا گناہ کبیرہ کی بخشش ہو سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

(سورۃ الحجرات 13 پارہ 26)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

درس کا جو موضوع ہے وہ آپ سن چکے ہیں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ پوری دنیا کی تہذیبوں، تمدنوں، معاشروں، سوسائٹیوں اور ذہنوں پر اسلام کے کیا احسانات واثرات مرتب ہوئے۔

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے اسلام قبول کرنے والے تو متاثر ہوئے ہی ہیں، لیکن غیر مسلموں کے اخلاقیات پر، کمالات پر، نظریات پر ان کی تہذیبوں پر بھی اسلامی تعلیمات کے اثرات یقینا مرتب ہوئے ہیں، سب سے پہلا احسان اسلام کا عالمی تہذیبوں پر عقیدہ توحید ہے، جس کے حوالہ سے گفتگو پہلی نشست میں ہو چکی ہے، اسلام نے توحید پر اتنا زور دیا اور شرک کی اتنی مذمت بیان کی کہ کئی جدی پشتی مشرک بھی اپنے شرک کی تاویلیں کرنے لگے۔ اسلام کا دوسرا احسان جس کے بارے میں مختصر سی گفتگو پچھلے درس میں ہوئی تھی وہ وحدت انسانی ہے۔

اسلام سے قبل انسان کا مقام

اسلام سے قبل انسان کا مقام و مرتبہ اور اس کی قدر و قیمت خاندان کے اعتبار سے متعین ہوتی تھی زبان کے اعتبار سے، قبیلے کے اعتبار سے، رنگ کے اعتبار سے، وطن کے اعتبار سے، اسلام نے یہ تعلیم دی کہ سارے کے سارے انسان حقوق کے اعتبار سے، عزت کے اعتبار سے، امکانات کے اعتبار سے، آگے بڑھنے کے اعتبار سے برابر ہیں، اور اسلام نے یہ بتایا کہ انسان کا مقام رنگ ونسل، زبان، قوم، وطن، قبیلہ کی بنیاد پر متعین نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کا مقام انسانی کمالات واخلاقیات و اوصاف کے اعتبار سے متعین کیا جائے گا۔

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جس خطے میں اور جس معاشرے میں ولادت وبعثت ہوئی، اُس معاشرے میں سب سے زیادہ رنگ، نسل، قوم، قبیلے پر گھمنڈ پایا جاتا تھا۔ ممکن ہے دنیا کے دوسرے خطے یا ملک میں وہ اعلان کرنا آسان ہوتا جو اعلان آپ ﷺ نے سرزمین عرب میں کیا، جس کو سننے کے لیے اس زمین

کے باشندے ذہنی طور پر تیار نہ تھے۔ بہت زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا، کیونکہ اگر ایک ایک نقطہ کی وضاحت کی تو اس درس کی تکمیل کیلئے کئی مہینے درکار ہوں گے، قرآن نے اعلان کیا، وہ آیت کریمہ جو میں نے خطبہ میں تلاوت کی ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط

(سورۃالحجرات13پارہ26)

اے انسانوں! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور یہ خاندان اور قبیلے عزت کے معیار کو متعین کرنے کیلئے نہیں بنائے گئے بلکہ یہ تو صرف تعارف کیلئے ہیں، پہچان کیلئے ہیں یا تشخص کیلئے ہیں، باقی عزت کا معیار کیا ہے؟ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ تم میں سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جس کے اندر خدا خوفی زیادہ پائی جاتی ہے، سچائی پائی جاتی ہے، امانت پائی جاتی ہے، دیانت پائی جاتی ہے، ایفائے عہد پایا جاتا ہے، جس کے اخلاق اچھے ہیں، ایثار کا جذبہ ہے، تو اخلاق واوصاف کے اعتبار سے اس کا مقام ومرتبہ متعین کیا جائے گا۔

اور خود ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے اعلان فرمایا کہ:

اَلنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَ آدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ اِلَّا بِالتَّقْوٰى

تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدمی کو مٹی سے پیدا کیا گیا کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضلیت حاصل نہیں ہے مگر تقوی کی بنیاد پر۔ ابوجہل اور ابولہب کے پاس اخلاق و ایمان نہیں تو وہ ہیچ ہیں، اگرچہ وہ خاندانی یا نسلی اور لسانی اعتبار سے بہت

فائق ہیں۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ، رنگ، خاندان کے اعتبار سے سادہ ہیں لیکن ایمان اور تقوی جیسی صفات سے متصف ہیں تو وہ اعلیٰ ہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وحدت انسانی کا سبق اقوام متحدہ نے دیا ہے حالانکہ اقوام متحدہ تو ۱۹۴۵ میں بنی اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم چھٹی صدی عیسوی کے اختتام پر معبوث ہوئے ہیں اور اس وقت قرآن نازل ہوا ہے۔ جس نے وحدت انسانی کا سبق دیا ہے۔

تمام انسانوں کی آزادی کا تصور

اقوام متحدہ نے جو انسانی حقوق کا چارٹر جاری کیا اس کی دفعہ نمبر ایک میں کہا گیا ہے کہ تمام انسان آزاد ہیں اور حقوق اور عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں یہ کب کہا جا رہا ہے؟ ۱۹۴۵ میں جبکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں سے اور ان کی اولادوں کو یہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا، تم نے کب سے ان کو غلام بنا لیا، حالانکہ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد پیدا کیا ہے، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ سارے کے سارے انسان آزاد ہیں، کسی کو دوسرے کو غلام بنانے کا حق حاصل نہیں ہے۔

تمام انسانوں کی برابری کا تصور

اسی طریقہ سے اسلام نے بہت پہلے یہ بتا دیا کہ حقوق اور عزت کے اعتبار سے سارے کے سارے انسان برابر ہیں۔ اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگرچہ اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا چارٹر جاری کر دیا، لیکن اس کے باوجود مغرب میں سالہا سال تک رنگ ونسل کا خاتمہ نہ ہو سکا، اوروں کو چھوڑیں، امریکہ کو لے لیں کہ

۱۹۶۴ تک امریکہ میں افریقی نسل کے لوگوں کو ووٹ کا حق حاصل نہیں تھا، اور جنوبی افریقہ میں گوری اقلیت نے کالی اکثریت پر جو ستم ڈھائے یہ کل کی بات ہے، اپنے آپ کو برابر کا انسان تسلیم کرانے کیلئے نیلسن مینڈیلا اور ان کے ساتھیوں کو ۲۷ سال جیل میں گزارنے پڑے، یعنی ۱۰۰۰۰ دن جیل کی کال کوٹھڑیوں میں گزارنے پڑے، صرف اس لیے کہ ہمیں برابر کا انسان تسلیم کیا جائے، وگرنہ حقیقت یہ تھی کہ گوروں کے اسپتالوں میں کالوں کا علاج نہیں ہوسکتا تھا، گوروں کے اسکولوں میں کالوں کو داخلہ نہیں ہوسکتا تھا، حتی کے ریلوے اسٹیشن اور بس اڈوں پر انتظار کے لیے جو ڈیکر رکھے جاتے ہیں اور وہ گوروں کیلئے مخصوص تھے ان پر کالوں کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ حقیقت جس کو تسلیم کرانے کے لیے نیلسن مینڈیلا اور ان کے ساتھیوں کو ۱۰۰۰۰ دن جیل میں گزارنے پڑے وہ حقیقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ۱۴۰۰ سال پہلے تسلیم کروائی تھی اور آقا ﷺ کی تعلیمات سے متاثر ہونے والے ایسے بدل گئے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو یا سیدنا کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے، اے ہمارے آقا ﷺ، اے ہمارے سردار..................!

انسانی عظمت کا تصور

اسلام کا تیسرا احسان عالمی تہذیبوں اور تمدنوں پر انسانی عظمت کا احسان ہے۔ اسلام سے پہلے انسان بہت ذلیل تھا، شاید ہر مخلوق سے زیادہ ذلیل، اندازہ کیجئے کہ سورج کی تعظیم تھی، ستاروں کی تعظیم تھی، ہوا کی تعظیم تھی، آگ کی تعظیم تھی، بندر، سانپ، بچھو کی تعظیم تھی، اور انسان کی تحقیر وتذلیل، ان مخلوقات کی تعظیم اور انسانوں

کی تحقیر اتنی تھی کہ بسا اوقات انسانی خون کے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے ان کو خوش کرنے کیلئے، اس ماحول میں کہ جس ماحول میں انسانوں کی توہین وتذلیل تھی قرآن نے انسان کی تعظیم کا اور مخلوقات کی تعظیم کا اعلان کیا۔ کیا انداز آپ کو بتاؤں، آپ سورۃ التین پڑھ کر دیکھیں: اللہ نے قسمیں کھا کر انسان کی تعظیم کا اعلان کیا:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④

(سورۃ التین آیت 4، پارہ 31)

انجیر کی قسم، زیتون کی قسم، طور سینا کی قسم، اور اس امن والے شہر کی قسم! ہم نے انسان کو بہت خوبصورت ساخت میں پیدا کیا ہے۔

یہ کائنات کی حسین ترین مخلوق ہے، سورج کا حسن، چاند کا حسن، ستاروں کا حسن، پھولوں کا حسن، چنبیلی کا حسن، گلاب کا حسن کچھ حیثیت نہیں رکھتا، انسان کے حسن کے مقابلہ میں، یہ سب سے حسین ترین مخلوق ہے، انسانی تکریم کو بیان کرنے کیلئے اللہ نے بیان فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ، ہم نے بنی آدم کو تکریم دی ہے انسان کی تکریم کے لیے بیان فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ

ہم نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے جو رب العلمین کا خلیفہ ہے، یہ مخلوق اس کے پاؤں کی گرد تک بھی کہاں پہنچ سکتی ہے اور قرآن نے بتایا:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

(سورۃ البقرہ 29)

اے جھکنے والو! اے جبین نیاز کا تقدس سورج، چاند، ستاروں، گنگا، جمنا، آگ، ہوا، بندر، بچھو اور سانپ کے سامنے لوٹانے والو! میں نے تمہیں ان کے سامنے جھکنے کیلئے پیدا نہیں کیا، بلکہ ان ساری چیزوں کو تمہاری خدمت کیلئے پیدا کیا ہے۔

• اس زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے پیدا کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے بتایا آپ سوچئے کہ کہاں تو انسان کا یہ تصور کہ مظاہر فطرت اس لیے کہ میں ان کے سامنے جھکوں، اور کہاں یہ تصور کہ یہ مظاہر فطرت میری خدمت کے لئے ہیں۔

آپ میں سے ہر ایک کہہ سکتا ہے یہ سورج میری خدمت میں لگا ہوا ہے، یہ چاند میری خدمت میں لگا ہوا ہے یہ بادل میری خدمت کیلئے ہے، یہ بارش کا برسنا میری خدمت کیلئے ہے، اللہ نے ان عناصر فطرت کو میری خدمت کیلئے پیدا کیا ہے۔ یہ کس نے بتایا؟ قرآن نے بتایا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ سائنسی تحقیقات کا جو دروازہ کھلا ہے تو وہ قرآن کریم کے اس تصور کو دینے کیلئے کہ اے انسان! تم ان چیزوں کیلئے نہیں یہ چیزیں تمہارے لیے ہیں انسان کے اندر جو ہمت آئی کہ میں چاند کو مسخر کروں، ستاروں کو مسخر کروں، سورج کو مسخر کروں، کائنات کو مسخر کروں تو کیا کبھی کوئی بندہ اپنے خدا کو بھی مسخر کرنے کا تصور لا سکتا ہے؟

دل میں بسایا گیا کہ یہ چیزیں خدا نہیں ہیں، خدا کی ہیں، اور تمہاری خدمت کے لئے اللہ نے پیدا کی ہیں، انسانی عظمت کا اس سے بڑا اعلان کیا ہو سکتا ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا: اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللهِ یہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کا خاندان ہے اور اللہ کو اپنے بندوں میں سے سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو اللہ کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ اسلام سے قبل جنگوں میں بستیاں اجاڑ دی جاتی تھیں انسانوں

کو زندہ جلا دیا جاتا تھا، کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کیے جاتے تھے، شکلیں مسخ کر دی جاتی تھیں، مثلے کیے جاتے تھے، اسلام نے انسان کی توہین سے منع کیا، زندگی میں بھی اور زندگی سے ہاتھ دھونے کے بعد بھی جنگ احد میں حضور اکرم ﷺ کے محبوب وجانثار چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ہندہ نے مثلہ کیا، حضور ﷺ جوش میں آگئے اپنے چچا کی یہ حالت دیکھ کر اور آپ ﷺ نے غصے میں فرمایا: اگلے سال اگر مجھے جنگ میں فتح نصیب ہوئی تو میں ۷۰ مشرکوں کے ساتھ وہی کچھ کروں گا جو آج میرے چچا کے ساتھ کیا گیا ہے، اللہ نے سورۃ النحل کی یہ آیت کریمہ نازل فرمادی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝۱۲۶

(سورۃ النحل 126 پارہ 14)

اگر تم انتقام لو تو صرف اتنا ہی انتقام لینا جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے، لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کیلئے بہتر ہے۔ میرے اور آپ کے آقا ﷺ نے جب یہ آیت سنی تو فرمایا: اے اللہ میں صبر کرتا ہوں، میں کسی ایک کے ساتھ بھی برا سلوک نہیں کروں گا، نہ حضور ﷺ نے کسی کے ساتھ یہ کیا اور نہ کسی دشمن کے ساتھ مسلمانوں کو کرنے کی اجازت ہے پھر انسان کا خون جو بے دریغ بہایا جاتا تھا اس کو حرمت عطا کی۔

اختلاف مذہب کی بناء پر قتل کرنا

اب مسلمان کیلئے صرف اختلاف مذہب کی بنا پر کسی انسان کا قتل جائز نہیں ہے، صرف عیسائی ہونے کی بنا پر، صرف یہودی ہونے کی بنا پر، ہندو، سکھ یا مجوسی ہونے کی بنا پر ہمارے لیے کسی کا خون بہانا اور اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اسلامی تعلیم سے مسلمان کی دوری

میں اسلام کی تعلیم بیان کر رہا ہوں، آج کے مسلمان کا طرزِ عمل نہیں بیان کر رہا اسلام نے تو اسلامی مملکت میں رہنے والے یہودی اور مجوسی کے قتل کی بھی اجازت نہیں دی، لیکن آج کا مسلمان جو راہ راست سے ہٹا ہوا ہے جو مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ مسلک کی بنیاد پر بھی ایک دوسرے کی گردنیں اڑا رہا ہے۔ آپ نے اخبارات میں پڑھا: گزشتہ دنوں ایک معصوم بے گناہ طالب علم کو ڈیڑھ سو درندوں نے پکڑ لیا اور پھر ان درندوں نے ڈنڈوں، سریوں، چھریوں، بلیڈوں سے اس کے جسم کا ہر عضو زخمی کیا، بے پناہ تشدد کیا، اور پھر ایک ایک عضو کو بڑی بیدردی سے کاٹا گیا، ہاتھ کاٹے گئے، پاؤں کاٹے گئے، ناک کاٹی گئی اور گردن کاٹ دی گئی۔ ایک معصوم بے گناہ طالب علم! میں عرض کر رہا ہوں کہ میں اسلام کی تعلیمات بیان کر رہا ہوں آج کے مسلمان کا طرزِ عمل نہیں، میرے بھائیو اور بہنو! ایک طرف تو ہم قرآن وحدیث کو دیکھتے ہیں، اور دوسری طرف آج کے مسلمان کا طرزِ عمل اور اس کے اخلاق تو دونوں کے درمیان خلیج فارس سے بھی بڑی خلیج نظر آتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے اسلامی مملکت میں رہنے والے ذمی کے حقوق، غیر مسلم کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: جو مسلمان اسلامی مملکت میں رہنے والے کسی کافر پر ظلم کرے گا یا اس کا حق دبائے گا یا طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا، یا کوئی چیز جبراً اس سے ہتھیائے گا تو میں محمد رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اس غیر مسلم کا وکیل بن کر آؤں گا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جیسے ایک مسلمان کے قتل کی سزا قتل ہے، قصاص ہے، یونہی اسلامی مملکت میں پر امن طریقہ

سے رہنے والے اگر کسی غیر مسلم کو مسلمان قتل کر دے تو اس کی سزا بھی امام صاحب کے نزدیک قتل ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ نے انسان کی عظمت بیان کی، انسانی حقوق کو بیان کیا۔تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری دنیا میں انسانی حقوق کا چرچا ہونے لگا، انسانی حقوق کی باتیں ہونے لگیں۔

حقوق نسواں

انسانی خون کی حرمت کیلئے قانون پاس ہونے لگا، تہذیب وتمدن پر اسلام کے بہت سارے احسانات میں سے چوتھا احسان خواتین کے حقوق ہیں۔اسلام سے پہلے عورت کے حقوق پوری طرح پامال کیے جارہے تھے، دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں عورت ظلم وستم کا نشانہ نہ بن رہی ہو۔آپ ہندوستان میں دیکھیں کہ عورت کی کوئی مستقل حیثیت نہیں تھی، حتی کے اس کا شوہر انتقال کر جائے تو اس پر لازم تھا کہ وہ بھی شوہر کی چتا پرستی ہو جائے، شوہر کے ساتھ، شوہر کی نعش کے ساتھ اس کا بھی جل جانا ضروری سمجھا جاتا تھا، عراق میں عورت کی حیثیت ایک پالتو جانور کی سی تھی، پندرہویں صدی میں بڑے بڑے دانشوروں کے درمیان یہاں تک بحث ہوئی کہ عورت کے اندر روح بھی ہوتی ہے یا یہ بغیر روح کے ایک جسم ہے، آپ عرب کو دیکھیں تو وہاں بیٹی کو زندہ درگور کیا جاتا تھا، اور مرنے والے کی میراث میں جیسے بھیڑ، بکریاں، سونا، چاندی تقسیم ہوتا تھا، اس کی میراث میں عورتیں بھی تقسیم ہوتی تھیں، اور قرض اور سود کی ادائیگی میں بسا اوقات اس کو بیچا جاتا تھا، اس کو رہن رکھا جاتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو نئی زندگی عطا کی ہے، اس مظلوم تاریخ میں سب سے پہلے عورت کے جائز حقوق کیلئے اگر آواز اٹھائی ہے تو اسلام نے اٹھائی

ہے، آپ ماں کی حیثیت سے دیکھیں اور قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو قرآن کریم کہتا ہے کہ: ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے، ذکر تو دونوں کا کیا، لیکن ماں کے حقوق پر زور دینے کیلئے آگے فرمایا:

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ

(سورۃ لقمان14پارہ21)

اس کی ماں نے اسے بڑی تکلیف کے ساتھ اٹھایا، پھر جنا اور پھر دودھ پلایا گویا کہ اشارہ کر دیا یوں تو دونوں ہی حسن سلوک کے حقدار ہیں لیکن زیادہ حسن سلوک کی حقدار ماں ہے۔

اور خود نبی کریم ﷺ سے جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟

اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اُمُّکَ تمہاری ماں، دوبارہ سوال کیا، پھر کون؟ فرمایا تمہاری ماں، تیسری بار سوال کیا آپ ﷺ نے وہی جواب دیا: تمہاری ماں، جب چوتھی بار سوال کیا پھر آپ ﷺ نے جواب دیا: تمہارا باپ، تین دفعہ ماں کو سب سے زیادہ حسن سلوک کا حقدار قرار دیا، اور چوتھی بار والد کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کیا، وہ حدیث تو زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے کہ آقا محمد ﷺ نے فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

ماں کی حیثیت سے یہ حقوق بیان کیے، بیٹی کی حیثیت سے تو شاید عورت سب

سے زیادہ مظلوم تھی۔ اول تو یہ ہے کہ ایسے سنگدل بھی تھے، جو بیٹی کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے، اللہ اکبر! ہم کہہ رہے کہ ایسے بھی سنگدل تھے جو بیٹی کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے، اور آج ایسے سنگدل بھی ہیں جو بیٹی کو پیدا ہونے سے پہلے ہی قتل کر دیتے ہیں، ہندوستان کے حوالہ سے تو ہم نے ایسی خبریں کثرت سے پڑھیں، بالخصوص راجستان کا علاقہ، چشم دید گواہوں نے بتایا کہ وہاں بورڈ لگے ہوئے ہیں آپ ۵ ہزار کا خرچہ برداشت کر سکتے ہیں یا ۵ لاکھ کا؟ مطلب کیا ہے اگر بیٹی پیدا ہو گئی تو تربیت پر ۵ لاکھ خرچ کرنے پڑیں گے، اور اگر ہونے سے پہلے اسقاط حمل کروا دیا تو ۵ ہزار دینے پڑیں گے، فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

نامعلوم کتنی ہی بیٹیاں ہیں جو آنے سے پہلے ہی قتل کر دی جاتی ہیں، اور ایسا صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ اسلامی ملک میں رہنے والے مسلمان بھی اس سنگدلی کا ارتکاب کر رہے ہیں، اگر ولادت سے قبل الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے پتہ چل جائے کہ بیٹی ہے تو اس کو دنیا میں آنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور ایسے بھی ہیں جو بیٹی کی ولادت پر اسی طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں جس طرز عمل کا مظاہرہ مشرک اور کافر کیا کرتے تھے، ان کے دل گھٹنے لگتے ہیں، چہرے کالے پڑ جاتے ہیں سانس رک جاتی ہے، اور دماغ میں طرح طرح کے فتنے اور سوالات جنم لیتے ہیں: کیا کروں بیٹی کا باپ بننا گوارہ کرلوں یا کسی طریقے سے اس سے جان چھڑالوں؟ تو شاید سب سے مظلوم طبقہ بیٹی کا تھا، سب سے مظلوم رشتہ بیٹی کا تھا، تو جس ماحول میں بیٹی کا وجود قابل نفرت تھا اور اس کی ولادت قابل نفرت سمجھی جاتی تھی تو اس ماحول میں میرے اور آپ کے آقا ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ

جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی بالغ ہونے تک تو وہ قیامت کے دن آئے گا اور میرے ساتھ کندھا ملا کر ایسے کھڑا ہوگا جیسے میرے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں ہیں۔ بہت ساری احادیث ہیں سب کا ذکر نہیں کر رہا ہوں، آقا ﷺ کی اس تعلیم نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ وہ لوگ جو بیٹی کی ولادت پر رویا کرتے تھے، مسکرانے لگے وہ لوگ جو بیٹی کی کفالت کو بوجھ سمجھتے تھے وہ اس کو برکت اور رحمت سمجھنے لگے، اور خود حضور ﷺ نے بھی بیٹیوں کی پرورش کی، اللہ نے عملی طور پر بھی دکھا دیا کہ میرا حبیب صرف تمہیں ہی نہیں فضیلتیں سنا رہا، بیٹی کی تعلیم و تربیت کے بارے میں بلکہ خود بھی بیٹیوں کی تعلیم و ترتیب کا اہتمام کر رہا ہے۔

آپ بیوی کے اعتبار سے دیکھیں: اسلام نے کیا انقلاب برپا کیا؟ ایک تو وہ ماحول تھا جس میں عورت کی چاہت، رضامندی اور خواہش کے بغیر اسے کسی کے بھی حوالہ کر دیا جاتا تھا، گویا کہ ایک بھیڑ بکری ہے چاہے اسے یہاں باندھ دو چاہے وہاں باندھ دو، اللہ کے نبی ﷺ نے اس ماحول میں اعلان کیا کہ بالغ عورت کی شادی اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوسکتی، ایک حدیث میں آتا ہے: ایک خاتون نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے والد نے میرے بھتیجے سے میری مرضی معلوم کیے بغیر میرا نکاح کر دیا، کیا اسلام اس کا کچھ اختیار دیتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہیں اختیار ہے چاہے نکاح کو باقی رکھو یا فسخ کر دو۔ تو حدیث میں الفاظ آتے ہیں: اس خاتون نے کہا: قَدْ أَجَزْتُ مَا فَعَلَ أَبِيْ وَلٰكِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أُعَلِّمَ النِّسَاءَ أَنْ لَيْسَ لِلْأٰبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ میرے باپ نے جو کچھ کیا ہے میں اس کی

اجازت دیتی ہوں میں اس رشتے کو قبول کرتی ہوں، لیکن میں بتانا چاہتی تھی کہ اب اسلام کے آنے بعد عورت مجبور نہیں رہی، اسلام نے اسے اختیار دیا ہے۔

بیوی کے حقوق کے اعتبار سے دیکھیں تو قرآن نے اعلان کیا۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ط

(سورۃ البقرہ 228 پارہ 2)

اے مردو! یہ مت سوچو کے عورتوں پر صرف فرائض ہی فرائض ہیں، حقوق کچھ نہیں، جیسے ان پر کچھ فرائض ہیں، اسی طرح ان کے حقوق بھی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ صرف ان کے فرائض عورتوں کو یاد کراتے رہو، تیرا فرض یہ ہے اور تیرا فرض یہ ہے اور وہ بے چاری آنکھیں بند کر کے تمہاری ہر بات کو مانتی رہے، جیسے ان پر کچھ چیزیں لازم ہیں اسی طریقہ سے ان کے کچھ حقوق بھی ہیں اور ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِهٖ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے اچھا ہے، ایسا نہیں کہ دوستوں کیلئے اچھا ہے، دوسروں کیلئے اچھا ہے، رشتے داروں کیلئے اچھا اور اپنے گھر والوں کیلئے انتہائی سخت، فرمایا کہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے اچھا ہے وَاَنَا خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِیْ اور میں تم سب سے اچھا ہوں اپنے گھر والوں کیلئے۔

آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھے تھے

میرے آقا ﷺ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کیلئے سب سے بہتر تھے، ایسا شوہر نہ ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، ایک ہندو نے کہا کہ لوگ

محمد ﷺ کے تعدد ازواج کو ان کی زندگی کے عیب کے طور پر بیان کرتے ہیں، لیکن مجھے تو اس میں بھی محمد ﷺ کا کمال نظر آتا ہے، اس نے کہا کہ ہم ایک شادی کرتے ہیں، حقوق ادا نہیں کر پاتے اور اگر حقوق ادا کریں تو کچھ اور نہیں کر پاتے۔ وہ انسان کتنا عظیم تھا جس نے گیارہ شادیاں کیں سب کے حقوق بھی ادا کیے ۷۰ اور ۱۰ لاکھ مربع میل کے علاقے میں اسلام کا جھنڈا بھی لہرایا۔ ایک عظیم سلطنت کی بنیاد بھی رکھی، اور لاکھوں شاگرد بھی تیار کر دیے، اور اللہ کی عبادت میں بھی کوئی کمی نہیں آنے دی، اللہ اکبر! یہ جو حقوق اسلام نے بیان کیے، یہ تعلیمات وحقوق جب ہندوستان میں پہنچے تو ہندو مصنفین نے اقرار کیا کہ ہندوستان میں جو عورت کی چتا پرستی کی رسم تھی (شوہر کی نعش کے ساتھ زندہ جلا دینا) وہ کم ہوتے ہوتے ختم ہوگئی۔

اتنی شدت کے ساتھ حقوق بیان کیے، بیٹی کے حقوق، ماں کے حقوق، پھر شوہر کے انتقال کی صورت میں عورت کیلئے دوسری شادی کا حق اتنی شدت سے بیان کیا ہندوؤں تک کو شرم آنے لگی کہ ہم کیا کر رہے ہیں، ایک نوجوان خاتون کو زندہ جل جانے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ کہاں کی تعلیمات ہیں؟ یہ اسلام کی تعلیمات ہیں کہ عورت کو اس کا حق لازماً دیا جائے

یہ جو آزادی نسواں کی تحریک اٹھی انقلاب فرانس کے بعد یا اس کے لگ بھگ اس سے عورت کو حقوق ملے یا اس کے حقوق پامال کیے گئے ؟ آپ ذرا یہ سوچئے.......................!

''تحریک حقوق نسواں'' نے عورت کو اسلام سے زائد کوئی جائز حق نہیں دلوایا

وہ کون سا حق تھا عورت کا جو اسلام نے نہیں دیا اور ''اس تحریک حقوق نسواں''

کے نتیجے میں وہ حق اس کو مل گیا، کونسا حق تھا؟ کوئی ایسا جائز حق نہیں جو اسلام عورت کو اس سے پہلے نہیں دے چکا تھا، اس تحریک نے جو کیا وہ یہ کہ عورت کو گھر سے باہر نکال دیا، عجیب بات تو یہ کہ مصنوعی مظلومیت کا اتنا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ عورت اپنے گھر میں رہے اپنے محل میں رہے، اس کی ساری ضروریات اس کے قدموں میں پیش کی جائیں تاکہ وہ گھر میں رہ کر بچوں کی تربیت کرے تو یہ غلامی ہے، اور اگر وہ رقص وسرور کی محفلوں میں، اسٹیج اور ٹاک شوز میں اور کوٹھے میں طوائف بن کر ہوس ناک مردوں کی پیاس بجھائے تو یہ آزادی ہے، آزادی کو نام دے دیا گیا غلامی کا، اور غلامی کو نام دے دیا گیا آزادی کا۔

خرد کا نام جنون، اور جنون کا نام خرد رکھ دیا
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

آزادی کون سی ہے؟

آپ سوچئے کیا آزاد وہ خاتون ہے، وہ بیٹی، وہ بہن ہے جسے والدین بڑی محبت سے پالتے ہیں اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے ہیں اس کے لیے اچھے رشتے کا انتظام کرتے ہیں اور پھر آنسوؤں کی بارش برساتے ہوئے اسے گھر سے رخصت کرتے ہیں، کیا وہ آزاد عورت ہے یا وہ آزاد عورت جسے ۱۶، ۱۷ سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد والدین دھکا دے کر گھر سے نکال دیتے ہیں کہ جاؤ اپنے لیے رہائش کا بھی انتظام کرو، معاش کا بھی انتظام کرو اور اپنے کسی دوست کا بھی انتظام کرو؟

کیا وہ عورت آزاد ہے جو گھر کی ملکہ بن کر رہتی ہے اور جس کی ضروریات پورا کرنے کیلئے شوہر صبح سے شام تک کولہو کے بیل کی طرح جُتا رہتا ہے یا وہ عورت آزاد

ہے جو صبح ہی صبح گھر سے بھاگ نکلتی ہے، بچوں سے دور رہتی ہے، کہیں اپنا چہرہ بیچتی ہے، کہیں اپنی عزت بیچتی ہے، اور پھر اپنے پیٹ کی آگ بجھاتی ہے، کیا وہ آزاد ہے یا یہ آزاد ہے؟

آج تو اپنی عزت و ناموس بیچنے والیوں کو ایک ورکر سمجھا جاتا ہے گویا کہ وہ کاروبار کررہی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ عزت وناموس بیچنا کوئی غلط کام نہیں، اگر صنعتکار کوئی صنعت وحرفت کا کام کررہا ہے یا مزدور کوئی مزدوری کررہا ہے تو یہ بھی عزت والا پیشہ ہے، اور باقاعدہ اس سے اس پر ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ لعنت ہو اس تہذیب پر جس نے عورت کو مرد کی ناجائز خواہشات پورا کرنے کیلئے کھلونا بنا دیا ہے، لعنت ہو اس تہذیب تمدن پر جس میں ہر رات نئی عورت کے ساتھ رات گزارنا یہ تو گویا ماڈرن ہونے کی علامت ہے، مگر دوسری شادی کرنا ایسا جرم ہے گویا اسے سنگسار کردیا جائے۔ لعنت ہو اس تہذیب وتمدن پر جس نے ہمیں قرآن وحدیث اور سنت رسول ﷺ سے دور کردیا، اللہ ہمیں قرآن کی اور نبی ﷺ کی تعلیمات کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات

تیسری نشست

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

تیسری نشست

- ......رحمت للعالمین ﷺ نے عالم انسانی پر کیا کیا احسانات فرمائے ہیں؟
- ......کیا انسان پیدائشی گناہ گار ہے؟
- ......دین و دنیا کی کشمکش کیسے ختم ہو سکتی ہے؟
- ......کیا سائنس اور دوسرے علوم قرآن سے ٹکراتے ہیں؟
- ......کیا وحی پر ایمان لانے کا مطلب غور و خوض سے نفرت ہے؟
- ......عالمی قیادت کے لیے کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ۚ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۶۴﴾

(سورۃ آل عمران آیت 164 پارہ 4)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡم

قابل صد احترام خواتین وحضرات! گزشتہ دو ماہ سے اسی عنوان پر گفتگو ہو رہی ہے۔ جس عنوان کا آپ کے سامنے ابھی ذکر کیا گیا۔ یعنی تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات۔

امید یہ ہے کہ آج کی نشست اس سلسلے کی آخری نشست ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے

دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں اسلام کی سمجھ عطا فرمائے، اسلام پر زندہ رکھے، اور اسلام پر ہی ہمارا خاتمہ فرمائے۔

میرے بھائیو اور بہنو!

حضور اقدس ﷺ سے پہلے کی دنیا دیکھیں اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کی دنیا دیکھیں تو اس میں زمین وآسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ پہلے انسان تھے جن پر وحی نازل ہوئی۔ آپ سے پہلے انبیاء پر بھی وحی نازل ہوتی رہی۔ اور وہ مختلف کتابیں، صحیفے، مذاہب لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ لیکن جس وقت آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اس وقت لگتا یہ تھا کہ انسان ہر مذہب سے، اخلاق سے اور معاذ اللہ خدا سے باغی ہو چکا ہے۔ اور صرف ایک انسان اور ایک ملک کے باشندوں نے نہیں بلکہ پوری دنیا کے انسانوں نے اجتماعی خودکشی کا ارادہ کرلیا ہے۔

حضور ﷺ کی آمد نے دنیا کو تباہی سے بچایا

چنانچہ اللہ پاک قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

(سورۃ آل عمران 103 پارہ 4)

اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے اللہ نے تمہارے

دلوں میں محبت ڈال دی:

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا

اور تم اللہ کے فضل وکرم سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے:

وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ

اور آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اے انسانو! تم سب نے آگ کے گڑھے پر چھلانگ لگانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

فَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا ؕ

اللہ نے تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا۔ اور ظاہری صورت جو بچاؤ کی ہوئی، وہ یہ کہ اللہ نے حضور اقدس ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

میں سوچتا ہوں اگر حضور ﷺ تشریف نہ لاتے، حضور ﷺ دنیا میں نہ ہوتے تو یہ دنیا کیسی ہوتی؟ شاید آج تک وہی شرک ہوتا، وہی بت پرستی ہوتی، وہی ظلم وستم کا دور دورا ہوتا، وہی ظلم و جفا ہوتا۔ اسی طریقے سے بیٹیوں کو ذبح کیا جا رہا ہوتا، اسی طریقے سے عورت کو میراث سے محروم رکھا جاتا۔ اور مزدوروں کو زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا۔ اور انسانی خون کے نذرانے بتوں پر چڑھائے جاتے، دریاؤں سمندروں اور درختوں پر انسان کو قربان کیا جاتا۔ مگر حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری کے نتیجے میں اس دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔

حضور علیہ السلام کے عالمِ انسانی پر احسانات

عقیدہ توحید جو دنیا میں عام ہوا وہ حضور اقدس ﷺ کی محنت اور برکت سے انسانوں کے درمیان رنگ ونسل، زبان کی بنیاد پر جو اختلافات پائے جاتے تھے۔

اور کسی کی عزت اور ذلت کا معیار اس کا خاندان اور قبیلہ تھا۔ یہ معیار ٹوٹا حضور اقدس ﷺ کی محنت کے نتیجے میں انسان کو احترام ملا، اور ایسا احترام کہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے کسی انسان کو بغیر جرم کے قتل کیا تو وہ ایسا ہے کہ اس نے سارے انسانوں کو قتل کیا ہے۔ اور جس نے کسی ایک کو زندگی بخشی وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے سارے انسانوں کو زندگی بخشی ہے۔ تو انسانیت کو احترام بخشا حضور اقدس ﷺ نے۔ عورت کو بیٹی کی حیثیت سے، ماں کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے پہچانا گیا حضور ﷺ کی محنت کے نتیجے میں۔ یہ آپ کے، چند احسانات ہیں عالم انسانی پر۔ ورنہ آپ کے سارے احسانات کو تو اس مخصوص وقت میں، محدود وقت میں شمار نہیں کیے جاسکتے۔ اور یہ وہ احسانات ہیں جن کا ذکر ہم اس سے پہلے منعقد ہونے والی نشستوں میں کر چکے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے مایوس دلوں میں امید کا چراغ روشن کیا

اسلام کا اور پیغمبر اسلام کا تہذیب وتمدن پر اور انسانوں پر پانچواں احسان یہ ہے کہ آپ نے انسانوں کے بجھے ہوئے مایوس دلوں میں امید کا چراغ جلایا۔ ورنہ آپ سے پہلے بعض مذہبی رہنماؤں نے گناہ گاروں کو اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس کر دیا تھا اور ان کے ذہن میں یہ بات بٹھادی تھی کہ تمہاری بخشش کی کوئی صورت نہیں ہے۔

آپ نے وہ مشہور حدیث سنی ہوگی جس میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک ایسا قاتل، سفاک انسان جو ننانوے قتل کر چکا تھا اسے اپنی آخرت کی اپنی عاقبت کی اور اپنی بخشش کی فکر لاحق ہوئی، اور وہ اس جستجو میں نکلا کہ اللہ کا کوئی ایسا بندہ مل جائے

جو میری توبہ کا ذریعہ بن جائے جو مجھے اللہ کو راضی کرنے کا راستہ بتادے۔ جس مذہبی رہنما کے پاس بھی گیا تو اس نے اس کو مایوس ہی کیا کہ تمہاری بخشش کی کوئی صورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے ایک اور قتل کر کے سو کا ہندسہ پورا کر دیا۔ پھر بھی وہ اس میں لگا رہا تا آنکہ اللہ پاک نے اس کی مغفرت فرمادی۔

مجھے صرف یہ بتانا تھا کہ گناہ گاروں کو یہ باور کرادیا گیا تھا کہ تمہاری مغفرت کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اور عیسائیت نے تو اس سے بڑھ کر یہ کیا اور یہ عقیدہ دیا کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ گناہ گار ہوتا اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والے سارے پیروں کاروں کے لیے کفارہ بنے، سولی پر چڑھ کر۔ ہندوؤں کے اندر ابا گون کا عقیدہ جو پایا جاتا ہے وہ آپ جانتے ہیں تناسخ کا عقیدہ بھی جس کو کہتے ہیں۔ یہ کتے اور بلیاں اور جو دوسری مخلوق نظر آتی ہے ہندوؤں کے اس عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ اپنے پہلے جنم میں انسان تھے لیکن چونکہ انہوں نے گناہ کیے تھے اس لیے دوسرے جنم میں ان کو ہمارے دیوتاؤں نے کتے بلیاں بنادیا، یا کوئی دوسری مخلوق بنادی۔ تو انسان کو اس طرح مجبور کردیا گیا تھا کہ تمہاری مغفرت کی کوئی صورت نہیں ہے حضور اقدس ﷺ نے گناہ گاروں کے دل میں امید کا چراغ جلایا۔ سب سے پہلی بات تو یہ فرمائی کہ کوئی بچہ گناہ گار پیدا نہیں ہوتا۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ معصوم پیدا ہوتا ہے، وہ بے گناہ پیدا ہوتا ہے، وہ پاک صاف پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اپنے والدین کی تربیت کی نتیجہ میں یا اپنی حرکتوں کے نتیجوں میں وہ فاسق، کافر، یہودی، عیسائی بنتا ہے تو یہ بعد میں بنتا ہے ورنہ یہ پیدا

ہوتا ہے تو پاک صاف ہوتا ہے۔اسی طریقے سے یہ بھی بتادیا کہ کسی کو دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے سزا نہیں دی جائے گی۔ایسا نہیں ہے کہ پہلے جنم میں گناہ تو کسی اور نے کیے تھے اور سزا مجھ کو مل جائے۔ایسا نہیں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ

(سورۃ الزمر 7 پارہ 23)

کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ

(سورۃ البقرہ 141 پارہ 1)7

جو امتیں گزر گئیں جو افراد گزر گئے ہیں ان کے کام ان کے اعمال آئیں گے اور تمہارے کام تمہارے اعمال آئیں گے۔

وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

(سورۃ البقرہ 141 پارہ 1)

تم سے سوال نہیں کیا جائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے؟ نہ باپ کو بالغ اولاد کے اعمال کی وجہ سے پکڑا جائے گا۔اور نہ اولاد کو والدین کی غلطیوں کے نتیجے میں سزا دی جائے گی۔

انسان خطا کا پتلا ہے

اور تیسری بات جو فرمائی وہ یہ کہ گناہ کا ہو جانا یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ ہر ایک سے گناہ ہو سکتا ہے کوئی بشر ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ مجھ سے کبھی بھی کوئی کبیرہ وصغیرہ گناہ نہیں ہوا۔ معصوم صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔انبیاء کے علاوہ کوئی

بھی معصوم نہیں ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا:

كُلُّكُمْ خَطَّائُوْنَ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

تم میں سے ہر ایک گناہ گار ہے۔ تم میں سے ہر ایک سے گناہ ہو سکتا ہے اور عربی جاننے والے حضرات جانتے ہیں کہ آپ نے مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا۔ تم میں سے ہر ایک سے بہت گناہ ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک بہت گناہ گار ہے۔

وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

لیکن گناہوں کی وجہ سے گھبرانا نہیں ہے اگر توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمادے گا، اور بہترین گناہ گار وہ ہے جو توبہ کر لیتے ہیں۔

اس طریقے سے اللہ نے فرمایا:

اے میرے حبیب! آپ کہہ دیجیے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

(سورۃ الزمر 53 پارہ 24)

اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے ہیں۔ اے وہ میرے گناہ گار بندو! جن کی زندگیاں گناہوں میں گزریں۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ

(سورۃ الزمر آیت 53 پارہ 24)

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

(سورۃ الزمر آیت 53 پارہ 24)

اللہ تمہارے سارے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے دلوں میں امیدوں کا چراغ جلایا کہ ارے توبہ کرلو، تم کتنے ہی گناہ گار صحیح، جوانی میں توبہ کرلو تو سب سے بہتر ہے۔ لیکن جوانی میں نہ ہو سکے اور بڑھاپا آ گیا تو اب بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اب بھی توبہ کرلو اور اللہ کو سفید بالوں سے حیا آتی ہے۔ وہ بڑھاپے میں بھی تمہاری توبہ قبول کرلے گا۔ ہوسکتا ہے کہ نافرمان اولاد کے لیے اس کے والدین دروازہ بند کردیں، ہوسکتا ہے گندگی میں پڑ جانے والے والدین سے ان کی اولاد نفرت کرنے لگ جائے۔ لیکن اللہ اپنی رحمت کا دروازہ کسی بھی گناہ گار کے لیے بند نہیں کرتا ہے۔ یہ تو حضور اقدس ﷺ نے تعلیم دی کہ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم کتنے ہی گناہ گار صحیح، قاتل صحیح، شرابی صحیح، زانی صحیح، چور ڈاکو صحیح۔

بے نمازی صحیح مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی اس تعلیم نے پتا نہیں کتنے شرابیوں کو، کتنے زانیوں کو، کتنے چوروں، کتنے ڈاکوؤں کو زاہد و پارسا بنادیا ہے، ولی اور قطب بنادیا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ آپ جانتے ہیں ان کا واقعہ سنا ہوگا چوری چکاری میں مبتلا تھے، اور بھی بہت سی حرکتوں میں مبتلا تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شب اپنے گھر سے کسی واردات کے لیے نکلے، چھتیں پھلانگ رہے تھے کہ ایک گھر سے کسی اللہ کے بندے یا بندی کے قرآن پڑھنے کی آواز آئی۔ اور اس نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

مِنَ الْحَقِّ

(سورۃالحدید17،پارہ27)

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر کے سامنے اور اللہ کے قرآن کے سامنے جھک جائیں۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا؟ اللہ اکبر۔۔۔کسی پڑھنے والے نے یہ آیتِ کریمہ اس درد سے پڑھی تھی، کہ حضرت فضیل کے دل پر لگی اور یوں محسوس کیا کہ میرا اللہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ اے فضیل کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تمہارا دل اللہ کے ذکر اور اللہ کے قرآن کے سامنے جھک جائے؟ ابھی وقت نہیں آیا؟ فوراً پکار اٹھے: اے اللہ! وہ وقت آ گیا۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ اور پھر زندگی ایسی بدلی کہ وہی فضیل بن عیاض جو چوری ڈکیتی یا بدکاری میں بدنام تھے اور مشہور تھے۔ اللہ نے ان کو ایسا مقام عطا فرمایا کہ وقت کے بڑے بڑے علماء محدثین ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اور ان سے ملاقات کرنے کے انتظار میں ان کے دروازے پر گھنٹوں کھڑے رہتے۔ آپ سوچیے کتنا بڑا احسان ہے۔ لیکن ایک شخص مجھے مایوس کر دے کہ تم سے گناہ ہو گئے ہیں اس لیے تمہاری بخشش کی کوئی صورت نہیں ہے تو میں کیا کروں گا؟ اور گناہ کرتا چلوں گا، کوئی صورت نہیں تو گویا اب میرے لیے گناہوں کا دروازہ ہی ہے تو اور گناہ اور گناہ۔۔۔۔لیکن قربان جاؤں رحمۃ للعالمین ﷺ کے قدموں کی خاک پر، آپ ﷺ نے فرمایا میں خود بھی استغفار کرتا ہوں، اللہ کا نبی ہونے کے باوجود، معصوم ہونے کے باوجود، مغفور ہونے کے باوجود، اور تمہیں بھی توبہ کی تلقین کرتا ہوں۔ اور خود کتنی توبہ کرتا ہوں؟ آقا ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ بعض اوقات ایک ہی مجلس میں آپ سو سو بار توبہ واستغفار کیا کرتے تھے۔

توبہ کا دروازہ آج بھی کھلا ہے

تو بھائیو! یہ بہت بڑا احسان تھا حضور اقدس ﷺ کا عالمِ انسانی پر اور ہے، تھا نہیں آج بھی احسان ہے اس لیے کہ توبہ کا دروازہ صرف سوا چودہ سو سال پہلے نہیں کھلا تھا، توبہ کا دروازہ آج بھی کھلا ہوا ہے۔ اور قیامت تک کھلا رہے گا۔ اور اللہ پکار پکار کر اپنے گناہ گار بندوں کو کہتے ہیں کہ آؤ توبہ کرلو، آؤ مغفرت طلب کرو۔ اللہ سوال کرتے ہین کہ ہے کوئی بخشش کی طلب کرنے والا میں اس کی بخشش کردوں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ کہ میں اس کی توبہ قبول کرلوں۔ اللہ ہمیں اسی وقت سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اس لیے کہ موت کا کوئی پتا نہیں ہے، نہ مجھے نہ آپ کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب موت آئے گی؟ جب اللہ پاک دل میں ڈالے اسی وقت توبہ کرلینی چاہیے۔ اور یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ پھر گناہ ہوجائے۔۔ ارے پھر توبہ کرلینا، پھر گناہ ہوجائے تو پھر توبہ کرلینا۔ وہ شخص کتنا بے وقوف ہے جسے بھوک لگے تو روٹی نہیں کھاتا۔ کیا فائدہ کہ ہوسکتا ہے کہ پھر بھوک لگ جائے؟ بے وضو ہوجائے تو وضو نہیں کرتا ہوسکتا ہے کہ پھر وضو ٹوٹ جائے۔ ارے پھر وضو کرلینا، پھر کھانا کھالینا: گناہ ہوجائے تو پھر توبہ کرلینا۔

تو بھائیو! توبہ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ تو یہ ایک پانچواں احسان ہے تہذیب وتمدن پر اور عالم انسانی پر اسلام کا اور پیغمبر اسلام ﷺ کا۔

دین ودنیا کا اجتماع

ایک چھٹا احسان اسلام کا اور پیغمبر اسلام کا وہ دین ودنیا کا اجتماع ہے۔

حضور ﷺ کی آمد سے قبل بعض مذاہب کے غلط ترجمانوں نے یہ تصور دیا تھا

کہ یہ دو الگ الگ جہان ہیں۔ دین کا جہان الگ ہے اور دنیا کا جہان الگ ہے۔ یہ دو الگ الگ کشتیاں ہیں۔ آخرت بنانا چاہتے ہو تو دنیا چھوڑنی پڑے گی اور جو دنیا بنانا چاہتا ہو تو آخرت چھوڑنی پڑے گی۔ یہ تصور دیا تھا، گویا کہ دو کشتیوں پر بیک وقت تم سفر نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس تصور کے نتیجے میں رہبانیت کو رواج ملا۔ ترک دنیا کو رواج ملا، جن لوگوں کے دل میں آخرت کا خوف سما گیا اللہ کو راضی کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا، تو ان مذہبی تعلیمات کے نتیجے میں انہوں نے فطرت کے جائز تقاضوں کو بھی دبائے رکھا۔ اور دنیا کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، والدین کو چھوڑ دیا، بیوی بچوں کو چھوڑ دیا۔ دکان وتجارت کو چھوڑ دیا۔ اور جنگلوں، میں غاروں میں جا کر پناہ لے لی۔ بڑی سخت جفاکشی، ریاضت، عبادت، چلّے، اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور اپنے خیال میں وہ اللہ کو راضی کر رہے تھے، اور یہ تصور بھی کہ جتنا زیادہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالیں گے تو اتنا زیادہ اللہ راضی ہوگا۔

چنانچہ کسی نے ساری زندگی شادی نہیں کی، کسی نے شادی کے باوجود بیوی بچوں کو چھوڑ دیا، کسی نے ساری زندگی کوئی مرغن اور لذیذ غذا نہیں کھائی۔ کسی نے ساری زندگی اچھا لباس نہیں پہنا، ساری زندگی خوشبو نہیں لگائی۔ ساری زندگی انتہائی مشقت میں گزاری تا کہ اپنے دیوتاؤں کو اپنے خودساختہ خداؤں کو خوش کر سکیں۔

اسلام نے رہبانیت کی نفی کی

حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو آپ نے بتایا لوگو! اللہ کو خوش کرنے کے لیے اور اپنی آخرت بنانے کے لیے والدین کو، بیوی بچوں کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کاروبار کو تجارت کو، ملازمت دوکان کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم

اس دنیا میں رہتے ہوئے دین بنا سکتے ہو، اپنی آخرت بنا سکتے ہو، اللہ کو راضی کر سکتے ہو۔ اللہ صرف مسجد میں راضی نہیں ہوتا، اللہ کی رضا کو مارکیٹ میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے، اللہ کی رضا کو دکان میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے، اللہ کی رضا کو سیاست میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کی رضا کو ایوان حکومت میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ مسجد میں اللہ کو راضی کرنے والے طریقے اختیار کرنا آسان ہیں، لیکن دکان میں، تجارت میں، مارکیٹ، میں اللہ کو راضی کرنے والے طریقے اختیار کرنا مشکل ہے۔ دو نفل نہیں سو نفل پڑھنا بھی آسان ہے، لیکن تجارت میں سچ بولنا اور امانت و دیانت کا لحاظ کرنا، خیانت سے بچنا، ملاوٹ سے بچنا۔ یہ ہے مشکل کام۔

دیانت دار تاجر کا مقام

جب میں اس حدیث پر غور کرتا ہوں جس حدیث میں ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ سچ بولنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں کے ساتھ ہوگا، صدیقوں کے ساتھ ہوگا، شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ تو تعجب ہوتا ہے کہ اتنا بڑا مقام؟ یہ مقام نمازی کے لیے بیان نہیں فرمایا اور حاجی کے لیے بیان نہیں فرمایا، اور سخی کے لیے بیان نہیں فرمایا اور نفلی روزے رکھنے والے کے لیے نہیں بیان فرمایا۔ بیان کیا دیانت دار تاجر کے لیے۔ تجارت کر رہا ہے، نفع کما رہا ہے، دنیا کما رہا ہے مال جمع کر رہا ہے۔ لیکن اللہ کے نبی ﷺ کیا فرما رہے ہیں کہ اگر سچ بولتا ہے اور دیانت دار ہے تو یہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

دیانت دار تاجر کے مقام کی وجہ

اور جب ہم غور کرتے ہیں تو واقعتاً تجارت میں سچ بولنا اور تجارت میں امانت و دیانت کو تقاضوں کو ملحوظ رکھنا یہ بڑا مشکل ہے۔ جو شخص تجارت میں، دکان میں سچائی کو

،امانت ودیانت کو اپنی پہچان بناتا ہے وہ انبیاء والا عمل کرتا ہے، وہ اس بات کا حق دار ہے کہ قیامت کے دن انبیاء کے قدموں میں بیٹھا ہوا ہو۔ وہ اس بات کا حق دار ہے کہ قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ اس کی شفاعت کریں۔ جو شخص مارکیٹ میں، تجارت میں، دکانداری میں سچائی اور دیانت کو اپنی پہچان بناتا ہے، حقیقت میں وہ اسلام کا چلتا پھرتا داعی و مبلغ ہے۔ نامعلوم اس کی سچائی کتنے لوگوں کو اسلام کی سچائی قبول کرنے پر مجبور کردے گی۔

تو یہ حضور ﷺ نے بتایا کہ لوگو! اللہ کو راضی کرنے کے لیے اہل وعیال سے رشتے داروں سے اور کاروبار دنیا سے لاتعلقی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اچھی غذائیں اور صاف ستھرا لباس چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس دنیا میں رہتے ہوئے والدین کی خدمت کر کے بھی جنت کما سکتے ہو، بیوی بچوں کے حقوق ادا کر کے بھی جنت کما سکتے ہو، صاف ستھرا لباس پہن کر بھی جنت کما سکتے ہو، خوشبو لگا کر بھی جنت کما سکتے ہو، لذیذ غذائیں استعمال کر کے بھی جنت کما سکتے ہو۔ جنت کمانے کے لیے ان چیزوں سے کنارہ کشی اور رہبانیت کو اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسلمان کی ساری زندگی عبادت بن سکتی ہے

یہ حضور کی تعلیم کے نتیجے میں واضح ہوا کہ ایک مسلمان کی ساری زندگی عبادت ہے اور یہ ساری کائنات عبادت گاہ ہے۔ مسجد بھی عبادت گاہ ہے اور گھر بھی عبادت گاہ ہے اور دکان و دفتر بھی عبادت گاہ ہے۔ مسجد کے حجرے میں بیٹھ کر اپنی نظروں کی حفاظت کرنا یہ آسان ہے اور گناہ سے بچنا یہ آسان ہے اور جھوٹ سے بچنا اور خیانت سے بچنا یہ آسان ہے۔ لیکن بازار میں چلتے پھرتے اور مارکیٹ میں رہتے ہوئے نظروں کی

حفاظت کرنا، اور زبان کی حفاظت کرنا، یہ ہے مشکل اور اللہ کو یہ عمل بہت پسند ہے۔

اصل دارومدار نیت پر ہے

حضور اقدس ﷺ نے جو تعلیم دی اس کا حاصل یہ ہے کہ اصل اہمیت نیت کو حاصل ہے۔ نیت صحیح ہو تو دنیا بھی عبادت بن جاتی ہے اور نیت صحیح نہ ہو تو پھر عبادت بھی عبادت نہیں رہتی۔ عبادت تجارت بن جاتی ہے۔ نیت صحیح ہے تو پھر دنیا بھی عبادت ہے اور تجارت بھی عبادت ہے۔ اور نیت میں فطور آ گیا تو پھر عبادت بھی عبادت نہیں رہتی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا کہ وہ سخی جو بے پناہ سخاوت کرتا ہے، اگر نیت میں فطور ہے تو اللہ کے ہاں اس کی سخاوت کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ مجاہد جو قربانی کے جذبہ سے سرشار ہے اور اتنا سرشار ہے کہ اپنا سر بھی اللہ کے دین کے لیے کٹوا دیتا ہے اگر اس کے اندر اخلاص نہیں ہے تو اللہ کے ہاں اس کے سر کٹوانے کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ وہ حافظ، قاری، عالم، وہ مبلغ کہ صبح و شام جس کا اوڑھنا اور بچھونا دین کی دعوت و تبلیغ ہے، قرآن کی تدریس و تفسیر ہے۔ اگر اس کے اندر اخلاص نہیں ہے تو اللہ پاک کے ہاں اس کے اس عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ تو بھائیو! یہ حضور ﷺ کا چھٹا احسان عالمِ انسانی پر دین و دنیا کا اجتماع کہ دنیا بھی دین بن جاتی ہے اور تجارت بھی عبادت بن جاتی ہے جب نیت صحیح ہو۔

علم دین اور غور و فکر میں کوئی ٹکراؤ نہیں

حضور اقدس ﷺ کا اور اسلام کا ساتواں احسان تہذیب وتمدن پر اور سارے عالم انسانی پر وہ یہ کہ حضور ﷺ کی آمد سے قبل ایک جمود سا طاری تھا اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے عقل کو بالکل معطل کر کے رکھ دیا گیا۔ کسی علم کو سیکھنے والے یا کوئی نئی سوچ

نظریہ پیش کرنے والوں کوسزائیں دی جاتی تھیں۔ چنانچہ آپ عیسائیت کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو نا معلوم کتنے حکیموں کو، کتنے ڈاکٹروں کو، کتنے سائنس دانوں کو زندہ جلادیا گیا۔ اور پھانسی کی سزائیں سنائی گئیں، لیکن اسلام نے آکر اور حضور اقدس ﷺ نے آکر یہ بتایا کہ علم دین اور غور وفکر میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے بلکہ اسلام نے بار بار غور وفکر کی تلقین فرمائی:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③

(الرعد:آیت:۳)

اللہ نے فرمایا کہ بے شک اس میں نشانیاں ہیں غور وفکر کرنے والوں کے لیے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایک لمحہ کا غور وفکر کرنا اللہ کی رضا کے لیے ایک لمحہ کا غور وفکر کرنا یہ رات بھر کی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ حضور ﷺ آئے تو آپ نے حصول علم کی ترغیب دی۔ علم سیکھنے کی ترغیب دی۔ آپ اندازہ کیجیے کہ اس ترغیب کی ابتدا ہوئی پہلی وحی سے حالانکہ عرب کے جو حالات تھے اور پوری دنیا کے جو حالات تھے، کفر و شرک کی حکمرانی تھی اور ظلم وستم کا رواج تھا۔ ان حالات کے مطابق وحی کا آغاز توحید سے بھی ہوسکتا تھا، وحی کا آغاز عدل کی تلقین سے بھی ہوسکتا تھا لیکن وحی کا آغاز ہوا تو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① سے ہوا۔ اللہ نے پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم دیا ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① (علق)

اور یہ حکم اس ماحول میں دیا جارہا ہے جس ماحول میں پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ حضرت علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اسلام نے ایسی وحدت قائم کی جو ساری علمی اکائیوں کو مربوط ہے۔ ساری علمی اکائیوں کو مربوط

کردیتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے دوسری زبانیں سیکھنے کا حکم دیا، صنعت وحرفت کو بہترین پیشہ قرار دیا ہے۔ اپنی ہاتھوں کی کمائی کو بہترین پیشہ قرار دیا، قرآن نے غور و فکر کی تلقین کی، تقریباً ساڑھے سات سو آیات مظاہر فطرت کے بارے میں ہیں جن میں غور وفکر کا حکم دیا گیا، آسمانوں میں غور وفکر، زمینوں میں غور وفکر، بادلوں میں غور وفکر، سمندروں میں، دریاؤں میں غور وفکر۔ تو اسلام نے غور وفکر کے دروازے کو کھولا اور ایسے لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو غور وفکر نہیں کرتے اللہ نے فرمایا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾

(سورۃ یوسف: آیت: ۱۰۵)

کتنی ہی آسمان وزمین میں نشانیاں ہیں یہ لوگ ان سے ایسے ہی گزر جاتے ہیں ان میں غور وفکر نہیں کرتے اور ان سے اعراض کرتے ہیں اب یہ ان لوگوں کی مذمت ہے جو نشانیوں کو دیکھتے ہیں، جو قدرت کو دیکھتے ہیں، جو آسمان وزمین کو دیکھتے ہیں، لیکن ان میں غور وفکر نہیں کرتے۔ یہ حضور ﷺ نے بتایا کہ وحی پر ایمان لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غور وفکر سے انسان نفرت کرنا شروع کردے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسلام نے غور وفکر کے اور سائنس کے دروازے کو کھولا ہے اس کو بند نہیں کیا۔

کیا سائنس اور دیگر علوم قرآنِ کریم سے ٹکراتے ہیں

لیکن یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ جو سوال اٹھایا گیا ہے کیا سائنس اور دوسرے علوم یہ قرآن سے ٹکراتے ہیں؟ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یاد رکھیے کہ ہمارے لیے اصل کسوٹی اللہ کی وحی ہے، اللہ کی قرآن ہے۔ جو چیز قرآن

کے موافق ہے ہم اس کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں لیکن جو چیز قرآن سے ٹکراتی ہے ہم اس کو قبول نہیں کرتے۔ ہر چیز کو پرکھا جائے گا وحی کی کسوٹی پر جو اس پر پورا اترے اس کو قبول کریں گے، اور جو اس پر پورا نہ اترے تو اس کو قبول نہیں کریں گے۔ بعض لوگوں کے اندر یہ جو سوچ پائی جاتی ہے کہ وہ شریعت کی بات کو بھی اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ سائنس سے اس کی تائید نہ ہو جائے تو یہ سوچ بالکل غلط ہے۔ یہ احساس کمتری کا نتیجہ ہے کہ ہم شریعت کے احکام کو سائنسی نظریات اور سائنسی افکار اور سائنسی ایجادات پر پرکھنا شروع کر دیں۔ اور بعض لوگوں کی عادت یہ بھی ہے کہ جونہی مغرب سے کوئی نظریہ آتا ہے کوئی سوچ آتی ہے، کوئی سائنسی خیال آتا ہے تو فوراً اس کو قرآن سے ثابت کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ تو قرآن میں بہت پہلے سے موجود ہے۔

قرآن وشریعت اپنی صداقت میں سائنس وغیرہ کے محتاج نہیں

یاد رکھیے! قرآن وشریعت اور وحی اپنی صداقت کے لیے سائنس کے محتاج نہیں ہیں۔ کوئی سائنس دان قرآن وشریعت کے کسی حکم کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ الحمدللہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ سائنس دانوں کے نظریات بدلتے رہے آج بھی بدل رہے ہیں۔ معاذ اللہ! آج ہم نے ان کے کسی نظریے سے متاثر ہو کر اسے قرآن سے ثابت کرنا شروع کر دیا کہ یہ تو قرآن میں پہلے سے موجود ہے اور کل خود سائنس دانوں نے اپنی سوچ کو غلط ثابت کر دیا کہ ہم نے جو پہلے نظریہ پیش کیا تھا وہ غلط ہے۔ اور ایک اور نظریہ پیش کر دیا۔ معاذ اللہ! اس کا یہ مطلب ہوگا کہ قرآن غلط

ثابت ہو گیا۔

مصر کے مشہور عالم علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی تفسیر جواہر القرآن کے نام سے لکھی اس کی ایک جلد کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اصل تو عربی میں تفسیر ہے اور اردو میں بھی ایک جلد کا ترجمہ ہو گیا ہے۔ آپ اگر اس تفسیر کو دیکھیں تو لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ قرآن کی تفسیر ہے بلکہ لگتا ہے کہ یہ کوئی سائنس کی کتاب ہے۔

تو اس حد تک مرغوبیت کہ ہم قرآن کو سائنس کی کتاب بنا دیں اور سائنس دانوں کے نظریات کو قرآن سے ثابت کرنا شروع کر دیں۔

یہ احساس کمتری کا نتیجہ ہے۔ قرآن سچائی کے لیے محتاج نہیں ہے، کسی بھی سائنس دان کی تصدیق وتائید کا۔

حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ اُن کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ جب وہ مصر تشریف لے گئے اور طنطاوی صاحب سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس موقع پر ان کو یہ سمجھایا تھا کہ طنطاوی صاحب! آج آپ جس طنطنہ کے ساتھ اور جس یقین کے ساتھ سائنس دانوں کے نظریات کو قرآن میں ٹھونسنے کی کوشش کر رہے ہیں کل اگر خود سائنس دانوں نے اپنے نظریات کو غلط کہہ دیا تو کیا لوگ یہ نہیں سوچیں گے کہ قرآن کی آیات غلط ثابت ہو گئیں، اللہ کا حکم غلط ثابت ہو گیا۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ سائنس دان اور ڈاکٹر صدیوں کے تجربات اور تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں لیکن اللہ پاک نے ان چیزوں کو بہت پہلے قرآن کریم میں بیان فرما دیا۔ تو جو بدیہی طور پر ثابت ہیں ہم ان کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن قرآن کی ایک ایک آیت کو سائنس کی

کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور سائنس کے ایک ایک نظریے کو معاذ اللہ قرآن سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سائنس وحی نہیں ہے۔ سائنس کا میدان اور ہے، وحی کا میدان اور ہے۔

غیب پر ایمان، مومنین کی پہلی نشانی

یہاں تو پہلی آیت ہے، پہلی تلقین یہ ہے کہ

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔

(سورۃ البقرۃ: ۱۔۲)

جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ پہلا حکم ہے اور ایمان والوں کی پہلی نشانی ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ سائنس دان تو غیب پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ تو صرف اس چیز کو مانتے ہیں جو نظر آتی ہے، جو آنکھوں سے نظر آتی ہے۔ جو چیز ان کو نظر نہیں آتی، حواس سے اس کا ادراک نہیں ہوسکتا اس کو وہ تسلیم نہیں کرتے۔ سائنس دان اللہ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا معاذ اللہ! ہم اللہ کے وجود کا انکار کردیں؟ سائنس دان فرشتوں کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں فرشتے کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ ہم فرشتوں کا انکار کردیں؟ سائنس دان وحی کو نہیں مانتے ان میں سے بعض وحی کو دماغی فطور کہتے ہیں۔ تو کیا ہم وحی کا انکار کردیں۔ سائنس دان عذاب قبر کو نہیں مانتے۔ اور حضور ﷺ کہتے ہیں کہ عذابِ قبر ہے۔ کیا ہم عذابِ قبر کا انکار کردیں؟ سائنس دان جنت و دوزخ کو نہیں مانتے۔ تو کیا ہم جنت و دوزخ کا انکار کردیں؟ سائنس دان تقدیر کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے انسان خود اپنے آپ کو

بنا تا ہے۔ تو کیا ہم تقدیر کا انکار کردیں؟

اسلام کی تبلیغ یا اسلام دشمنی

تو بھائیو! اور بہنو اس حد تک احساس کمتری کہ معاذ اللہ! ہم قرآن کو اور وحی کو اور نبی ﷺ کی سنت کو اور نبی کی شریعت کو سائنس کے تابع کردیں تو یہ سوچ غلط ہے۔ یہ بعض مفکرین اور بعض مبلغین جو ایسی باتیں کرتے ہیں، اور مغرب سے آنے والے ہر نظریے کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو قرآن میں پہلے سے موجود ہے یہ حدیث میں پہلے سے موجود ہے۔ اور کسی نہ کسی طریقے سے توڑ موڑ کر اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ارے واقعی کمال ہے پندرہویں صدی میں ایک نظریہ پیش ہوا اور اسلام نے سوا چودہ سو سال پہلے اس کو بیان کردیا، بعض لوگ بڑے متاثر ہوتے ہیں۔ حقیقت میں یہ طریقہ یہ انداز فکر، یہ اسلام کی تبلیغ نہیں ہے، یہ اسلام دشمنی ہے، یہ اسلام کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔ آپ دیکھیے! دواؤں کو دیکھیں، میڈیکل کی دنیا میں بعض دوائیں آتی ہیں، بڑے دھڑلے سے ان کو پیش کیا جاتا ہے کہ فلاں بیماری کا علاج ہے اور اس کو بڑا مفید بتایا جاتا ہے اور دو چار سال یا آٹھ دس سال کے بعد خود ڈاکٹر کہتے ہیں کہ نہیں ہماری پہلی سوچ غلط تھی یہ دوائی مفید نہیں ہے اور یہ تو انسان کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس سے تو انسان تباہ ہوسکتا ہے، اس کو کینسر ہوسکتا ہے۔ اپنی ہی پیش کردہ تحقیق اور نظریہ کی خود ہی تغلیط کردیتے ہیں، تردید کردیتے ہیں، تو یہ سوچ غلط ہے کہ ہم ان کے ہر نظریے کی قرآن وحدیث سے تائید پیش کرنا شروع کردیں۔

البتہ میں نے عرض کیا کہ جو چیزیں بدیہی طور پر ثابت ہیں ان کو تسلیم کرنے میں

کوئی حرج نہیں۔ مثال کے طور پر سورۂ انبیاء کی ایک ہی جگہ آیات ہیں ان میں کئی حقائق بیان ہوئے ہیں، اگرچہ ان میں بھی کئی آراء ہیں، لیکن بہرحال جو میں پیش کر رہا ہوں یہ بھی ایک رائے ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

(سورۃ الانبیا: ۳۰)

کیا یہ دیکھتے نہیں کہ آسمان و زمین بند تھے۔ بند کا معنی بھی کیا گیا اور جڑے ہوئے۔ فَفَتَقْنٰهُمَا اور ان کو کھول دیا۔

آج یہ مانا جا رہا ہے کہ واقعی سارے سیارے سورج، چاند، ستارے، زمین اور یہ سب جڑے ہوئے تھے اور پھر ان کو کھولا گیا۔ دوسری بات:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ

ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کر دیا۔ گویا کہ قرآن یہ بتاتا ہے کہ جہاں پانی ہوگا وہاں زندگی ہوگی، اور جہاں پانی نہیں وہاں زندگی نہیں۔ آج مانا جا رہا ہے کہ پانی کے بغیر زندگی محال۔ چاند میں سب کچھ ہے لیکن پانی نہیں۔ زندگی نہیں۔ آگے فرمایا:

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۨ

ہم نے زمین پر پہاڑوں کی میخیں رکھ دیں۔ تاکہ زمین حرکت نہ کرے۔

آج تسلیم کیا جا رہا ہے کہ واقعی یہ پہاڑ زمین کو حرکت کرنے سے روکتے ہیں۔

آگے فرمایا:

وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱

(سورہ الانبیاء: ۳۱)

ہم نے زمین میں، پہاڑوں میں راستے رکھ دیے۔آج تسلیم کیا جارہا ہے کہ اللہ نے پہاڑ رکھے ان پہاڑوں میں راستے بھی رکھے ہوئے ہیں مختلف علاقوں میں ملکوں میں آنے جانے کے لیے۔قرآن کی بات سچی ثابت ہو رہی ہے۔

وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۖۚ

(سورۃ الانبیاء 32 پارہ 17)

اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ہے۔

کتنی ہی چیزیں ہیں جو انسانیت کو تباہ کر سکتی ہیں۔آسمان ان کے لیے محفوظ چھت کا کام دے رہا ہے، آج اس کو تسلیم کیا جارہا ہے۔

تو جو حقائق بدیہی طور پر ثابت ہوتے ہیں ان کو تسلیم کرنے میں حرج نہیں۔ لیکن ہر بات کو، قرآن کی ہر سوچ کو، اور قرآن کی ہر فکر کو سائنس کی کسوٹی پر پرکھنا کہ سائنس اگر اس کو صحیح کہے گی تو ہم بھی کہیں گے صحیح اور اگر سائنس غلط کہے گی تو ہم کہیں گے غلط۔یہ سوچ بالکل غلط ہے۔قرآن اپنی صداقت کے لیے سائنس کا اور میڈیکل کا اور کسی دوسرے علم کا محتاج نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے اس امت کو انبیاء کی نیابت کا شرف بخشا

ایک آٹھواں احسان حضور اقدس ﷺ کا اور اسلام کا عالمِ انسانیت پر وہ یہ کہ حضور ﷺ نے صرف ایک فکر پیش نہیں کی، ایک مذہب پیش نہیں کیا، ایک کتاب پیش نہیں کی، بلکہ ایک امت تیار کی ہے۔جس امت کے ذمے یہ لگایا ہے کہ تم نے وہی کام کرنا ہے جو کام میں کرتا ہوں۔اللہ نے فرمایا:

كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(سورہ ال عمران:۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کے لیے نکالا گیا ہے۔
تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اور فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

(سورۃ البقرہ 143 پارہ 2)

یہ قرآن نے بتایا ہے اور خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک ایک جماعت حق پر قائم رہے گی۔ ایک امت، ایک جماعت حق پر قائم رہے گی، کسی کی مخالفت اس کو کوئی نقصان نہیں دے گی۔ اور وہ امت و جماعت وہی کام کرے گی جو میں کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ حضور ﷺ انقلاب لائے اس انقلاب کی حفاظت کے لیے ایک جماعت کی ضرورت تھی، تجربہ یہ ہے کہ اگر کسی انقلاب کی حفاظت کے لیے کوئی جماعت نہ ہو تو آہستہ آہستہ اس انقلاب کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ایک جماعت تیار کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت پھر تابعین نے اس کام کو لیا۔ پھر تبع تابعین نے لیا۔ اور ان سے آج تک یہ سلسلہ منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے، قیامت جب تک قائم نہیں ہو گی کوئی نہ کوئی جماعت، کوئی نہ کوئی امت ایسی رہے گی جو وہی کام کرتی رہے گی جو حضور ﷺ نے کیا۔ حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رستم کے پاس بھیجا۔ تو رستم نے حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟ اور تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا۔

ہم خود نہیں آئے ہیں ہمیں اللہ نے بھیجا ہے۔یعنی ہماری بعثت ہوئی ہے۔ذرا توجہ کیجیے گا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں، میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جیسے اللہ کی طرف سے نبی کی بعثت ہوئی ہے، ایسے ہی امت کی بعثت ہوئی ہے۔اللہ نے جیسے ایک نبی کو اٹھایا، دنیا میں اپنا پیغام پہنچانے کے لیے اسی طرح اللہ نے ایک امت کو بھی اٹھایا ہے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے۔دور اول میں اللہ پاک نے نبی ﷺ کے پیغام کو پہنچانے کے لیے قبول کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو۔ان کو قبول کیا اور انہوں نے اپنے مال لگائے، اپنی جانیں لگائیں، اپنی اولادیں لگائیں، اپنی زندگیاں لگائیں، اپنی صلاحیتیں لگائیں، تاکہ نبی ﷺ کا لایا ہوا دین پوری دنیا میں پھیل جائے۔چنانچہ آپ غور کیجیے کہ حضور اقدس ﷺ کے انتقال کو ابھی صرف ایک سو سال ہوئے تھے اور چاروں براعظم میں توحید کا کلمہ پہنچ چکا تھا۔نہ ہوائی جہاز تھے اور نہ گاڑیاں تھیں، نہ ٹیلی فون تھے، نہ ٹیلی ویژن تھے، نہ انٹرنیٹ تھا اور نہ کوئی ظاہری سہارا مادی سہارا نہیں تھا۔صحابہ کرام پیدل بھی چلے، گھوڑوں پر بھی چلے، اونٹوں پر بھی چلے، گدھوں پر چلے اور کشتیوں پر بھی چلے، بر و بحر میں چلے اور انہوں نے چاروں براعظم میں اسلام کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

آپ دیکھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں افغانستان میں ملتی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں چین میں بھی ملتی ہیں، کہاں کہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلام کا پیغام لے کر پہنچے ہیں۔

اور میرے بھائیو! اور میری بہنو جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کیا ہے، آج یہ ہماری ذمہ داری ہے۔وہی کام کریں جو حضور اقدس ﷺ والا کام تھا۔

میں وہ حدیث سنا رہا تھا کہ رستم نے سوال کیا حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہ

تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

ہمیں اللہ نے بھیجا ہے۔

کیوں بھیجا ہے اللہ نے؟

جواب میں فرمایا کہ ہمیں اللہ نے اس لیے بھیجا ہے کہ تا کہ ہم اللہ کے بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لے جائیں۔ اور تا کہ ہم دنیا کی تنگی سے نکال کر وسعت کی طرف لے جائیں۔ تا کہ لادینوں کے ظلم سے نکال کر انسان کو ہم اسلام کی طرف لے جائیں۔ ہمیں اللہ پاک نے اس مقصد کے لیے بھیجا ہے۔

تو میرے بھائیو! میرے عزیزو اللہ پاک نے صرف حضور ﷺ کو مبعوث نہیں فرمایا بلکہ ایک امت کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔ اور عالمی قیادت کے لیے، عالمی رہنمائی کے لیے ایسی امت کی ضرورت ہے، ایسی قیادت کی ضرورت ہے جس کا سینہ اسلام کے نور سے منور ہو۔ اور جس کا ظاہر اسلامی اخلاق واوصاف سے مزین ہو۔ آج عالم انسانی نہیں عالمی اسلامی بھی ایسی قیادت کی تلاش ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں ایسی قیادت نصیب فرمائے۔ عالم اسلام کو، عالم انسانی کو ایسی قیادت نصیب فرمائے جس کا باطن ایمان کے نور سے منور ہو، جس کا ظاہر اسلامی اخلاق واوصاف سے مزین ہو۔

حضور ﷺ نے عقیدے کے ساتھ ساتھ تہذیب بھی سکھلائی

آخری احسان بیان کر کے بات کو ختم کر رہا ہوں۔ اسلام کا اور حضور اقدس ﷺ کا سارے عالم انسانی پر اور تہذیب وتمدن پر ہمارے محدود موضوع کے مطابق جو آخری احسان ہے، یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ احسانات تو بے شمار ہیں

لیکن ہمارے محدود موضوع کے مطابق جو آخری احسان ہے وہ یہ کہ آپ نے وحدت عقیدہ بھی دیا اور تہذیبی وحدت عطا کی۔ ایک تو یہ کہ سب کا عقیدہ ایک ہو۔ عقیدہ کیا ہے؟ وہی عقیدہ جو ایمان مفصل میں بیان ہوا ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

آپ اگر غور کریں، ایمان مفصل میں جو عقیدہ بیان کیا گیا ہے یہ عقیدہ حقیقت میں سارے مذاہب کا عقیدہ ہے۔ لیکن اس میں تحریف آچکی۔ سارے مذاہب اللہ کو مانتے ہیں، فرشتوں کو مانتے ہیں اور وحی کو مانتے ہیں، نبوت و رسالت کو مانتے ہیں، آخرت کی زندگی کو مانتے ہیں، تقدیر کو مانتے ہیں۔ فرق کیا ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ یہودی نبوت و رسالت تو مانتے ہیں لیکن صرف موسیٰ علیہ السلام کے لیے، عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نہیں مانتے۔ عیسائی نبوت و رسالت تو مانتے ہیں لیکن صرف عیسیٰ علیہ السلام کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے نہیں مانتے۔ یہودی اور عیسائی دونوں اللہ کو مانتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ اللہ کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔

اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق

فرق کیا ہے ہمارے اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں؟ فرق یہ ہے کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ اس اللہ کو مانو جو ایک ہے جو صرف یہودی کا رب نہیں صرف عیسائیوں کا رب نہیں، صرف مسلمانوں کا رب نہیں، بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ ایسے رب کو مانو اور وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠﴿۴﴾

(سورۃ اخلاص)

فرق یہ ہے کہ اسلام کہتا ہے کہ نبوت ورسالت کو مانو، لیکن نبوت ورسالت صرف حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام تک محدود نہ رکھو، اس نبوت ورسالت کو محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی تسلیم کرو۔

فرق یہ ہے کہ اسلام کہتا ہے کہ وحی کو مانو لیکن وحی کو صرف بائبل تک محدود نہ رکھو، بلکہ وحی قرآن کو بھی مانو، قرآن بھی وحی ہے۔ قرآن تو بار بار کہتا ہے کہ میں تو وہ کتاب ہوں جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ان کی تکذیب کرنے والا نہیں ہوں۔ قرآن پہلی تمام کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور حضور ﷺ ساری وحیوں کی اور سارے صحیفوں کی اور سارے نبیوں کی تصدیق فرماتے تھے۔ کسی ایک نبی کا انکار نہیں کیا۔

اور سارے رسولوں کو مان لیں تو دنیا سے اختلافات ختم ہوسکتے ہیں۔ عقیدہ توحید ضروری ہے، اگر دوسرے نہ مانیں تو کم از کم مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ تم سب کا عقیدہ ایک ہو۔

تہذیبی وحدت

اور تہذیبی وحدت یہ بھی حضور ﷺ کا احسان ہے۔ اللہ اکبر! بہت بڑا احسان۔ آپ ذرا غور کیجیے کہ کیسی وحدت قائم کی حضور اقدس ﷺ نے کہ پوری دنیا میں قرآن پڑھا جاتا ہے تو صرف عربی زبان میں، قرآن کا ترجمہ پڑھا جاسکتا ہے، تفسیر پڑھی جاسکتی ہے لیکن قرآن کی تلاوت سوائے عربی کے اور کسی زبان میں نہیں

ہو سکتی۔ اور اسے اللہ کا احسان سمجھیں، حضور ﷺ کا احسان سمجھیں، حضور ﷺ کی محنت کا نتیجہ سمجھیں اور قرآن کے ساتھ مسلمانوں کی محبت سمجھیں کہ بعض اوقات خود عربوں میں اتنے اچھے طریقے سے قرآن پڑھنے والے نہیں پائے جاتے، جیسے عجمیوں میں عمدہ قرآن پڑھنے والے پائے جاتے ہیں۔

بسا اوقات جب حفظ کے، قراءت کے، تلاوت کے، تجوید کے مقابلے ہوتے ہیں تو پاکستان کے بچے الحمدللہ پوری دنیا میں سعودیہ عرب تک کے بچوں میں بھی اول پوزیشن حاصل کرتے ہیں۔

تو پوری دنیا میں قرآن پڑھا جاتا ہے عربی زبان میں۔ نماز پڑھی جاتی ہے تو متعین اوقات میں۔ ساری دنیا میں فجر کا وقت بھی متعین، ظہر کا وقت بھی متعین، اور عصر، مغرب، عشاء کا وقت متعین ہے۔ حالانکہ ہر ملک کی کچھ مجبوریاں ہیں، بہت سے مسلمان جو امریکا میں رہتے ہیں، لندن میں رہتے ہیں، فرانس میں رہتے ہیں، ڈیوٹی اور ملازمت کی مجبوریاں ان کی، لیکن وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے پابند ہیں کہ فجر اسی وقت میں پڑھیں، جس وقت میں پاکستان کے مسلمان پڑھتے ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔ ہر نماز کا وقت متعین۔ پھر عیدین کو دیکھیں کہ پوری دنیا میں مسلمان دو عیدیں کرتے ہیں، ایک رمضان کے بعد عید الفطر اور ایک ذوالحجہ میں عید الاضحیٰ ایک وحدت پائی جاتی ہے پوری دنیا کے مسلمانوں میں۔ اور حج تو ایک مرتبہ ہے ساری زندگی میں اور حج ایک ایسی عبادت ہے اور ایک ایسا عمل ہے کہ وہاں تو تفریق و تقسیم کے اور اختلاف کے سارے بت ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔ کیا گورا، کیا کالا، کیا امیر اور کیا غریب، کیا بادشاہ اور کیا فقیر۔ سب کا ایک ہی لباس، مذاق کے

طور پر کہہ رہا ہوں کہ حد یہ ہے کہ کیا بریلوی، کیا دیوبندی، کیا اہل حدیث کیا مقلد کیا غیر مقلد سب کا ایک ہی لباس۔ اور سب کا ایک ہی نعرہ:

لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ لَبَّیکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ

وہاں کوئی نہیں کہتا کہ یا غوث دستگیر، یا علی، یا مشکل کشا۔ وہاں تو سب یہ کہتے ہیں:

لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ لَبَّیکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ

تیرے سوا کوئی نہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں تیرا بندہ بن کر حاضر ہوں۔ تو سارے بت ہی توڑ دیے، ایک وحدت قائم کر دی۔

نماز کی جماعت میں دیکھیں کہ کیسے صفیں بن رہی ہیں؟ کیسی وحدت قائم کی۔ یہ میرے آقا ﷺ کے احسانات ہیں لوگو! آج چونکہ ہم دن رات ان چیزوں کو استعمال کرتے ہیں۔ ان چیزوں میں رہتے ہیں تو ہمیں احساس نہیں ہوتا کہ یہ بھی کوئی نعمت ہے۔ لیکن وہ جو بات میں نے پہلے کہی تھی ذرا سوچیے حضور ﷺ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ حضور ﷺ نہ ہوتے تو حج کی عبادت نہ ہوتی، احرام نہ ہوتا۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ کے نعرے نہیں لگتے۔ حضور ﷺ نہ ہوتے تو ایک عقیدہ نہ ہوتا۔ حضور ﷺ نہ ہوتے تو جماعت کی صف نہ ہوتی۔ حضور ﷺ نہ ہوتے تو امیر و غریب ایک صف میں کھڑے نہ ہوتے۔ حضور ﷺ نہ ہوتے تو کالے اور گورے کا فرق نہ مٹا ہوتا۔ تو حضور ﷺ نے تہذیبی وحدت قائم فرمائی۔

السلام علیکم کی اہمیت

آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھیں کہ کیسی تہذیبی وحدت نظر آتی ہے پوری

دنیا میں مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں تو ساری دنیا کے مسلمان السلام علیکم کہتے ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ پاکستانی کچھ اور کہیں اور ہندوستانی کچھ اور کہیں اور افریقی کچھ اور کہیں اور امریکی کچھ اور کہیں، سعودی کچھ اور کہیں، نہیں ہمیں حکم یہ ہے کہ جب ملو تو السلام علیکم کہو۔ بڑی کوشش کی جارہی ہے کہ سلام چھوڑ دیں کچھ اور کہنا شروع کر دیں، ہیلو ہیلو ہائے، بائے بائے۔ وغیرہ پتا نہیں کیا، عجیب طوفان بدتمیزی۔لیکن نہیں! ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ ہمیں اسی پر ڈٹے رہنا ہے کہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ہی کہیں گے، نہ ہائے کہیں گے نہ بائے کہیں، نہ ہیلو کہیں، کچھ نہیں کہیں سوائے السلام علیکم کے۔ نہ رام رام، نہ آداب آداب۔کوئی لفظ نہیں جچتا السلام علیکم کے مقابلے میں۔ السلام علیکم کے کہنے سے نیکیاں ملتی ہیں۔آداب آداب کے کہنے سے نیکیاں نہیں ملتیں۔ہیلو ہیلو کہنے سے نیکیاں نہیں ملتیں۔السلام علیکم کہنے سے نیکیاں ملتی ہیں۔ہیلو ہیلو کوئی دعا نہیں ہے اور السلام علیکم ایک بہترین دعا ہے۔اللہ اکبر۔السلام علیکم کا معنی کیا ہے تم پر سلامتی ہو۔ذرا وسعت میں جائیں تو کیا مطلب بنتا ہے اس کا؟ اللہ تمہاری حفاظت کرے اور یہ بہترین دعا ہے۔حفاظت کی دعا، عافیت کی دعا، اللہ تمہاری حفاظت کرے بیماری سے، چوری سے، ڈکیتی سے، حادثہ سے، ایکسیڈنٹ سے، گناہ سے، برائی سے، شر سے، جنوں سے اور عیسائیوں سے، یہودیوں سے، کافروں سے، مشرکوں سے، دشمنوں سے اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے۔ بتایئے! اس سے بہتر دعا اور کیا ہوسکتی ہے؟۔

السلام علیکم سے بہتر کوئی کلمہ کسی قوم کے پاس نہیں

ساری قوموں کے ہاں ایسے الفاظ ملتے ہیں جو باہمی ملاقات کے وقت کہے جاتے ہیں، لیکن آپ غور کر کے اور موازنہ کر کے دیکھ لیں السلام علیکم سے بہتر کلمہ کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔ یہ معاشرتی زندگی میں تہذیبی وحدت ہے، السلام علیکم، یہ میرے آقا ﷺ نے سکھایا۔ ملو تو سلام کیا کرو۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم تو کثرت سے سلام کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم یہاں سلام کرتے اور پردے کے پیچھے چلے جاتے دوبارہ آمنا سامنا ہوتا تو پھر کہتے: السلام علیکم۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ دوسروں کو تو سلام کرتے ہیں لیکن بیوی بچوں کو سلام نہیں کرتے۔ کہتے ہیں شرم آتی ہے۔ یاد رکھیے کہ یہ بھی بے شرمی کی بات ہے اور یہ بالکل غلط بات ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب کے کسی دیہاتی علاقے میں تقریر کی، ایک دیہاتی جو جلسے میں شریک نہیں ہوسکا تھا تو اس نے دوسرے سے پوچھا جو شریک تھا شاہ صاحب نے رات کیا بیان کیا ہے؟ کہتا ہے کہ خاک بیان کیا ہے؟ رات یہ کہہ رہا تھا کہ گھر میں جاؤ تو بیوی بچوں کو بھی سلام کیا کرو۔ ارے! بیوی کو سلام کرنے سے بہتر نہیں ہے کہ ہم ڈوب کر مر جائیں۔ یہ اس کی گویا کہ غیرت کے خلاف ہے بیوی کو سلام کروں السلام علیکم؟؟ یعنی اس کو غیرت کے خلاف سمجھ رہا ہے۔

تو بھائی! ہمیں سلام کا حکم دیا ہے اور آقا نے فرمایا تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ اور فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ آپس میں محبت کیسے پیدا

ہوگی؟ سلام کو عام کرو۔ اجنبی کو بھی سلام اور جان پہچان والوں کو بھی سلام، اسی طریقے سے آپ دیکھیں کوئی نعمت ملتی ہے تو الحمدللہ! پھر ماشاء اللہ! ان شاء اللہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ تہذیبی وحدت ہے اور پوری دنیا کے مسلمان ایسے ہی کرتے ہیں۔ وعدہ کرتے ہیں تو ان شاء اللہ!۔ لیکن ہمیں اللہ معاف فرمائے، ہم میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب کام کرنا نہیں ہوتا تو کہتے ہیں ان شاء اللہ کروں گا۔ جب نہ کرنا ہو تو کہتے ہیں ان شاء اللہ کروں گا اور جب کرنا ہو تو پھر ان شاء اللہ نہیں کہتے۔ ہاں! نہ کرنا ہو تو کہتے ہیں میں نے کہا کہ ان شاء اللہ کروں گا۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ نے چاہا۔۔۔ اور اللہ نے چاہا نہیں۔ یہ غلط سوچ ہے۔

تو بھائی! پوری دنیا کے مسلمان ان شاء اللہ کہتے ہیں۔ اور کسی نعمت کو دیکھیں تو ماشاء اللہ کہتے ہیں۔ کوئی اچھا لگے تو کہتے ہیں ماشاء اللہ۔ یہ پوری دنیا کے مسلمان کہتے ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ ماشاء اللہ کہو گے تو جس کو دیکھو گے اس کو نظر نہیں لگے گی۔ اسی طریقے سے الحمدللہ! کوئی چیز ملے، الحمدللہ!۔۔۔ کچھ گم ہو جائے، نقصان ہو جائے یا کوئی انتقال کر جائے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ گناہ کی دعوت ملے تو لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

یہ تہذیبی وحدت قائم کرنے والے کلمات ہیں۔ الحمدللہ کسی دنیا کے پاس ایسے کلمات نہیں ہیں۔ ان کا کوئی متبادل بھی نہیں ہے۔ ہمارے پاس یہ بھی نعمتیں ہیں اور پھر تہذیبی وحدت کو دیکھیں۔ ناموں کو دیکھیں۔ اللہ اکبر۔۔۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کے نام محمد، احمد، عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالغفار، انس، یونس، یوسف، عیسیٰ، موسیٰ، زکریا یحییٰ۔ اللہ اکبر

پوری دنیا میں مسلمانوں کے نام ایک جیسے۔ حیرت کی بات یہ کہ آپ کو مریم جتنی مسلمانوں کی بیٹیوں کے نام ملیں گے شاید عیسائیوں کی بیٹیوں کے اتنے نام نہ ملیں۔ الحمدللہ میری بیٹی کا نام بھی مریم، نواسی کا نام مریم اور مریم کے معنی خادمۃ الرب، رب کی خادمہ، دین کی خادمہ۔ جس دن وہ پیدا ہوئی تو میں حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں درس دے رہا تھا۔ وہ پیدا ہوگئی تو میں نے کہا کہ مریم ہی نام رکھ دو۔ آج درس بھی یہ اور معنی بھی پیارا۔ عیسیٰ کا نام دیکھ لیں، موسیٰ علیہ السلام کا نام دیکھ لیں۔ اگر مسلمانوں کے دل میں کسی نبی کے لیے بغض ہوتا تو وہ اپنے نام موسیٰ اور عیسیٰ نہ رکھتے۔ لیکن الحمدللہ ہمارے دل میں وسعت ہے اور ہم تمام انبیاء کے ناموں کو زندہ کرتے ہیں۔

تو بھئی! یہ تہذیبی وحدت بتا رہا تھا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے احسان ہیں عقیدہ کی بھی وحدت اور تہذیب کی وحدت ہمیں ملی، اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک اس وحدت کو عام فرمائے، اسی پر ہمیں زندہ رکھے اور اسی پر ہمیں موت عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

دجّالی تہذیب

پہلی نشست

از افادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......وہ کون سا فتنہ ہے جس سے ہر نبی نے اپنی اُمت کو ڈرایا؟
- ......دجال کا تعارف کیا ہے؟
- ......دجالی تہذیب کی خصوصیات کیا ہیں؟
- ......سورۃ کہف کا فتنہ دجال سے کیا تعلق ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿۱﴾

(سورۃ الکھف آیت ۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡم

گرامی قدر حاضرین!

گزشتہ درس کے آخر میں اعلان کیا گیا تھا کہ دجالی تہذیب اور دجالی فتنہ کے حوالے سے آپ کے سامنے گفتگو کی جائے گی، تو اس موضوع پر بیان کرنے کے لیے میں نے علامتی طور پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیت تلاوت کی ہے، ''علامتی طور'' پر اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کیونکہ اصل میں پوری سورۂ کہف کا خلاصہ عرض کرنا مقصود ہے، اس سورہ کو دجالی فتنہ اور دجالی تہذیب کے ساتھ گہری مناسبت ہے لیکن اس مناسبت کو جاننے سے پہلے آپ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ دجال کا فتنہ اتنا بڑا فتنہ

ہوگا کہ چودہ سو سال پہلے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس فتنہ سے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں اس فتنہ سے اپنی امت کو ڈرا رہا ہوں جس سے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا یہاں تک کہ آدمِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس فتنہ سے ڈرایا تھا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر قیامت قائم ہونے تک دجال کے فتنہ سے بڑا فتنہ واقع نہیں ہوا۔

دجّال کی حقیقت

آپ کے ذہن میں لازماً یہ سوال اٹھے گا کہ دجال کا تعارف کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو بات یہ ہے کہ یہ جو لفظ دجّال ہے یہی اس کا سب سے بڑا تعارف ہے، عربی زبان میں دجّال کا معنی ہے: جھوٹا، ملمع ساز، فریبی، جس کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو، جب عرب "دجلت السیف" کہتے ہیں تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ میں نے لوہے کی تلوار پر سونے کا پانی چڑھا دیا، اصل تو تلوار لوہے کی ہے مگر اوپر سونے کا پانی چڑھا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ تلوار سونے سے بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

دجال کا سب سے بڑا تعارف یہ ہے کہ وہ بہت بڑا ملمع ساز اور فریبی ہوگا وہ عالمی حقیقتوں کو بدلنے کی کوشش کرے گا، جھوٹ کے بغیر وہ ایک قدم بھی نہیں چل سکے گا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا، جسے وہ آگ کہے گا وہ حقیقت میں پانی ہوگا اور

جسے وہ پانی کہے گا وہ حقیقت میں آگ ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کے ساتھ جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی ہوگی جسے وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی اور جسے وہ دوزخ کہے گا وہ حقیقت میں جنت ہوگی۔

یورپ کی تہذیب، امریکہ کی تہذیب، عہدِ حاضر کی تہذیب، دجالی تہذیب، اس تہذیب میں وہی کچھ ہو رہا ہے جو کچھ دجال کرے گا، ملمع سازی، جھوٹا پروپیگنڈا، فریب کاری، حقائق کچھ ہوتے ہیں، نام کچھ اور رکھ لیا جاتا ہے، اس تہذیب کے علمبردار دنیا کے سامنے ایک نظریہ پیش کرتے ہیں یا ایک نعرہ لگاتے ہیں، پھر میڈیا کے ذریعے اس کا اتنا پرچار کرتے ہیں کہ بلا سوچے سمجھے ہر شخص کے دل میں اس کی عقیدت اور محبت بیٹھ جاتی ہے، مثال کے طور پر حریت، جمہوریت، انسانی حقوق اور آزادی نسواں، ہر شخص کہتا ہے کہ یہ چیزیں ہونی چاہئیں، کوئی اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ یورپی تہذیب میں ان پرکشش الفاظ کا کیا مفہوم مراد لیا جاتا ہے، ان کے نزدیک حریت کا مطلب مادر پدر آزادی......

جو چاہو کرو......

جیسے چاہو کرو......

جو چاہو لکھو......

جو چاہو چھاپو......

ہر چیز کی آزادی......

حرام کھاؤ یا حلال......

نکاح کرو یا زنا......

مذہب پر تنقید کرو یا قرآن اور حدیث پر، ہر چیز کی آزادی ہے......

سوچئے! کیا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم ایسی آزادی کو برداشت کر سکتے ہیں؟

جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ اکثریت کی رائے معتبر ہوگی، اگر اکثریت ہم جنس پرستی کو جائز کہتی ہے تو ہم جنس پرستی جائز ہوگی۔

انسانی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ جہاں کہیں یورپ والوں کے تجارتی، معاشی اور سیاسی مفادات کو نقصان پہنچ رہا ہو وہاں وہ انسانی حقوق کا نعرہ لگا کر حکومتیں بدل دیتے ہیں، بمباری کر کے تباہی مچا دیتے ہیں، بستیوں کی بستیاں اور شہروں کے شہر ویران کر دیتے ہیں۔

آزادی نسواں کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو گھر سے باہر نکال دیا جائے، اس کی زندگی کا مقصد صرف یہ ہو کہ وہ مرد کا دل لبھائے اور اس کی جنسی پیاس بجھائے، ماں، بہن اور بیٹی کا تقدس ختم ہو جائے۔

آپ خود سوچئے! کہ ان خوبصورت اور پرکشش نعروں کے پیچھے یہ جو زہریلے مقاصد چھپے ہوئے ہیں، اسلام ان کی کہاں اجازت دیتا ہے مگر یہ نعرے ایسے ہیں کہ ہر کوئی لگا رہا ہے، مسلم صحافی اور لیڈر بھی کہہ رہے ہیں کہ ہاں جی جمہوریت کے بغیر ملک نہیں چل سکتا اور یہ کہ عورتوں کو آزادی ملنی چاہیے۔

ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہ سب کچھ دجالی تہذیب کے علمبردار کر رہے ہیں انہوں نے پروپیگنڈا کے زور پر ہمارے ذہنوں میں ان الفاظ کی محبت بٹھا دی ہے، یونہی

بعض الفاظ کی نفرت وہ ہمارے ذہنوں میں بٹھادیتے ہیں جیسے آج کل دہشت گردی کا لفظ ہے، انہوں نے دہشت گردی کا کچھ ایسا مفہوم پیش کیا ہے کہ جہاد کو بھی دہشت گردی بنا کر رکھ دیا ہے، اور بتدریج ایسی فضا بن رہی ہے کہ دین کے سارے تقاضوں پر عمل کرنے والے ہر مسلمان کو دہشت گرد سمجھا جانے لگے گا۔

فانی زندگی سے شدید محبت

اس مادی اور دجالی تہذیب کی دوسری خصوصیت فانی زندگی سے شدید محبت ہے، اس تہذیب سے متاثر ہونے والوں کو دنیا کی زندگی سے عشق ہوجاتا ہے، انکی ساری جدوجہد اسی کے لیے ہوتی ہے، کہاں تو ہمارے آقا ﷺ کا یہ نعرہ کہ:

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے

اسی طرح قرآن کھول کر دیکھیں تو بار بار آخرت کا تذکرہ ہے دنیا کی زندگی کو قرآن کھیل تماشا کہتا ہے اور آخرت کی زندگی حقیقی اور باقی رہنے والی زندگی قرار دیتا ہے، جب کہ مادیت پرستوں کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی کو طویل اور آرام دہ بنانے میں صرف ہوتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ مادی وسائل کی فراوانی اور کثرت کے باوجود دل تاریک ہیں جیسا کہ حضرتِ اقبال نے کہا تھا

یہ عیشِ فراواں یہ حکومت یہ تجارت
دل سینۂ بے نور ہیں محرومِ تسلی
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے
یہ وادیٔ ایمن نہیں شایانِ تجلی

سورۃ کی مناسبت

دجال اور دجالی تہذیب کے اس مختصر تعارف کے بعد یہ سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ سورۃ الکہف کا فتنۂ دجال سے کیا خصوصی تعلق ہے؟ آخر کوئی مناسبت تو ہے جس کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۃ الکہف کو اسی طرح پڑھے گا جس طرح کہ وہ نازل ہوئی ہے تو اس پر دجال قابو نہیں پا سکے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو شخص اس سورۃ کی پہلی دس آیات پڑھے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

انہی روایات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے با توفیق بندے ہر جمعے سورہ کہف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور نیک والدین اپنی اولاد کو اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نتیجہ فکر

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ نے اس سورۃ کے مضامین بیان کرنے کے لیے ''معرکۂ ایمان و مادیت'' کے عنوان سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ میری والدۂ مرحومہ مجھے ہر جمعہ سورۂ کہف پڑھنے کی تلقین کیا کرتی تھیں، وقتاً فوقتاً میرا محاسبہ بھی کرتی رہتی تھیں کہ ان کے حکم پر عمل ہو رہا یا نہیں۔

ہر جمعہ مستقل طور پر پڑھنے سے مجھے یہ سورت زبانی یاد ہوگئی، بعد میں حدیث نبوی ﷺ کے مطالعہ کے دوران مجھے اس بات کا علم ہوا کہ سورۂ کہف کو دجال سے حفاظت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، میں نے دل میں سوچا کہ یقیناً اس سورت میں ایسی

تدبیریں بتائی گئی ہوں گی جو دجال کے فتنہ سے بچا سکتی ہیں، میں اس تعلق کے بارے میں جو اس سورہ کو فتنہ دجال سے ہے غور وفکر کرتا رہا یہاں تک میں نے جان لیا کہ سورت کہف میں اس زہر کا تریاق اور علاج موجود ہے، جو دجال پھیلائے گا اور اس میں ایسی تعلیمات ہیں جو انسان کے ذہن کو دجال کے مقابلہ کے لیے تیار کرتی ہیں، جب اس کے مضامین کے بارے میں غور وفکر کیا تو پتہ چلا کہ اس پوری سورت کا موضوع ''ایمان اور مادیت کی کشمکش'' ہے۔ اس موضوع کی وضاحت کے لیے اس میں چار قصے بیان کیے گئے ہیں، ان قصوں کے ذریعے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسباب ہی سب کچھ نہیں ہیں بلکہ اصل تو مسبب الاسباب ہے۔

اسباب اور مسبب الاسباب

اس میں شک نہیں کہ یہ عالم، عالم اسباب ہے، غلہ اور دوسری نباتات اگانے اور حاصل کرنے کے لیے بیج کو زمین میں کاشت کرنا ضروری ہے۔

کسی چیز کو پکانے کے لیے آگ پر رکھنا ضروری ہے۔

پیاس لگی ہو تو سیراب ہونے کے لیے پانی پینا ضروری ہے۔

جب زہر کھایا جائے گا تو ہلاکت یقینی ہے۔

جب آگ میں چھلانگ لگائی جائے گی تو جلنا لازمی ہے۔

یہ سب اسباب ہیں اور یہ سب اسباب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اثر کرتے ہیں لیکن بعض لوگ ان اسباب میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسباب کے بغیر کوئی نتیجہ ہی برآمد نہیں ہوگا۔ انسان نے اسباب کی غلامی اور پرستش شروع کر دی ہے اس کا خیال ہے کہ اسباب ہی سب کچھ ہیں اور یہ موثر بالذات ہیں، کافروں میں یہی نظریہ مقبول ہو چکا ہے اور اسے انہوں نے ایک عقیدے کی حیثیت دے دی ہے،

یہ نظریہ دجالی تہذیب کی پہچان ہے۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ ان اسباب کے علاوہ ایک غیبی قوت بھی ہے جو نتائج کو اسباب سے جدا کرتی ہے، اگر اس کا حکم ہوا تو اسباب اثر کرتے ہیں ورنہ اسباب اثر نہیں کرتے۔

آگ اسی کے حکم سے جلاتی ہے......

پانی اسی کے حکم سے بجھاتا ہے۔

دانہ اسی کے حکم سے اُگتا ہے۔

بادل اسی کے حکم سے بارش برساتا ہے۔

یہی بات سمجھانے کے لیے اس سورت میں چار قصے بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا قصہ

پہلا قصہ اصحاب کہف کا ہے یعنی ان چھ یا سات نوجوانوں کا قصہ جو اپنا ایمان بچانے کے لیے شہر کی راحت اور سکون والی زندگی چھوڑ کر ایک غار میں چلے گئے تھے۔

اصل میں روم کے کسی شہر میں ایک مشرک اور ظالم بادشاہ تھا جو عوام کو شرک پر مجبور کرتا تھا، اکثر لوگوں نے اس کے ظلم اور سزاؤں سے ڈر کر بت پرستی شروع کر دی لیکن چند باہمت لوگ ڈٹ گئے اور انہوں نے شرک اور بت پرستی سے انکار کر دیا، ان باہمت لوگوں میں سات نوجوان بھی تھے جو کھاتے پیتے گھرانوں اور معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، جب انہیں بت پرستی پر مجبور کیا گیا تو اب ان کے سامنے دو راستے تھے ایک مادیت کا راستہ اور دوسرا روحانیت کا راستہ، ایک

راستہ یہ تھا کہ وہ حکومت کے سامنے سر جھکا دیں اور عزت، دولت، شہرت اور معیار کی بلندی حاصل کرلیں، دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ قربانی دیں اور اپنا ایمان بچالیں، ایک طرف اسباب ووسائل تھے جو حکومت کے قبضے میں تھے......

نہ حکومت کے بغیر انہیں نوکری مل سکتی تھی......

نہ وہ پیٹ بھر سکتے تھے......

نہ سکون اور سلامتی کے ساتھ رہ سکتے تھے......

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین تھا وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ جس پر نظر کرم کرتا ہے اسے رزق بھی عطا کردیتا ہے، اسے تحفظ اور سلامتی بھی حاصل ہوجاتی ہے، سارا زمانہ مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، دونوں پہلوؤں پر غور وفکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ نہیں!

ہمیں ہر صورت میں ایمان بچانا ہے......

اسباب پر نہیں، مسبب الاسباب پر نظر رکھنی ہے......

مادیت کے بجائے روحانیت کو ترجیح دینی ہے......

کچھ بھی ہوجائے ہم شرک کا ارتکاب نہیں کریں گے......

انہوں نے ایمان کو بچانے کا ارادہ کرلیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادے میں پختگی پیدا فرمادی، ان کے ذہن یکسو ہوگئے اور دل بڑا مضبوط ہوگیا، انہوں نے طے کرلیا کچھ بھی ہوجائے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کریں گے، رزق کی خاطر، دولت کی خاطر، عہدوں کی خاطر، خاندان اور قبیلے کی خاطر شرک نہیں کریں گے لیکن اب ان کے سامنے بڑا نازک اور اہم سوال یہ تھا کہ جب زمین تنگ ہوچکی، حکومت

ناراض ہے تو اب ایمان کی حفاظت کیسے کی جائے اور عقیدۂ توحید پر کیسے قائم رہا جائے؟ اس موقع پر ایمان نے ان کی دست گیری کی اور ان کے دل میں یہ یقین پیدا ہوگیا کہ مخالف حالات کے باوجود ایمان کو بچانا کچھ مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، یہاں نہیں تو کسی اور جگہ سہی، اگر شہر میں ہمارے لیے جگہ نہیں تو جنگل اور ویرانہ ہی سہی، اگر آبادیاں ہمیں جگہ دینے کے لیے آمادہ نہیں ہیں تو پہاڑوں کے غار ہی سہی، قرآن کہتا ہے کہ انہوں نے دوٹوک انداز میں فیصلہ کرلیا:

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَأْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯

(سورۃ الکھف:۱۵/۱۶)

ترجمہ: اور جب تم نے ان مشرکوں سے اور جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر، ان سے کنارہ کرہی لیا ہے تو غار میں چل رہو، تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت وسیع کردے گا اور تمہارے کاموں میں آسانی کے سامان مہیا کرے گا۔"

یہ ساتوں نوجوان محض اللہ تعالیٰ کے توکل پر ایمان بچانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہولیا، چلتے چلتے ایک غار تک جا پہنچے، اس غار کو انہوں نے عبادت و ریاضت اور سکونت کے لیے پسند کرلیا ں غار میں انہیں وہ سکون ملا جو بادشاہوں کو محلات میں بھی نہیں ملتا اور کیسے نہ ملتا کہ یہ اللہ کی رضا کی خاطر عیش و عشرت کی زندگی کو ٹھوکر مار کر آئے تھے اور جو لوگ اللہ کے لیے ظاہری اسباب کو چھوڑتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اسباب کے بغیر ہی سکون کی لازوال دولت عطا فرمادیتا ہے، ان نوجوانوں نے غار میں ذکر و عبادت کا سلسلہ جاری رکھا اور جو

زادِراہ ساتھ لائے تھے اس سے گزارہ کرتے رہے، جب وہ باقی نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند مسلط فرمادی پھر وہ دو چار سال نہیں تین سو نو سال سوتے رہے۔

حالات کی تبدیلی

نیند کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی ان کی کروٹ بدلتا رہا تاکہ وہ ایک طرف پڑے پڑے گل سڑ جائیں اور اللہ ہی انہیں سورج کی تپش سے بچاتا رہا، ادھر یہ سکون کی نیند سوتے اور جنت کے مزے لیتے رہے، ادھر روم میں اکھاڑ پچھاڑ جاری رہی، حالات بدلتے رہے، حکمران آتے جاتے رہے، مشرکوں کا اقتدار ختم ہوگیا اور موحدوں کو رب تعالیٰ نے حکومت عطا فرمائی۔

توحید پرست نوجوان نیند سے بیدار ہوئے تو انہیں بھوک نے ستایا، انہوں نے مشورہ کے بعد طے کیا کہ کسی ساتھی کو شہر کی طرف روانہ کیا جائے جو ہماری موجودگی کا راز فاش کیے بغیر وہاں سے لذیذ اور پاک کھانا لے کر آئے، جانے والے کو انہوں نے خوب اچھی طرح سمجھادیا کہ شہر میں جاکر بڑی محبت اور حکمت سے بات کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے ساتھ جھگڑا کر بیٹھو اور پھر تمہارے ساتھ ہم سب بھی پکڑے جائیں، وہ یہ تو جانتے ہی نہ تھے کہ حالات بدل چکے ہیں اور اب ملک پر ہمارے دشمنوں کے بجائے ہمارے دوستوں اور ہم خیالوں کی حکومت قائم ہوچکی ہے۔

یہ نوجوان جب کھانا لینے کے لیے ہوٹل یا دکان پر پہنچا تو اس نے خریداری کے لیے وہ سکے پیش کیے جو تین سو سال پہلے ملک میں رائج تھے اور شہر سے ہجرت کرتے ہوئے یہ لوگ اپنے ساتھ لے گئے تھے، بس ان سکوں نے راز فاش کردیا، ایک

دکان دار نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو بتادیا دیکھتے ہی دیکھتے جمگھٹا لگ گیا، چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، اس نوجوان پر سوالات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی:

کون ہو؟

کہاں سے آئے ہو؟

یہ کرنسی کون سے ملک کی ہے؟

کہیں تم ہمارے دشمنوں کے جاسوس تو نہیں ہو؟

مجبوراً اسے بھی راز فاش کرنا ہی پڑا، اس نے بتادیا کہ میں ان سات نوجوانوں میں سے ایک ہوں، جو تین صدیاں پہلے عقیدۂ توحید کی حفاظت کے لیے ہجرت پر مجبور ہوگئے تھے اور جن کی ہجرت اور راتوں رات روپوشی کی داستان بچے بچے کی زبان پر ہے اور آج بھی مائیں ان کی قربانی کا قصہ سنا کر بچوں کو مادیت کے مقابلے میں ایمان کو ترجیح دینے کی ترغیب دیتی رہتی ہیں...... یہ سارا معاملہ ہوتے ہوتے بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچ گیا اور پورے شہر کو اس نے اپنی طرف متوجہ کرلیا لوگ ان نوجوانوں کی زیارت کے لیے دیوانہ وار جمع ہونے لگے اور امراء اور وزراء کی قیادت میں اس غار کی طرف روانہ ہوگئے جہاں یہ نوجوان روپوش تھے، عجیب منظر تھا کل کے "زیرو آج کے ہیرو" بن گئے تھے، مشرک حکومت جنہیں کچل دینا چاہتی تھی، موحد حکومت کے ذمہ دار انہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کے لیے تیار تھے، یہ حقیقت ہر کسی کی سمجھ میں آرہی تھی کہ آخری فتح ایمان والوں ہی کی ہوتی ہے، بالآخر روحانیت، مادیت پر غالب آکر رہتی ہے، جو ظاہر پرست اور جلد باز ہوتے ہیں وہ دنیا کی چمک دمک دیکھ کر ایمان سے منہ موڑ لیتے ہیں لیکن جنہیں اللہ تعالیٰ

ایمانی نور اور بصیرت عطا فرما دیتا ہے، وہ چڑھتے سورج سے کبھی متاثر نہیں ہوتے وہ ہر حال میں حق کا ساتھ دیتے ہیں، چاہے اس میں ظاہری اعتبار سے کتنی ہی مشکلات اور پریشانیاں نظر کیوں نہ آتی ہوں۔ اصحاب کہف کا قصہ ایسے لوگوں کے لیے اپنے اندر عبرت اور نصیحت کا بہت سارا سامان رکھتا ہے، جو ظاہری چمک دمک دیکھ کر ایمان کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ جن نوجوانوں نے ایمان بچانے کے لیے ظاہری عزت اور وجاہت کو ٹھوکر ماردی تھی عزت اور وجاہت ان کے قدموں پر قربان ہونے کے لیے تیار تھی، کل جنہیں روپوشی کے لیے پورے ملک میں کوئی مکان تک میسر نہ تھا، آج پورا ملک ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔ اپنے حکام اور وزراء کی قیادت میں عوام کا جم غفیر جب اس غار کے دہانے تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ان ساتوں کو غائب کر دیا اور یہ لوگ ان کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکے آج کے درس کو یہیں پر ختم کرتے ہیں، اس سورۃ کے بقیہ مضامین کا خلاصہ انشاء اللہ اگلے درس میں بیان کیا جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

دجّالی تہذیب

دوسری نشست

ازافادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

۞ ......سورۃ کہف میں اللہ تعالیٰ نے کتنے قصے بیان فرمائے؟

۞ ......ان قصوں کا حاصل کیا ہے؟

۞ ......سورۃ کہف کی روح کیا ہے؟

۞ ......شرک فی الاسباب کیا ہیں؟

۞ ......حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کی جدائی اور حقائق کی نقاب کشائی؟

۞ ......دجال کا ظہور کیسے ہوگا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَیۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّحَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ وَّجَعَلۡنَا بَیۡنَهُمَا زَرۡعًا ۳۲

(سورۂ کہف:۱۸/۳۲)

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡم

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز!

گزشتہ درس میں جو کچھ عرض کیا گیا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے دجال کے فتنے سے بہت ڈرایا ہے، آپ نے یہاں تک فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر قیامت تک دجال کے فتنے سے بڑا فتنہ نہ ہوا نہ ہوگا، دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ جو شخص سورہ کہف پڑھنے کا معمول بنالے گا اللہ تعالیٰ دجال کے فتنے سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔ تیسری بات جو عرض کی گئی

وہ یہ تھی کہ فتنۂ دجال کے ساتھ اس سورت کی کیا مناسبت ہے؟ اس نکتے کے حوالے سے اور اس سوال کے حوالے سے عرض کیا گیا کہ حضرت علی میاں صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اصل میں سورۂ کہف کا موضوع مادیت اور ایمان کی کشمکش کو بیان کرنا ہے اور اس موضوع کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں چار قصے بیان فرمائے ہیں یہ چاروں قصے اسی موضوع کے ارد گرد گھومتے ہیں۔ ایمان اور مادیت کا ٹکراؤ اور کشمکش۔

گویا کہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو......

اللہ پر......اللہ کی ذات پر......اللہ کی صفات پر......اللہ کی قدرت پر......غیبی حقائق پر......آخرت پر......تقدیر اور جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہوں گے......اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اسباب......مادیت......دنیا اور مال و دولت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہوں گے......

پہلا قصہ

پہلا قصہ ان سات نوجوانوں کا ہے جنہوں نے ایمان بچانے کے لیے گھر، وطن، شہر، ترغیبات، دولت اور عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑا اور ایک غار میں پناہ لی۔ اور ان کی زندگی کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے غربت کے ساتھ ایمان والی زندگی کو دولت اور عیش و عشرت کے ساتھ کفر والی زندگی پر ترجیح دی اور بالآخر فتح انہی کو حاصل ہوئی، عزت انہی کو ملی۔ تین سو نو سال بعد جب وہ بیدار ہوئے تو حالات بدل چکے تھے اور وہ جو کل جلاوطنی پر یا ہجرت اور ترکِ وطن پر مجبور ہوئے تھے آج ہر گھر میں ان کا چرچا تھا، ہر دل میں ان کی عزت تھی۔

دوسرا قصہ

دوسرا قصہ اللہ پاک نے جو بیان فرمایا: ''وہ دو باغ والوں'' کا قصہ ہے، دو ساتھی تھے ایک امیر اور دوسرا غریب۔ امیر کو اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا کہ وہ دولت ہی کو سب کچھ سمجھنے لگ گیا اور اللہ کو اس نے بھلا دیا، لیکن غریب کے دل میں ایمان کا نور وایمان کا چراغ روشن تھا، فرمایا کہ:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾

(سورۂ کہف: ۳۲/۱۵)

ان میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا کیے تھے جن کے اردگرد کھجور کے درخت تھے اور درمیان میں خالی جگہ پر دوسری کھیتی اور غلہ پیدا ہوتا تھا درمیان سے نہر جاری تھی اور دوسری بھی بہت سی آمدنی تھی اور کاروبار تھا۔

ایک دن اپنے غریب ساتھی کے ساتھ یہ مال دار شخص بات چیت کرتے ہوئے کہنے لگا:

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾

(سورۂ کہف: 34، پ15)

میرے پاس تجھ سے مال بھی زیادہ ہے اور میری جماعت، میری اولاد، قبیلہ وہ بھی تجھ سے زیادہ طاقتور ہے اور اس کی نفری زیادہ ہے:

وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ

(سورۂ کہف: 35، پ15)

اپنے باغ میں داخل ہوا، رونق کو دیکھا، سر سبزی کو دیکھا اور پھل کو دیکھا، اپنی ثروت اور خوشحالی کو دیکھا تو کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہوگی۔

قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ

(سورۂ کہف:36،پ15)

میرا خیال ہے کہ یہ باغ کبھی ختم نہیں ہوگا اور قیامت کبھی قائم نہیں ہوگی۔بس یہی دنیا ہے۔

اکبر بہ عیش کوش کہ جہان دوبارہ نیست

اکبر عیش کرلو دنیا دوبارہ نہیں ہے ایک ہی دفعہ کی زندگی ہے جتنی عیش کر سکتے ہو کرلو۔یہی سوچ اس باغ والے کی تھی......

وَّلَئِنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰى رَبِّىۡ لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا ﴿۳۶﴾

(سورۂ کہف:36،پ15)

اگر بالفرض مجھے رب کی طرف لوٹایا گیا، (ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہر حال وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والا نہیں تھا کیونکہ کہہ رہا ہے کہ اگر مجھے میرے رب کی طرف سے لوٹایا گیا رب کو تسلیم کرتا تھا لیکن دنیا میں مست ہوکر اسباب پر اس کی نظر زیادہ ہوگئی تھی)

اگر مجھے رب کی طرف لوٹایا گیا:

لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا ﴿۳۶﴾

تو مجھے وہاں اس سے زیادہ بہتر چیز ملیں گی۔بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے

ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ جیسے دنیا کی چیزیں خریدی جاتی ہیں اسی طرح جنت بھی روپے پیسے سے خریدی جاسکتی ہے۔

غلط فہمی

ناراض نہ ہوجایئے گا آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ لوگوں کو پیسے دے دلا کر قرآن خوانی کروادو، یہ کردو وہ کردو بس جنت ہماری ہے، مغفرت ہوگئی، مولوی صاحب کو کچھ نذرانہ دے دو، ان کو خوش کردو، پیر صاحب کو خوش کردو، تو جنت ہماری ہے اور باقاعدہ بعض لوگ تو ایسے پیروں وغیرہ سے وعدے لیتے ہیں کہ حضرت دیکھیں! آخرت میں کہیں ہمیں پیچھے نہ چھوڑ جانا، جنت میں لے کر جانا۔ پیر صاحب کو تو خود پتا نہیں ہے کہ جنت میں جاسکیں گے یا نہیں؟ انہوں نے کہاں سے لکھوالیا ہے۔ جو بھی پیر، مولوی، علامہ، شیخ الحدیث قطعی طور پر یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں جنتی ہوں اور تمہیں بھی لے کر جاؤں گا اس بدبخت کی گردن تو سب سے پہلے پکڑی جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے میں نے کب ٹھیکیدار بنایا تھا؟

ایک جعلی پیر کا قصہ

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ ایسے ہی ایک پیر صاحب تھے وہ اپنے مرید کے پاس گئے اس نے یونہی مذاق کے طور پر کہہ دیا کہ ''حضرت! کیا بات ہے؟ آپ بڑے دبلے اور کمزور ہورہے ہیں'' وہ واقعی سنجیدہ ہوگئے کہنے لگے ''تجھے کیا پتا ہے تیری خاطر راتوں کو جاگنا بھی مجھے پڑتا ہے، عبادت وریاضت بھی مجھے کرنی پڑتی ہے تیری نمازیں بھی مجھے پڑھنی پڑتی ہیں اور تو اور تیری خاطر پل صراط پر چلنے کی مشق بھی کرتا ہوں تاکہ وہاں تجھے تکلیف نہ ہو جلدی سے پل صراط پار کرادوں گا اس لیے دبلا پتلا ہوگیا ہوں۔ اس نے کہا واہ......

واہ ... واہ حضرت! آپ اتنا بوجھ اپنے سر پر لیتے ہیں، آیئے میں اپنی زمین کا کچھ حصہ، کوئی پلاٹ آپ کے نام کر دیتا ہوں۔ بڑے خوش ہوئے کہ ایسا مرید تو بہت دنوں بعد ہاتھ آیا ہے جلدی باتوں میں آگیا ہے۔ ساتھ چل پڑے۔ مرید کہنے لگا کہ نہیں حضرت! آپ آگے چلیں میں پیچھے پیچھے چلوں گا...... پیر صاحب اور زیادہ خوش ہو گئے کہ اس کے دل میں میرا ادب واحترام بھی بہت زیادہ ہے۔

زمینیں جیسے دیہاتوں کی ہوتی ہیں کہ بیچ میں تنگ سی پگڈنڈیوں اور پیر صاحب تو ایسی پگڈنڈی پر چلنے کے عادی نہ تھے، ناز ونعمت میں پلے ہوئے، آرام دہ راستوں پر چلنے والے۔ پگڈنڈی پر وہ لڑکھڑانے لگے، کبھی ادھر کبھی اُدھر، اس نے پیچھے سے زور سے ٹھڈا مارا اور کہا...... بدبخت کہتا ہے کہ پل صراط پر چلنے کی پریکٹس کر رہا ہوں، پگڈنڈی پر تو چل نہیں سکتا اور پل صراط پر چلنے کی پریکٹس کر رہا ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جنت کو ایسے ہی خرید لیں گے، معاذ اللہ۔

کبھی کبھی میں ساتھیوں کو سمجھانے اور تنبیہ کرنے کے لیے کہہ دیا کرتا ہوں کہ بھائی اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جنت صرف امیروں کے لیے ہے دنیا میں بھی مزے اور آخرت میں بھی مزے۔ یہاں بھی کچھ نہیں کیا اور آخرت میں بھی کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ حج کر لیا، عمرہ کر لیا، چند طالب علموں کی دعوت کر دی، کچھ پیشہ ور مولویوں کو کھلا دیا، پیر صاحب کو نذرانہ دے دیا اور جنت لے لی۔ کیا عجیب نظام اور اصول اپنی طرف سے وضع کیا ہے۔

اللہ کے نبی تو اپنی لختِ جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہیں کہ ”اے فاطمہ! اے میرے

دل کے ٹکڑے! دنیا میں جو کچھ چاہتی ہو مجھ سے یہاں مانگ لو لیکن آخرت میں مجھ سے نہ مانگنا۔ اے فاطمہ! اس کی تیاری تجھے خود کرنی پڑے گی' اور بعض نے تو یہ روایت بھی لکھی ہے کہ (واللہ اعلم بالصواب) کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں دفن کرنے لگے تو کسی نے جوش میں آکر کہہ دیا اے قبر! ذرا خیال کرنا کتنی بڑی ہستی کو تیرے حوالے کیا جارہا ہے؟

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں......

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ ہیں......

یہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں......

قبر سے آواز آئی کہ یہاں یہ نہیں پوچھا جاتا کہ کس کی بیٹی ہے کس کی ماں اور کس کی بیوی ہے؟ یہاں تو یہ پوچھا جاتا ہے کہ اس کے اعمال کیسے تھے؟ قبر حسب نسب معلوم کرنے کی جگہ نہیں ہے یہ تو ایمان اور اعمال معلوم کرنے کی جگہ ہے۔ کیا لے کر آئے ہو؟ اگر نبی کا بیٹا ہے اور ایمان واعمال نہیں ہیں تو مردود ہے لیکن مشرک کا بیٹا ہے، کافر کا بیٹا ہے مگر ایمان اور اعمال لے کر آیا ہے تو قبول ہے اور وہ اللہ کا محبوب ہے۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ دنیا کو سب کچھ سمجھنے والا وہ شخص اپنے دوست سے کہنے لگا:

اگر بالفرض مجھے اللہ کے سامنے پیش بھی کیا گیا:

وَّلَىِٕنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰى رَبِّىۡ لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا ۝٣٦

(سورۃ کہف 36 پارہ 15)

تو وہاں اس سے بھی زیادہ نعمتیں ملیں گی۔

اس کے دوست نے اس سے کہا:

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿37﴾

(سورۃ کہف 37 پارہ 15)

ارے اس اللہ کا انکار کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفے سے پیدا کیا اور پھر ایک کامل خوبصورت انسان بنا دیا میں تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ

(سورۃ کہف 39 پارہ 15)

ارے میرے دوست! جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تھے تو تم نے یوں کیوں نہ کہا: ''ماشاء اللہ'' جو اللہ چاہے وہ ہوتا ہے جو کچھ مجھے اللہ نے دیا ہے یہ اس نے کرم کیا ہے ''لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' اللہ کے بغیر کسی چیز کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ پیدا ہونے کی طاقت نہیں ہے، پرورش پانے کی طاقت نہیں ہے، رزق کمانے کی طاقت نہیں ہے اور عمل کرنے کی طاقت نہیں ہے، یوں کیوں نہ کہا: ماشاء اللہ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔

سورت کی روح

حضرت علی میاں صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا یہ جو جملہ ہے ماشاء اللہ یہ پوری سورۃ کی روح ہے۔

مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ

جو اللہ چاہے وہ ہوتا ہے اور جو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا

ایک مومن کا یقین یہ ہونا چاہیے اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور میں عرض

بھی کر چکا ہوں کہ اسباب کی مطلقاً نفی نہیں ہے کہ کرے کچھ نہیں اور کہے کہ جو اللہ چاہے وہی ہوگا دکان کھولتا نہیں اور کہتا ہے کہ، اللہ کو منظور ہوگا تو گھر بیٹھے روزی مل جائے گی، ہاتھ پاؤں ہلاتا نہیں اور کہتا ہے کہ جو ملنا ہے وہ ویسے ہی مل جائے گا جو میری قسمت ہے...... نہیں! آپ کی قسمت میں اگر اللہ پاک نے نفع لکھا ہے، روپیہ لکھا ہے، مال لکھا ہے تو اس کے ساتھ اللہ پاک نے آپ کی قسمت میں محنت کرنا بھی لکھا ہے، یہ قسمت سے باہر کی چیز نہیں ہے یہ بھی قسمت کے اندر ہی ہے، تقدیر کے اندر ہی ہے، اللہ پاک کو یہ سوچ پسند نہیں ہے کہ بندہ سوچے کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں بلکہ اس کی سوچ یہ ہونی چاہیے کہ میں اسباب اختیار کروں گا مگر ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا، یہ چیز اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

مبارک جملہ

آپ اندازہ کیجیے اسی سورت میں آیا ہے:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫

(سورۃ کہف: ۱۵/۲۳)

اصل میں ہوا یوں کہ نبی اکرم ﷺ سے بعض مشرکین نے یہودیوں کے کہنے پر چند سوالات کیے ان میں سے ایک سوال اصحابِ کہف کے بارے میں تھا، دوسرا سوال روح کی حقیقت کے بارے میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کل جواب دوں گا اور دل میں یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مجھے مطلع فرمادے گا اور میں کل ان کو جواب دے دوں گا۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ کئی دن تک وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب بڑی باتیں ہوئیں اور اعتراضات ہوئے، یہاں تک کہنے لگے کہ اس کے شیطان

نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اس کے پاس تو شیطان آتا تھا اس نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اس کا خدا اس سے ناراض ہوگیا ہے۔ کئی دن کے بعد جب وحی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آیندہ کبھی ایسے نہیں کہنا کہ میں کل یہ کام کروں گا:

اِلَّآ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ

ساتھ ساتھ یہ ضرور کہنا کہ اگر اللہ چاہے تو کروں گا

اور معاف کیجیے گا کہ ہم نے ان شاء اللہ کو بھی مذاق بنا دیا ہے چونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں اگر اللہ چاہے، ہمارا کام کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا، وعدہ پورا کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ ان شاء اللہ کروں گا زیادہ زور ان شاء اللہ پر دیتے ہیں ''کروں گا'' پر کم۔ ان شاء اللہ...... ان شاء اللہ۔ زور زور سے کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی پوچھے کہ بھئی کیا ہوا آپ تشریف نہیں لائے؟ بس کیا کریں جی اللہ کو منظور ہی نہیں تھا۔ تو ہم نے ان شاء اللہ کا مبارک جملہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ کی مدد بندہ کے ساتھ شامل حال ہوجاتی ہے، ہم نے اس جملے کو وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنے کے لیے ایک آڑ بنالیا ہے۔

تو عرض کررہا تھا کہ یہ سوچ اور جملہ اللہ کو بڑا پسند ہے کہ یوں کہا جائے ''اگر اللہ چاہے گا اور جو اللہ چاہے گا'' ایک دعا میں آپ کو سناتا ہوں وہ دعا ایسی ہے کہ اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے اور اس کی فضیلت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس میں یہ جملہ اور یہ مضمون آیا ہے۔

حضرت ابو درداؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان سے کسی نے کہا حضرت آپ

کے مکان کو آگ لگ گئی انہوں نے فرمایا نہیں لگی ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا......اور واقعی جب تحقیق کی گئی تو پتا چلا کہ محلے میں آگ لگی تھی کئی مکان جل گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے مکان کو بچالیا۔ تو کہا حضرت آپ نے بن دیکھے اتنے یقین کے ساتھ یہ بات کیسے کہہ دی؟ تو فرمایا میں نے اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شام کو یہ دعا پڑھے گا صبح تک اللہ پاک اس کی ہر شر سے حفاظت فرمائے گا اور جو صبح کو پڑھے گا شام تک اللہ پاک ہر قسم کے نقصان سے اس کی حفاظت فرمائے گا اور وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، تیرے اوپر ہی میں توکل کرتا ہوں۔ تو عرشِ عظیم کا رب ہے، جو اللہ چاہے ہوتا ہے اور جو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا نہ میں اللہ کی مدد کے بغیر نیکی کرسکتا ہوں اور نہ برائی سے بچ سکتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ پاک نے ہر چیز کا اپنے علم کے اعتبار سے احاطہ کر رکھا ہے۔''

صرف الفاظ کافی نہیں

لیکن یہ بات یاد رکھیں اس قسم کی دعاؤں میں صرف الفاظ کافی نہیں بلکہ ان کے معنی کو بھی دل میں اتارنا ضروری ہے اور معنی کو ہی زیادہ اہمیت حاصل ہے، بعض ساتھی پوچھتے ہیں کیا وظیفہ پڑھا جائے؟ کیا ورد کیا جائے؟ فلاں مسئلہ ہے، فلاں پریشانی ہے، فلاں بیماری ہے تو جو ساتھی بہت ساری دعائیں اور وظائف یاد نہیں کرسکتے، میں ان کی خدمت میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ہر وہ وظیفہ جو یقین کے

ساتھ، ورد کے ساتھ اور اللہ کی طرف متوجہ ہوکر پڑھو گے وہ ان شاء اللہ موثر اور کار گر ثابت ہوگا لیکن جو وظیفہ بے دھیانی میں پڑھا جائے گا وہ کتنا ہی اچھا وظیفہ کیوں نہ ہو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بس بغیر سوچے سمجھے......

اور بغیر اللہ کی طرف متوجہ ہوئے......

اور بغیر اس کی صفات کا یقین کیے ہوئے......

اور بغیر اس کی محبت دل میں اتارے ہوئے......

اور بغیر اپنی بندگی کو اس کے سامنے ظاہر کیے ہوئے خالی خولی الفاظ پڑھ لیے جائیں تو اثر ہوجاتا ہے...... نہیں میرے بزرگو اور دوستو! بے شک جو مبارک دعائیں ہیں ان کے الفاظ بھی بڑے مبارک ہیں لیکن ان الفاظ کے ساتھ ساتھ دل میں جب یقین ہوگا تو صرف ''اللہ'' بھی کہیں گے تو یہ بھی اثر کرے گا اس سے بڑا وظیفہ اور کون سا ہوسکتا ہے؟

شرک فی الاسباب

تو اس باغ والے سے کہا کہ بھئی تو نے یوں کیوں نہ کہا: ماشاء اللہ یاد رکھیں مادیت اور ایمانی تہذیب میں یہی فرق ہے کہ مادی تہذیب میں وسائل پر اعتماد ہوتا ہے اور روحانی و ایمانی تہذیب میں اللہ تعالیٰ کے ارادے پر اور اس کی طاقت پر اعتماد ہوتا ہے۔ پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے باغ پر آفت آئی اور وہ تباہ و برباد ہوگیا اور ایسے ہوگیا جیسے وہاں کچھ تھا ہی نہیں تو اب کہنے لگا:

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝۴۲

(سورۃ کہف: ۱۵/۴۲)

اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

یاد رکھیں یہ جو کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا تو کیا وہ بتوں کو اللہ کے ساتھ شریک کرتا تھا؟ نہیں بلکہ وہ اسباب کو اللہ کے ساتھ شریک کرتا تھا ''شرک فی الاسباب'' میں ملوث تھا، اسباب کو وہ درجہ دیتا تھا، جو مسبب الاسباب کا ہے، مخلوق کو وہ حیثیت دیتا تھا جو خالق کی ہے، مال و دولت پر اسے اتنا اعتماد تھا جیسے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے۔ یہ شرک تھا جس میں وہ مبتلا تھا۔ امیر تھا آج اللہ پاک نے اس کو فقیر بنا دیا۔ اللہ قادر مطلق ہے وہ جسے چاہے امیر کر دے اور جسے چاہے فقیر کر دے۔

عبرت انگیز واقعہ

میں نے خود ایک بڑا عبرت انگیز واقعہ دیکھا، ہمارے ایک ساتھی ہیں ایک مسجد کے سامنے چادریں پھیلا کر چند کتابیں بیچا کرتے تھے اللہ پاک نے ان کو بڑا نواز دیا، ہوا یہ کہ انہوں نے مختلف دکانوں پر کتابوں کی سپلائی شروع کر دی ان میں سے ایک دکان صدر میں تھی...... میری آنکھوں نے پھر یہ منظر بھی دیکھا کہ وہی دکان انہوں نے لاکھوں میں خریدی اور اس دکان کے مالک کو اپنا ملازم بنا لیا۔ خود مالک ملازم بن گیا اور وہ جو ایک قسم کا ملازم تھا مالک بن گیا۔

دنیا کی مثال

ایسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں لیکن ہم ان سے سبق حاصل نہیں کرتے، ہم یہ سوچتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایسا ہوا ہے میرے ساتھ ایسا نہیں ہوسکتا، اپنے آپ کو ہم بھول جاتے ہیں وگرنہ ہم نے بادشاہوں کو تخت سے اتر کر تختے پر چڑھتے بھی دیکھا اور لاکھوں میں کھیلنے والے ایسے بھی دیکھے ہیں کہ ان کے کفن دفن کا انتظام محلے

میں چندہ مانگ کر کیا گیا ہے، لیکن ہم پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے تو ایسے ہی اس کے ساتھ بھی ہوا کہ وہ جو اسباب کو سب کچھ سمجھ بیٹھا تھا اور دنیا کی زندگی پر اسے بڑا گھمنڈ تھا جب کہ دنیا کی زندگی کے بارے میں اسی سورت میں فرمایا:

ارے! یہ تو ایسے ہے جیسے بارش برستی ہے اور اس سے بڑی خوبصورت، سرسبز نباتات پیدا ہوتی ہیں، پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے اور ہوائیں اس کو اڑاتی پھرتی ہیں:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

(سورۃ کہف 46 پارہ 15)

یہ مال یہ اولاد تو دنیا کی زندگی کی زینت ہے

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ

باقی رہنے والی چیزیں تو صرف نیک اعمال ہیں

جن چیزوں کو ہم فنا ہونے والی سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں باقی رہنے والی ہیں اور جن چیزوں کو ہم نے باقی رہنے والی سمجھ رکھا ہے وہ فانی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ بکری ذبح کی گئی اور اس کا گوشت گھر والوں نے تقسیم کر دیا اور صرف پائے روک لیے۔

حضور تشریف لائے پوچھا کچھ باقی بھی ہے؟ کہنے لگے پائے باقی ہیں، باقی تو سب ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا پائے تو ختم ہو گئے باقی سب باقی ہے جو تم نے اللہ کی راہ میں دے دیا وہ تو سب باقی ہے اور یہ جو ہم کھا جائیں اس کو ختم سمجھو۔

تو دنیا کی زندگی، دنیا کی نعمتیں، دنیا کا مال اور ہماری اولاد یہ سب ختم ہونے والی چیزیں ہیں باقی رہنے والے نیک اعمال ہیں، باقی رہنے والے وہ کام ہیں جو اللہ کی

رضا کے لیے کیے جائیں۔

تیسرا قصہ

تیسرا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ہے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑا موثر و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا حاضرین بڑے متاثر ہوئے، ایک صاحب نے پوچھا: کیا اس وقت دنیا میں آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''نہیں'' اور یہ بات خلافِ حقیقت اور خلافِ واقعہ بھی نہیں تھی اس لیے کہ نبی علیہ السلام اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب نبی تھے، سب سے زیادہ علم آپ کے پاس تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کو جواب کا یہ انداز پسند نہ آیا کہ میری طرف نسبت کیوں نہ کی کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ! تجھ سے بڑا ایک عالم ہے۔

اللہ کے نبی نے پوچھا کہ اے اللہ! وہ عالم اور وہ تیرا بندہ کہاں ہے؟

نشانی بتائی کہ جہاں دو دریاؤں کا سنگم ہوتا ہے وہاں وہ بندہ تمہیں مل جائے گا۔ جس کے پاس وہ علم ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک طویل سفر کر کے وہاں پہنچے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیجیے، تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھلائی کی باتیں آپ کو سکھلائی ہیں میں بھی ان میں سے کچھ سیکھ لوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دوں گا لیکن بات یہ ہے کہ آپ جب میرے ایسے کام دیکھیں گے جو بظاہر آپ کو شریعت کے

خلاف معلوم ہوں گے تو آپ صبر نہیں کرسکیں گے، کیونکہ مجھے جو خاص علم عطا کیا گیا ہے وہ آپ کے پاس نہیں ہے اس لیے آپ خاموش نہیں رہ سکیں گے اور مجھ پر اعتراضات شروع کردیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسے ہی وعدہ کیا جیسے ایک طالب علم وعدہ کرتا ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں صبر کروں گا، خاموشی اختیار کروں گا اور آپ کی نافرمانی بھی نہیں کروں گا۔ چنانچہ ان کا سفر خضر علیہ السلام کے ساتھ شروع ہوا۔

تین واقعات

اس سفر میں تین مواقع ایسے پیش آئے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے اور انہوں نے واضح طور پر اختلافِ رائے ظاہر کیا۔ پہلا موقع وہ تھا جب دونوں حضرات کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی والوں نے انہیں عزت واحترام کے ساتھ کشتی میں جگہ دی اور ان سے کرایہ بھی وصول نہیں کیا، لیکن کچھ ہی دیر گزری تھی کہ خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ توڑ دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا کہ ایک طرف کشتی کے مالک کا اخلاص اور اکرام کا معاملہ یہ ہے کہ اس نے کرایہ تک وصول نہیں کیا دوسری طرف آنجناب نے اس کا صلہ یہ دیا کہ تختہ توڑ کر نہ صرف کشتی کو عیب دار بنا دیا ہے بلکہ اس کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا کردیا ہے، آپ بول اٹھے اور فرمایا:

أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿٧١﴾

(سورۃ کھف: ۷۱/۱۵)

کیا آپ نے اس کو اس لیے پھاڑا ہے تاکہ سواروں کو غرق کردیں

یہ تو آپ نے عجیب کام کیا ہے

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے موسیٰ علیہ السلام نے فوراً معذرت کی کہ میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا، لہٰذا مجھ سے مواخذہ نہ کریں اور میرے ساتھ سختی والا معاملہ نہ کریں۔ کشتی سے اُتر کر دونوں پیدل چلنے لگے، راستے میں کچھ بچے کھیل رہے تھے، حضرت خضر علیہ السلام نے ان میں سے ایک معصوم بچے کو پکڑا اور اس کا سر جسم سے جدا کر دیا...... اللہ کے نبی نے ایک معصوم اور بے گناہ بچے کا خون دیکھا تو خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا اللہ کے بندے! تم نے ایک بے گناہ بچے کا بغیر کسی جرم کے قتل کر کے بہت بری حرکت کی ہے، خضر علیہ السلام نے دوبارہ وہی بات کہی جو پہلے بھی کہہ چکے تھے کہ میں نے کہا تھا ناں کہ تم صبر نہیں کرسکو گے، اب کی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے لیے خود ہی یہ سزا تجویز کر لی کہ بھائی اب اگر میں نے سوال یا اعتراض کیا تو مجھے اپنے سے جدا کر دینا، اب جو سفر شروع ہوا تو دونوں چلتے چلتے ایک بستی میں پہنچ گئے، سخت بھوک لگی ہوئی تھی وہ زمانہ ایسا تھا کہ مسافروں کی مہمان نوازی کی جاتی تھی اور انہیں کھانا کے لیے پریشان نہیں ہونا پڑتا تھا مگر یہاں یہ ہوا کہ انہوں نے بستی والوں کو جب کھانے کا انتظام کرنے کو کہا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، یہ دونوں حضرات واپس آرہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوسیدہ دیوار ہے جو گرنا چاہتی ہے، حضرت خضر علیہ السلام اس کی تعمیر میں لگ گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر بول پڑے اور فرمانے لگے کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں بستی والے تو دو آدمیوں کو کھانا تک دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے اور آپ ان کی گرتی ہوئی دیواریں تعمیر کر رہے ہیں، اگر آپ چاہتے تو ان سے معاوضہ طلب کرتے تا کہ کم از کم کھانے پینے کا تو کوئی انتظام ہو جاتا۔

حضرت موسیٰ وخضر علیہ السلام کی جدائی اور حقائق کی نقاب کشائی

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اب آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے اور جدائی کے بغیر کوئی چارہ نہیں لیکن میں آپ کو ان واقعات کے اصل حقائق کے بارے میں ضرور آگاہ کر دیتا ہوں تا کہ آپ یہ جان لیں کہ یہ دنیا کتنی گہری ہے اور یہاں ظاہر اور باطن میں کتنا اختلاف ہے؟ اس دنیا میں انسان ظاہری آنکھوں سے جو کچھ دیکھتا ہے اور کانوں سے جو کچھ سنتا ہے وہی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ اس کے پردے میں اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے جس میں غور وفکر کرنے سے بڑے عجیب حقائق سامنے آتے ہیں، انسان کی نظر بسا اوقات ظاہر اور پردے ہی میں الجھ کر رہ جاتی ہے اور پردے کے پیچھے جو کچھ ہوتا ہے اس کی طرف اس کی توجہ نہیں جاتی اس دنیا میں جو واقعات پیش آتے ہیں انسان ان واقعات کی ظاہری سطح پر نظر رکھتا ہے لیکن ان واقعات میں جو گہری حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں وہ اس کی نظر سے اوجھل رہتی ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جو کشتی کو توڑا تھا تو اس لیے کہ کیونکہ آگے ایک ظالم بادشاہ کے کارندے کھڑے تھے اور وہ ہر ایسی کشتی کو اپنے قبضے میں لے رہے تھے جو صحیح سالم تھی میں نے سوچا اس کشتی کے مالک چند مساکین اور غریب لوگ ہیں اور وہ اس کے ذریعہ اپنی روزی کماتے ہیں، اگر ان سے یہ کشتی چھن گئی تو یہ بے روزگار ہو جائیں گے اور ان کے گھر فاقے پڑنے لگیں گے چنانچہ جب میں نے ان کا ایک تختہ توڑ دیا تو بادشاہ نے اسے عیب دار سمجھ کر جانے دیا، اگر میں ایسا نہ کرتا تو اب تک یہ مساکین روزی کمانے کے اس ظاہری وسیلے سے محروم ہو چکے ہوتے۔

آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے بھی ایسے تماشے ہوتے

رہتے ہیں خاص طور پر جب وزیر اعظم، صدر یا وزیر اعلیٰ کے استقبال کے لیے ادھر ادھر سے گاڑیاں پکڑ کر ان میں زبردستی عوام کو بھر کر ائیر پورٹ پر یا جلسہ گاہ میں لے جایا جاتا ہے تو بعض سمجھدار قسم کے ڈرائیور خود اپنی گاڑیوں میں کوئی ایسی خرابی پیدا کر دیتے ہیں تاکہ پولیس والے اسے بے کار سمجھ کر چھوڑ دیں، یونہی حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کو ظالم بادشاہ کی دسترس سے بچانے کے لیے اس میں خرابی پیدا کر دی۔

جہاں تک معصوم بچے کا تعلق ہے تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے لیے بڑا فتنہ بننے والا تھا اور ہو سکتا تھا کہ وہ انکو بھی کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا کیونکہ بعض اوقات والدین اولاد کی محبت میں آکر کفر اور فسق کا ارتکاب کر لیتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ بچے کا خون دیکھ کر اس سے محروم ہو کر اس کے والدین کو رونا پڑا لیکن یہ رونا چند دن کا تھا اور اگر وہ زندہ رہتا تھا تو وہ انہیں زندگی بھر رُلاتا اور اگر وہ اس کی محبت میں آکر کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے تو ان کی آخرت تو یقیناً رونے دھونے اور آہ و بکا میں گزرتی مگر انہیں دنیا میں بھی حقیقی سکون میسر نہ آسکتا، علاوہ ازیں سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ اولاد کا بدل تو ممکن ہے مگر ایمان کا بدل کوئی چیز نہیں ہو سکتی، بعض روایات میں آتا ہے کہ اس لڑکے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے انہیں انتہائی نیک بیٹی عطا کی جو آگے چل کر نبی کی بیوی بنی اور بعض تفسیروں میں ہے کہ اسے نبی کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔

باقی رہی وہ شکستہ اور بوسیدہ دیوار جس کی میں نے درستگی کر دی تو وہ دیوار دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا، ان بچوں کا والد بڑا نیک انسان تھا، اللہ کو یہ منظور نہ تھا کہ یہ دیوار گر جائے اور چور اچکے خزانہ لوٹ کر لے جائیں اور

یہ بے چارے بے یارو مددگار ٹھوکریں کھاتے پھریں، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بچوں کے جوان ہونے تک یہ خزانہ محفوظ رہے اور ایک نیک انسان کی اولاد کو کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

انسانی عقل کی نارسائی

جیسے ان تین واقعات میں اللہ پاک کی حکمتیں پوشیدہ تھیں یونہی اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے لیکن انسان کی عقل اس کے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے، انسان اگرچہ بڑے بڑے دعوے کرتا ہے اور اسے اپنے علم، اپنی عقل اور اپنی تحقیقات پر بڑا ناز ہے، اس کا خیال ہے کہ میں بہت ترقی کر چکا ہوں، چاند اور ستاروں تک میرے قدم جا پہنچے ہیں، میں نے دنیا کا کونہ کونہ کھنگال ڈالا ہے اور آگ، پانی، ہوا کو میں نے قابو میں کر لیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کل کی طرح آج بھی انسان بہت ضعیف ہے......

اس کا علم محدود ہے......

اس کی عقل ناقص ہے......

اس کا مشاہدہ کمزور ہے......

وہ حقیقت تک پہنچنے اور صحیح فیصلہ کرنے میں اکثر غلطی کر جاتا ہے۔

سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ سمجھ بیٹھتا ہے......

دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست تصور کر لیتا ہے......

کتنے ہی ایسے کام ہوتے ہیں جن میں سراسر نقصان ہوتا ہے مگر وہ انہیں اپنے

لیے فائدہ مند سمجھتا ہے اور کتنے ہی فائدے والے کام ہوتے ہی جنہیں وہ نقصان دہ سمجھتا ہے، جس بچے کی ولادت پر وہ خوشیاں منا رہا ہوتا ہے اسے کیا معلوم کہ یہ بڑا ہو کر مجھ سے ساری خوشیاں چھین لے گا اور میری زندگی جہنم کا نمونہ بنا دے گا اور جس عزیز کی جدائی پر وہ ماتم کر رہا ہوتا ہے اسے کیا خبر کہ اس کی جدائی میں خود اس کے لیے بھی اور جدا ہونے والے کے لیے بھی کتنی بڑی خیر پوشیدہ ہے، ایک بڑی کمزوری انسان میں یہ ہے کہ وہ مستقبل کے بارے میں نہیں جانتا کہ آگے چل کر کیا ہونے والا ہے؟

اس نے جو شادی کی ہے وہ کامیاب ہوگی یا ناکام؟

اس نے جس شخص پر اعتماد کیا ہے وہ آگے چل کر کیسا ثابت ہوگا؟

اس نے جو کاروبار شروع کیا ہے اس کے کیا نتائج نکلیں گے؟

اس کی اولاد کا رویہ جوان ہونے کے بعد کیسا ہوگا؟

اس نے جو بیج بویا وہ بارآور ہوگا یا نہیں اور خود اس کی اپنی زندگی اور صحت وفا کرے گی یا نہیں؟

ان میں سے کسی سوال کا دوٹوک جواب اس کے پاس نہیں، پھر ایک نمایاں کمزوری انسان میں یہ بھی ہے کہ اس کے اکثر فیصلے وقتی، جذباتی اور اپنی خواہشات کے تحت ہوتے ہیں۔

وہ یہ چاہتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہو وہ میری مرضی کے مطابق ہو بالخصوص جو مادیت پرست انسان ہے وہ تو کائنات کے سارے نظام کو اپنی خواہشات کے تابع دیکھنا چاہتا ہے، لیکن جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایمانی بصیرت عطا کی ہے وہ اللہ

کے فیصلوں پر راضی رہتا ہے، اسے یقین ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے حکم سے اور اس کی حکمت کے مطابق ہو رہا ہے، وہ جانتا ہے کہ زندگی اور کائنات صرف وہ نہیں ہے جو ظاہر میں نظر آتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے، یہ تو ایک گہرا سمندر ہے اس کی تہہ تک انسان کی نظر نہیں پہنچ سکتی بلکہ اس کی حقیقت اور گہرائی تک صرف اسے پیدا کرنے والے اللہ ہی کی نظر پہنچ سکتی ہے۔

چوتھا قصہ

سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے چوتھا قصہ ذوالقرنین کا بیان کیا ہے، یہ وہ شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح سے نوازا تھا، ایک طرف اس کا اقتدار بہت وسیع اور اسے ہر قسم کے مادی وسائل میسر تھے تو دوسری طرف وہ خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار تھا، اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت اور طاقت کو ظالم اور جابر بادشاہوں اور فسادی قوموں کو کچلنے کے لیے استعمال کیا۔

مفسرین کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ ذوالقرنین سے مراد کون ہے؟ بعض حضرات سکندر یونانی کو ذوالقرنین قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کی حکومت پوری دنیا پر رہی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ قرآن نے ذوالقرنین کی جو صفات بیان کی ہیں وہ سکندر یونانی میں نہیں پائی جاتیں، قرآن کا ذوالقرنین مومن تھا، نیک تھا، عدل و انصاف کا علمبردار تھا، مخلوق پر بڑا رحم دل تھا، جب کہ سکندرِ یونانی اگرچہ بہت بڑا فاتح تھا لیکن نہ تو وہ مومن تھا اور نہ ہی عدل وانصاف کرنے والا تھا، وہ جس علاقے کو فتح کرتا تھا وہاں کے باشندوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا۔ ذوالقرنین کے بارے میں اور بھی کئی اقوال ہماری تفسیروں میں مذکور ہیں، اور اگر متعین طور پر

پتا نہ بھی چلے کہ اس سے مراد کون سا بادشاہ ہے، سکندر ہے یا کہ خسرو ہے یا کوئی دوسرا ہے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔

قرآن کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے جو بعض افراد اور شخصیات اور ان کے حالات اور نسب ناموں کی تحقیق کرتا پھرے، قرآن تو ہدایت کی کتاب ہے یہ کسی شخصیت کا اتنا ہی تذکرہ کافی سمجھتا ہے، جس سے قرآن پڑھنے والوں کو ہدایت مل سکتی ہے، قرآن بتاتا ہے کہ وہ مومن اور نیک بادشاہ تھا اللہ نے اسے ہر قسم کے وسائل اور اسباب دیے تھے، اس کی فتوحات کا دائرہ مشرق سے مغرب تک وسیع تھا وہ ایک طرف پیش قدمی کرتا ہوا مشرق کے آخری کنارے تک پہنچ گیا اور دوسری طرف چلتا ہوا مغرب کے آخری کنارے تک چلا گیا۔

یاجوج ماجوج

اپنی فتوحات کے زمانہ میں اس کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو دو پہاڑوں کے درمیان آباد تھی، اس قوم نے ذوالقرنین سے درخواست کی کہ یہاں پہاڑ کی اوٹ میں ایک وحشی اور جنگی قوم ''یاجوج ماجوج'' نام کی آباد ہے جو بڑی فسادی اور ظالم قوم ہے اور اپنے حملوں کے ذریعے ہمیشہ ہمیں پریشان رکھتی ہے اگر آپ کوئی پشتہ یا دیوار ایسی بنا دیں جو ہمیں یاجوج ماجوج کے حملوں سے محفوظ کر دے تو ہم آپ کے احسان مند ہوں گے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مالی تعاون کی بھی پیش کی، آپ نے فرمایا مجھے تمہارے مالی تعاون کی تو ضرورت نہیں البتہ تم اپنے زور بازو سے میری مدد کرو تو میں یہ دیوار بنا دیتا ہوں چنانچہ انہوں نے لوہے کی مضبوط چادریں کھڑی کر کے ان میں پگھلا ہوا تانبا ڈال کر ایسی مضبوط دیوار بنا دی جسے

یا جوج ماجوج پار نہیں کر سکتے تھے، یہ دیوار جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گی اور کوئی بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو یہ دیوار ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

دجال کا ظہور

ذوالقرنین بڑے وسیع اقتدار کا مالک تھا، وہ ایسا بادشاہ تھا کہ اس لیے کہ مادی وسائل واسباب بھی مہیا تھے لیکن اس کے باوجود کبھی فخر اور غرور کا شکار نہیں ہوا، وہ اپنی طاقت، اپنی دولت اور اپنے اقتدار کو اللہ کی رحمت اور اس کا فضل ہی سمجھتا رہا۔ عظیم الشان اور تاریخی دیوار تعمیر کرنے کے بعد بھی اس نے یہی کہا تھا کہ:

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾

(سورۃ کھف:۱۶/۹۸)

ترجمہ: یہ جو کچھ ہوا یہ میرے رب کی رحمت اور مہربانی ہے جب میرے رب کے وعدے کا وقت آجائے گا وہ اسے ڈھا کر ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچ ہے۔"

لیکن دوسری طرف روحانیت کا انکار کرنے والے اور مادیت کی پرستش کرنے والے جو بادشاہ اور افراد ہوتے ہیں وہ اپنے کارناموں کو اپنی ذہانت اور قوتِ بازو کا نتیجہ سمجھتے ہیں، مادیت کی پرستش کی زندہ مثال مغربی تہذیب ہے جس میں مادے کو خدا کا درجہ دے دیا گیا ہے، اس تہذیب میں مادیت ہی سب کچھ ہے، روحانیت ان کے نظریے اور زندگی سے خارج ہو چکی ہے، اس مادی تہذیب کے عروج کا دور

وہ ہوگا جب دجال ظاہر ہوگا لیکن اس کے ظہور کے ساتھ ہی اس تہذیب کا زوال بھی شروع ہو جائے گا، دجال آخری زمانے کا سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی مصیبت ہوگا، اس کے فتنے سے کوئی گھرانہ، کوئی خاندان، کوئی مرد اور کوئی عورت محفوظ نہیں رہے گی، عورتیں شترِ بے مہار ہو جائیں گی اور ان پر کنٹرول رکھنا مشکل ہو جائے گا، دجال کی پیروی کرنے میں عورتیں پیش پیش ہوں گی۔

جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ دجال تو جب آئے گا سو آئے گا لیکن دجالی تہذیب تو ہمارے سامنے ساری خطرناکیوں اور خطرات کے ساتھ آچکی ہے اور اس تہذیب کے علمبردار بھی وہی کچھ کر رہے ہیں جو دجال کرے گا......

روحانیت کا انکار ہے......

مادیت کی پرستش ہے......

فتنہ وفساد ہے......

خدائی کے دعوے ہیں......

دنیا کا کوئی گوشہ ان کے شر سے خالی نہیں ہے......

اس کے چہرے پر صاف طور پر ''کافر'' لکھا ہوا ہے......

جسے اللہ نے ایمان کا نور دیا ہے، وہ ان کے کفر کو اور ان کے ماتھے پر کافر کے عنوان کو صاف طور پر پڑھ سکتا ہے، ان حالات میں جب کہ اسلامی ممالک بھی اس دجالی تہذیب کے اثرات سے محفوظ نہیں رہے اور ہر شہر اور ہر ملک میں مادی تہذیب کو پھیلانے کی سرتوڑ کوشش کی جارہی ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ایمان کی سلامتی میں اور زیادہ فکرمند ہو جائیں، اس دنیا کی زندگی اور اس کی نعمتوں ہی کو سب

کچھ نہ سمجھیں بلکہ اپنی نظر اللہ پر اور آخرت پر رکھیں، جو عمل کریں وہ اللہ کی رضا کے لیے کریں اور آخرت کی تیاری سے کسی صورت بھی غافل نہ ہوں، نہ اسباب کو موثر بالذات سمجھ کر شرک کا ارتکاب کریں اور نہ دنیا والوں کو خوش کرنے کو مقصد بنا کر شرک کریں، اللہ تعالیٰ نے بھی سورۂ کہف کو اسی دعوت پر ختم کیا ہے اور گویا آخری الفاظ میں پوری سورت کا خلاصہ بیان کر دیا ہے، فرمایا:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

(سورۃ کہف: ۱۸/ ۱۱۰)

جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرے

اللہ تعالیٰ دجال اور دجالی تہذیب کے فتنہ سے ہماری حفاظت فرمائے، ہمیں ایمان پر زندہ رکھے اور ایمان پر ہی موت عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جادو ٹونے اور ٹوٹکے کی حقیقت

پہلی نشست

ازافادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

پہلی نشست

- جنات، موکلات اور جادو...... حقیقت ہے یا افسانہ!
- کیا جادو شکن عاملوں اور بابوں کے پاس جانا جائز ہے؟
- کیا آیات قرآنیہ گھول کر پی سکتے ہیں؟
- کفار کو جنات کیوں تنگ نہیں کرتے؟
- سفلی اور نوری، سحر اور سایہ، بندش اور اثرات میں کتنا جھوٹ اور کتنا سچ ہے؟
- گھر گھر میں لڑائی جھگڑے، ذہنی اور مالی پریشانیوں کا حقیقی سبب کیا ہے؟
- ہر قسم کے برے اثرات، جنات اور جادو سے بچنے کا صحیح علاج کیا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا الشَّیٰطِیۡنُ عَلٰی مُلۡكِ سُلَیۡمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَیۡمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ كَفَرُوۡا یُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحۡرَ ٭ وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَی الۡمَلَكَیۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ ؕ وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوۡلَاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ ؕ فَیَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُمَا مَا یُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَزَوۡجِهٖ ؕ وَمَا هُمۡ بِضَآرِّیۡنَ بِهٖ مِنۡ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَیَتَعَلَّمُوۡنَ مَا یَضُرُّهُمۡ وَلَا یَنۡفَعُهُمۡ ؕ وَلَقَدۡ عَلِمُوۡا لَمَنِ اشۡتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ لَوۡ كَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾

(سورۃ البقرۃ آیت 102 پارہ 1)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

میرے بزرگو، دوستو، بہنو، بیٹیو!

یہ دنیا مصائب و آلام اور پریشانیوں کا گھر ہے، کوئی انسان ایسا نہیں جس کی ساری خواہشات اس دنیا میں پوری ہوجائیں اور کوئی انسان ایسا نہیں جسے کوئی عارضہ، کوئی بیماری، کوئی حادثہ اور کوئی خلاف طبیعت واقعہ پیش نہ آئے۔ ایسی ذات صرف اللہ کی ہے کہ وہ جو چاہے وہ کرسکتا ہے، اور جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کی چاہت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اگر نہ چاہے تو کچھ نہیں ہوسکتا اور وہ جو چاہے وہ ہوجاتا ہے۔ لیکن انسان کے پاس یہ طاقت نہیں ہے، انسان کو ایسا نہیں بنایا گیا، اور اللہ پاک سورۃ البلد میں خود فرماتے ہیں کہ انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝٤

(سورۃ البلد آیت 4، پارہ ۳۰)

ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کو پیدا کرنے میں معاذ اللہ! اللہ کو مشقت کا سامنا کرنا پڑا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان کو مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ولادت کے دن سے لے کر وفات تک۔ خود اس کی ولادت بھی مشقت کے ساتھ ہوتی ہے، بے شمار ایسے ہیں کہ جن کا بچپن بھی محرومیوں کا شکار ہوتا ہے، بچپن میں بھی انہیں پوری غذا نہیں ملتی بچپن میں بیماریاں لگ جاتی ہیں، بے شمار ہیں جن کی جوانی مزدوری کرتے ہوئے، دھکے کھاتے ہوئے، مشقت اٹھاتے ہوئے، طعنے سہتے ہوئے، تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے گزر جاتی ہے، پھر شادی کا مرحلہ آتا ہے

تو ضروری نہیں کہ شادی اس کے سارے مسائل حل کر دے۔ شادی سے اس کی ساری پریشانیاں دور ہو جائیں بسا اوقات شادی کرنے سے مسائل گھٹتے نہیں مسائل بڑھ جاتے ہیں۔ اگر میاں بیوی کے درمیان موافقت نہ ہو تو گھر کی زندگی سکون اور محبت کا نمونہ نہیں ہوتی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جب تک گھر میں رہیں تو انہیں ٹینشن رہتی ہے، پریشان رہتے ہیں، ایسے لوگ سکون کا سانس لینے کے لیے گھر سے باہر جاتے ہیں گھر ایسا بن جاتا ہے، جبکہ انسان اپنی نادانی سے یہ سمجھتا ہے کہ شاید شادی کر لوں گا تو پھر ہر دن عید کا دن ہوگا، اور رات شب برات ہوگی، لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا:

مَاالنِّکَاحُ؟

نکاح کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ایک مہینے کے مزے ہیں۔ ایک مہینے تک ہنی مون منالو، پوچھا:

ثُمَّ مَاذَا؟

پھر کیا؟ فرمایا:

لُزُوْمُ مَهْرٍ

مہر لازم ہو جاتا ہے۔ پوچھا:

ثُمَّ مَاذَا؟

پھر کیا ہوتا ہے؟ فرمایا:

غُمُوْمُ دَهْرٍ

ساری دنیا کی پریشانیاں اور افکار انسان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ پوچھا:

ثُمَّ مَاذَا؟

پھر کیا ہوتا ہے؟ فرمایا:

كَسْرُ ظَهْرٍ

کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ پوچھا گیا:

ثُمَّ مَاذَا؟

فرمایا:

نُزُوْلُ قَبْرٍ

یعنی قبر میں جانا ہے۔

دنیا مصائب و آلام کا گھر ہے

جب کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ شاید شادی سے میرے مسائل حل ہو جائیں گے مگر ایسا ہوتا نہیں ہے، بعض اوقات پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں، بیوی کے ساتھ موافقت نہ ہو تو بھی، اور اگر سسرال کے ساتھ ان بن ہو تو بھی، اور اللہ نہ کرے اگر بچے نافرمان ہو جائیں تو اس سے بڑا عذاب تو کوئی نہیں، حقیقت میں بے اولاد وہ نہیں جس کے ہاں اولاد پیدا نہ ہو، بے اولاد وہ ہے جس کی اولاد تو ہو مگر نافرمان ہو۔ اور یتیم وہ نہیں ہے جس کا والد نہ ہو، یتیم وہ ہے جس کی صحیح تربیت نہ ہو سکے۔

تو اگر اولاد نافرمان ہو تو وہ بھی مسائل ہیں، ملازمت کر لی لیکن سیٹھ کی جھڑکیاں، تنخواہ وقت پر نہیں ملتی، کام زیادہ لیا جاتا ہے، اور معاوضہ کم دیا جاتا ہے اس کی تکلیف۔ اگر اپنا کاروبار شروع کرے تو، سوچتا ہے اپنا کاروبار شروع کرلوں تو

مزے ہی مزے ہوں گے، لیکن کاروبار میں بھی بڑے مسائل، بڑا مدوجزر، چوری کا خطرہ، دھوکے کا خطرہ، غبن کا خطرہ، اور ملازمین کی طرف سے خیانت کا خطرہ، نقصان ہوجانے کا خطرہ، آگ لگ جانے کا خطرہ، لٹ جانے کا خطرہ، کاروباری حالات خراب ہوجانے کا خطرہ، جن کو دیا ہے وہ دیتے نہیں، جن سے لینا ہے وہ چھوڑتے نہیں ہے۔ یہ پریشانی ہی پریشانی، اللہ نہ کرے اگر کسی بیماری میں مبتلا ہوجائے تو بھی مسائل، کسی کروٹ چین نہیں آتا۔

اللہ نہ کرے کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوجائے، آپ نے ایسے لوگ دیکھے ہوں گے جن کو دمے کی بیماری لگ گئی، بے چارے سانس نہیں لے سکتے۔ کینسر کی بیماری لگ گئی، پریشانی ہی پریشانی، کسی دورے میں مبتلا ہوگیا تو تکلیف ہی تکلیف، اللہ نہ کرے کوئی حادثہ پیش آجائے، چلتا پھرتا ہٹا کٹا کسی گاڑی نے ٹکر ماردی، اب بستر پر پڑا ہوا ہے، گوشت کا لوتھڑا بنے ہوئے زندگی بستر پر گزر گئی۔ اکیس بیس سال سے بستر پر پڑا ہوا ہے اٹھ بھی نہیں سکتا۔ اللہ نہ کرے کوئی مسئلہ پیش آجائے، دشمنوں نے تھانے کچہری تک پہنچادیا تو وہاں بھی مسائل یہاں بھی مسائل۔ حاسد پیدا ہوگئے تو مسائل ہی مسائل ہیں۔ اب انسان کی زندگی بڑی مشقت میں گزرتی ہے، اور انسان کو اس زندگی میں مسائل، حوادث، مصائب وآلام بیماریوں اور خلاف طبیعت معاملات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

زیادہ پریشانی انسان کو اس بات کی ہوتی ہے کہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا نہیں ہے، اپنی مرضی کے مطابق سارے معاملات ہوتے نہیں اور پریشان ہوتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے کاروبار چلتا نہیں، پریشان ہوتا ہے، جس طرح چاہتا ہے کہ رشتہ ہوجائے ہوتا

نہیں اور اگرچہ بظاہر چاہت کے مطابق رشتہ کیا تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ یہ تو بالکل برعکس ہے وہ بھی مسائل۔ جس طرح کہ چاہتا ہے کہ رشتہ دار میرے ساتھ اچھا معاملہ کریں نہیں ہوتا تو بھی پریشان۔ تو انسان کی طبیعت کے مطابق سب کچھ ہو نہیں سکتا۔ اس دنیا کے اندر کوئی انسان مصیبت اور پریشانی سے بچا ہوا نہیں ہے، جن کو ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی پریشانی نہیں ہوگی اگر تنہائی میں ان کو ٹٹول کر دیکھو اور وہ واقعی اپنے مسائل آپ کے ساتھ بیان کر دیں تو آپ کا دل گواہی دے گا کہ اس سے زیادہ پریشان تو دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں، اور اس سے زیادہ تو میں مزے میں ہوں۔ اللہ پاک نے الحمدللہ چوں کہ ہمیں ایسے منصب پر بٹھایا کہ عوام سے واسطہ پیش آتا ہے اور مختلف قسم کے لوگ مسائل کا ہمارے سامنے ذکر کر دیتے ہیں، تو اس سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ جن کو ہم دھن اور دولت میں سمجھتے ہیں اور جن کا کاروبار بڑا عروج پر ہوتا ہے، بڑی بڑی گاڑیوں پر پھرتے ہیں اور ملکوں کے سفر کرتے ہیں اور دولت ان کی لونڈی بنی ہوئی ہے تو وہ بھی مزے اور سکون میں نہیں ہیں۔ دولت اور چیز ہے سکون اور چیز ہے۔ بنگلہ اور چیز ہے سکون اور چیز ہے، یہ پتھروں سے بنی ہوئی عمارتوں میں سکون نہیں ہے، سکون اور ہی چیز ہے، یہ خواہشات سے بنے ہوئے جھونپڑے میں بھی ہوسکتا ہے اور محل اور کوٹھی میں بھی نہیں ہوسکتا یہ ممکن ہے۔

مصائب و آلام میں شریعت کی تعلیم

اگر انسان پر کوئی حادثہ آجائے، کوئی ناگہانی مصیبت آجائے، کاروبار نہ چلے، بیماری ہو، کوئی حادثہ پیش آجائے، طبیعت کے خلاف معاملات پیش آئیں تو کیا کریں؟ شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ شریعت اس بارے میں تعلیم دیتی

ہے۔شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ تم پر طبیعت کے خلاف جو بھی معاملہ پیش آئے، ساری چیزیں اس میں آگئیں، کاروبار نہیں چلتا، دکان بند پڑی ہوئی ہے، بے روزگار ہے، بیماری جان نہیں چھوڑتی، آئے دن نقصان ہوتا رہتا ہے، گھر میں اتفاق نہیں ہے۔تو اگر خلاف طبیعت واقعہ پیش آئے تو شریعت کی تعلیم یہ ہے:

ابتلاء میں شریعت کی پہلی تعلیم

سب سے پہلی تعلیم کہ اسے اللہ کی طرف سے ایک ابتلا اور آزمائش سمجھو، یہ ابتلاو آزمائش ہے، اللہ پاک نے انسان کو پیدا ہی ابتلاء اور آزمائش کے لیے کیا ہے۔اور اللہ نے یہ دنیا بنائی ہے ابتلاء اور آزمائش کے لیے سورۂ ملک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ

(سورۃالملک آیت نمبر 1، 2پارہ29)

اللہ نے موت وزندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے، اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں فرمایا:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧

(سورۃ کہف آیت ۷)

اس زمین پر ہم نے یہ زینت یہ رونق یہ کشش جو رکھی ہے اس لیے تاکہ انسانوں کو آزمائیں۔

اللہ کی طرف سے آزمائش کی مختلف صورتیں

اور اللہ انسانوں کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے کسی کو امیری میں آزماتا ہے، کسی کو غریبی میں آزماتا ہے، کسی کو صحت میں آزماتا ہے، کسی کو بیماری میں آزماتا ہے، کسی کو جوانی میں آزماتا ہے، کسی کو بڑھاپے میں آزماتا ہے، کسی کو اولاد دے کر آزماتا ہے، اور کسی کو اولاد سے محروم رکھ کر آزماتا ہے، کسی کو حادثے میں مبتلا کر کے آزماتا ہے، اور کسی کو حادثے سے دور رکھ کر آزماتا ہے، کسی کا کاروبار چلا کر آزماتا ہے، اور کسی کے کاروبار میں بندش کر کے آزماتا ہے۔ اور اس کی مثالیں اللہ نے ہمارے سامنے بیان کر دیں۔

انبیاء علیہم السلام کو بھی آزمایا گیا

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے آزمایا دولت اور حکومت دے کر، حضرت داؤد علیہ السلام کو آزمایا اقتدار اور ثروت دے کر، اور حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمایا بیماری میں مبتلا کر کے اور سب کچھ چھین کر۔

قرآن بھرا پڑا ہے ان ساری مثالوں سے، ایسا نہیں ہے کہ جو اللہ کا نیک بندہ ہوگا اس پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی وہ کبھی بیمار نہیں ہوگا، اس کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی، اس کی طبیعت کے خلاف کوئی معاملہ پیش نہیں آئے گا، قطعاً ایسا نہیں۔

مقربین کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے

ایک دفعہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہوا، اور بخار اتنا شدید کہ صحابی نے عمامے پر ہاتھ رکھا تو ہاتھ نہیں رکھا جا رہا تھا، ہاتھ جل گیا، اتنی تیز

حرارت۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو یہ بخار؟

فرمایا: ہاں جو اللہ کے جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ان کو آزمایا جاتا ہے، اتنا ہی زیادہ ابتلاء میں مبتلا ہوتا ہے۔

بارہا آپ نے سنا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد جب ان کے دستر خوان پر کھانا چنا جاتا تو بعض اوقات نہیں کھا سکتیں، کھانے کو دیکھ کر رونے لگتیں اور کہتیں کہ مجھے اپنے سرتاج حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فقر وفاقہ یاد آرہا ہے، آپ دنیا سے اس حال میں چلے گئے کہ دو وقت آپ نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ تو یہ سوچ تو دل دماغ سے نکال دیجیے کہ اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں ان پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔

خادمِ قرآن قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش

میں اکثر مثال دیا کرتا ہوں میرے مطالعے میں قریب کی تاریخ میں برصغیر ایشیا میں حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا قرآن کا خادم اور قرآن کا عاشق کوئی نہیں ہے۔ اللہ کی کتاب کا عاشق اللہ کی کتاب کا خادم جس کا حال یہ ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت کے بغیر ایک لمحہ بھی گزار نہیں سکتا، ایک لمحے کے لیے بھی محروم نہیں رہ سکتا، لیکن ابتلاؤں کا حال یہ ہے کہ بینائی سے تو پہلے سے محروم تھے، اور پھر جو فالج کا حملہ ہوا تو زبان نے بولنا چھوڑ دیا، ہاتھوں نے حرکت کرنا چھوڑ دیا اور ٹانگوں نے چلنا چھوڑ دیا، آپ اندازہ کیجیے کتنی ابتلائیں! آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے، زبان سے بول نہیں سکتے، ہاتھوں سے پکڑ نہیں سکتے اور ٹانگوں سے چل نہیں سکتے۔ تو یہ سمجھا جائے گا کہ اللہ کے اس نیک بندے پر جو مصیبت آئی تو اس کے گناہوں کی وجہ سے

آئی؟ اللہ ناراض ہوگیا؟ یا یہ سمجھا جائے گا کہ کسی عامل نے عمل کر دیا؟ میرے بھائیو! قرآن کا اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ تم پر جو بھی معاملہ پیش آئے اسے اللہ کی طرف سے ایک ابتلاء اور آزمائش سمجھو۔ سورۃ التغابن میں اللہ نے فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ

جو بھی مصیبت آتی ہے وہ صرف اللہ کے حکم سے آتی ہے۔

اور ساتھ یہ بھی فرمایا سورۃ البقرہ میں:

وَعَسٰٓى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـکُمۡ ۚ وَعَسٰٓى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡ ؕ

(سورۃ البقرۃ آیت 216، پارہ 2)

ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو لیکن اللہ نے اس میں تمہارے لیے خیر رکھی ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالاں کہ اللہ نے اس میں تمہارے لیے شر رکھا۔

پریشانی کی وجہ سے مایوس نہ ہونا چاہئے

میں اپنی مثال دوں یہ جو میرے ساتھ معذوری کا حادثہ پیش آیا۔ تو جب یہ پیش آیا تو میں ساڑھے تین چار سال کی عمر میں تھا، میرے والدین بڑے پریشان، بڑے روئے دھوئے کیا بنے گا اس کا، اور انہوں نے اپنے گرد و پیش کو دیکھا تو یہ سمجھا کہ اس بے چارے کی زندگی اب اللہ معاف فرمائے بھیک مانگتے ہوئے گزرے گی، یہ سوچا اور یہ سوچ سوچ کر روتے تھے، اور جب میں نے شعور سنبھالا تو میں بھی پریشان، دوسرے چل سکتے ہیں میں نہیں چل سکتا، دوسرے کھیل سکتے ہیں میں نہیں کھیل سکتا، لیکن اللہ جانتا ہے جب اللہ نے ایمان کی حقیقت نصیب فرمادی اور علم

کے چند قطرے عطا فرما دیے تو میرے دل دماغ نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ نے اس بیماری میں میرے لیے بہت بڑی خیر رکھی تھی، اور خدا جانتا ہے کہ میں بعض اوقات اس بیماری پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

ہر ابتلاء میں کوئی خیر ہوتی ہے

تو اللہ کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ اس میں تمہارے لیے خیر ہو، اور ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ اس میں تمہارے لیے شر ہو۔

تم چاہتے ہو تمہارا رشتہ فلاں جگہ ہو جائے اور نہ ہو تو خودکشی کرنے کی کوشش کرتے ہو، ہوسکتا ہے اس میں تمہارے لیے شر ہی شر ہو، تم چاہتے ہو بیٹا ہو جائے بیٹا نہ ہو تو نظریں جھکائے پھرتے ہو، پریشان ہوتے ہو، لیکن اللہ جانتا ہے کہ اگر بیٹا ہو جاتا تو تمہاری زندگی کو اجیرن کر دیتا، تمہارا جینا حرام کر دیتا۔ میں ایسے بدبخت بیٹوں کو جانتا ہوں جنہوں نے اپنے والدین کی زندگی کو جہنم بنا دیا، اور ایسی بیٹیوں کو جانتا ہوں جنہوں نے اپنے والدین کی زندگی کو جنت بنا دیا۔ محبت کرنے والی، وفا کرنے والی، خدمت کرنے والی، جان نچھاور کرنے والی، اپنا لقمہ اپنے والدین اور بھائیوں کے منہ میں دینے والی، یہ آپ کو پتا ہے آج کل ہمارے معاشرے میں میراث تقسیم نہیں ہوتی، بہنوں اور بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ تو بعض ظالم ہوتے ہیں جو بہنوں اور بیٹیوں کو حصہ نہیں دیتے، لیکن بے شمار بہنیں اور بیٹیاں ایسی ہیں کہ وہ کسی صورت بھی میراث لینے کے لیے تیار نہیں ہوتیں، کتنے حوصلے کی بات ہے کہ جو بیٹے بوڑھے والدین کو وقت سے پہلے میراث کے لیے قتل کر دیتے ہیں، تاکہ جلد از جلد عیاشی کر سکیں اور بیٹی کو لاکھوں کروڑوں کی جائیداد مل رہی ہے، لیکن وہ انکار

کرتی ہے مجھے نہیں چاہیے۔ آپ کو مبارک ہو۔

ابتلاء میں اسلام کی دوسری تعلیم

تو پہلی تعلیم قرآن کی وہ یہ کہ اگر کوئی خلاف طبیعت واقعہ پیش آئے تو اسے ابتلا سمجھو، اور یہ سمجھو کہ ہوسکتا ہے کہ اس شر میں اللہ نے میرے لیے خیر رکھی ہو۔

دوسری تعلیم اسلام کی یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کرو مجھ سے کوئی ایسی بات تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے اس پریشانی میں مبتلا ہوگیا ہوں، کوئی ایسا گناہ، کسی پر ظلم، کسی پر زیادتی، بالخصوص ظلم اور زیادتی ایسی چیز ہے کہ اس گناہ کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے، ویسے تو یہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں ہے، لیکن ظلم ایسا گناہ ہے کہ بسا اوقات ظالم کو دنیا میں بھی عبرت کا نمونہ بنادیا جاتا ہے۔ تو سوچو کہ کوئی مجھ سے ظلم تو نہیں ہوگیا، انسان پر ظلم بہت بڑی چیز ہے، حیوان پر بھی ظلم ایسا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان پر وبال آسکتا ہے۔

جب ملتان پر سکھوں کا حملہ ہوا تو اس وقت ملتان کا بادشاہ بھاگا بھاگا ایک اللہ والے کے پاس پہنچا کہ دعا کیجیے مسلمان اور میں اس وقت خود ابتلاء میں ہیں اور سکھوں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے، اگر وہ غالب آگئے تو ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی عزت وناموس محفوظ نہیں رہے گی، اس کے رونے دھونے پر اللہ والے نے ہاتھ اٹھالیا، کافی دیر مانگتے رہے، اور پھر ہاتھ چھوڑ دیئے کہا میری دعا سے پہلے عرش تک اس ریچھ کی آہیں پہنچ چکی ہیں جس ریچھ کو تم نے کتوں سے لڑا کر مروایا میری دعا تیرے حق میں کیسے قبول ہوگی؟

تو انسان اپنا محاسبہ کرے کہ یہ مصیبت میرے گناہوں کی وجہ سے تو نہیں ہے

اور سن لیجیے جب ہم کہتے ہیں کہ گناہ چھوڑ دو! تو لوگ نماز پڑھنے لگتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہی ایک گناہ تھا جو میں کر رہا تھا، اب میں نیک نمازی بن گیا اور خیال آیا داڑھی رکھ لی اور خیال آیا ٹوپی پہن لی اور ترقی کی پگڑی باندھ اور ترقی کی عمرہ کر لیا، اور سمجھتا ہے اب میں نیک بن گیا، اور ہمارے دوسرے بھائیوں کی طرف سے سوچ یہ ہے کہ نیک بن رہا ہے عرس میں چندہ دیتا ہے، نیک بن رہا ہے تو درگاہوں پر چادریں چڑھاتا ہے نیک بن رہا ہے، تو گیارھویں بارھویں کا ختم دلواتا ہے کہ میں نیک بن گیا لیکن حرام نہیں چھوڑتا، جھوٹ نہیں چھوڑتا، رشوت نہیں چھوڑتا، ظلم نہیں چھوڑتا، بہتان نہیں چھوڑتا، ملاوٹ نہیں چھوڑتا، دھوکہ نہیں چھوڑتا، دوسرے کی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ جمایا ہوا ہے، وہ نہیں چھوڑتا، زبان کے زخم لگانا نہیں چھوڑتا، اور نمازی بن کر سمجھتا ہے کہ بس اب میں نیک بن گیا، تو اپنا محاسبہ کرے کون سا گناہ مجھ سے ہو گیا جس کی وجہ سے یہ مصیبت آئی۔

پریشانیوں کے معاملے میں عاملوں کے بجائے اللہ کی تشخیص پر اعتماد کرنا چاہیے

اس لیے کہ ایک تو آپ کے عاملوں کی تشخیص ہے اور ایک ہے میرے اللہ کی تشخیص، عاملوں کی تشخیص غلط ہوتی ہے مگر اللہ کی تشخیص غلط نہیں ہو سکتی! عامل کی تشخیص اس لیے غلط ہو سکتی ہے کہ بسا اوقات اس میں اس کا اپنا مفاد ہوتا ہے، لیکن میرے اللہ کی تشخیص غلط نہیں ہو سکتی! اور اللہ سورۃ الشوریٰ میں کیا فرماتے ہیں:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا

عَنۡ کَثِیۡرٍ ﴿۳۰﴾

(سورۃ الشعراء آیت نمبر 30، پ25)

تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے تمہارے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے اور اللہ کہہ رہا ہے: وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ اکثر گناہوں کو تو میں معاف کر دیتا ہوں، درگزر کر دیتا ہوں۔

ایسا نہیں ہے کہ ہر گناہ کی سزا اسی وقت دے دوں۔ اکثر سے تو میں صرف نظر کرتا ہوں، بندہ ہے کوئی بات نہیں، غلطی ہو جاتی ہے! اگر اللہ ہماری ایک غلطی پر ہمیں پکڑتا تو اللہ کی قسم! اس وقت اس زمین پر ہم میں سے کوئی بھی چلتا پھرتا نظر نہ آتا۔

پتا نہیں کتنے گناہ ہیں جو اس نے معاف کر دیے، اتنے قصور میں نہیں معاف کر سکتا آپ نہیں معاف کر سکتے، غیروں کو چھوڑیں ہم اپنی اولاد کو نہیں معاف کر سکتے۔ معافی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، ہم کہتے ہیں بیٹا! تو نے تو حد ہی کر دی، اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، لیکن اس اللہ کا پیمانہ صبر لبریز نہیں ہوتا، وہ معاف کرتا چلا جاتا ہے، ڈھیر لگ جاتے ہیں گناہوں کے پھر بھی معاف کرتا چلا جاتا ہے۔

مصیبت اپنے کرتوتوں سے آتی ہے

تو اللہ کہتا ہے تم کو ہر گناہ کی سزا نہیں دیتا لیکن یہ یاد رکھو! تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے۔ عاملوں نے ہمیں عجیب راستے پر ڈال دیا کہ جب مصیبت آتی ہے میں ادھر ادھر تو دیکھتا ہوں لیکن اپنے آپ کو نہیں دیکھتا! میں کہتا ہوں: اس نے کر دیا، اس نے کر دیا، اس نے مصیبت ڈال دی، اور اپنے آپ کو نہیں دیکھتا!

بہت بڑا فرق ہے اللہ کی تشخیص میں اور عاملوں کی تشخیص میں، عامل ہماری نظر کو ادھر ادھر گھماتے ہیں، اور ایسے گول مول طریقے سے کہ ہر کسی سے بدظن کر دیتے ہیں، اور اللہ ہماری نظر ادھر سے متوجہ کرتا ہے اپنی طرف! ارے اپنے آپ کو دیکھو۔ تم سے تو کوئی بات نہیں ہوئی جس کی وجہ سے تم پر یہ مصیبت آ گئی۔ یہ دوسری تعلیم ہے: یعنی اپنا محاسبہ!

ابتلاء میں اسلام کی تیسری تعلیم

اور تیسری تعلیم اللہ کی یہ ہے اللہ کہتے ہیں جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو میری طرف رجوع کرو مجھ سے مانگو، اور توبہ، استغفار کرو، تمہیں عامل کے پاس جانے کے لیے سفر کرنا پڑے گا، وقت لینا پڑے گا، وقت دینا پڑے گا، اور اللہ کہتا ہے: میری طرف رجوع کرنے کے لیے نہ سفر کی ضرورت، نہ وقت لینے کی ضرورت۔ میں تو تیرے قریب ہوں، تیرے گھر میں ہوں، تیرے ساتھ ہوں، ادھر ادھر بھاگنے کی بجائے مجھے پکارو، مجھ سے مانگو۔

استغفار کی اہمیت

اللہ نے فرمایا، عجیب انداز ہے میرے اللہ کا، عجیب کلام ہے میرے اللہ، کا سورۂ النمل میں فرمایا:

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝

(سورۃ النمل آیت نمبر 36۔ پ19)

ارے تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے۔ معافی مانگو گے تو تم پر رحم کیا جائے گا،

اور اللہ نے فرمایا کہ:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝۳۳

(سورۃ الانفال آیت 33، پارہ 9)

اے میرے حبیب! میں ان مشرکوں پر اور آپ کے دشمنوں پر ایسا عذاب نازل نہیں کرتا کہ دنیا سے ان کا نام ونشان مٹ جائے۔

اللہ کے عذاب کو روکنے والی دو چیزیں

اس کی تو دو وجہ ہیں: کیوں ایسا عذاب نہیں نازل کرتا جیسے قوم ثمود پر نازل ہوا اور جیسے قوم لوط پر نازل ہوا، اور جیسے قوم ہود پر نازل ہوا ویسا عذاب ان پر کیوں نہیں نازل کرتا؟ اللہ نے فرمایا: اے میرے حبیب! اس کی دو وجہیں ہیں ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ ان کے اندر موجود ہیں جب تک آپ موجود ہیں، میری رحمت اور میری غیرت گوارا نہیں کرتی ان لوگوں کو نیست ونابود کردوں جن لوگوں کے اندر میرا حبیب موجود ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میں اس لیے ان پر ایسا عذاب نہیں نازل کرتا کہ یہ استغفار کرتے ہیں، اور شاید آپ کے علم میں ہو مشرکین بھی استغفار کرتے تھے۔ یہ حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے کہ مشرکین بالخصوص مکہ کے مشرک ایسے نہیں تھے کہ اللہ کے وجود کا انکار کرتے ہوں، اللہ کے وجود کا اقرار کرتے تھے، اپنے خیال کے مطابق اللہ سے ڈرتے بھی تھے، اللہ سے مانگتے بھی تھے، اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے، کعبے کا طواف بھی کرتے تھے، نماز بھی پڑھتے تھے، صدقہ بھی کرتے تھے، حج بھی کرتے تھے، یہ ساری چیزیں قرآن سے ثابت ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ استغفار کرتے ہیں جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے ان پر ویسا عذاب نازل نہیں کروں گا جیسا قوم لوط اور قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا!

تو میرے بھائیو! میری بہنو! اگر استغفار کے ذریعے اللہ کے عذاب سے بچا جا سکتا ہے تو کیا ایمان والوں کا استغفار انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا جبکہ اللہ کہہ رہا ہے: لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ ارے کیوں نہیں استغفار کرتے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تا کہ تم پر رحم کیا جائے، یہ تیسرا سبق ہے، تیسری تعلیم ہے اسلام کی جب مصیبت آجائے تو کیا کرنا ہے۔

ابتلاء میں اسلام کی چوتھی تعلیم

چوتھی تعلیم صبر اور احتساب۔ صبر بے بسی کا نام نہیں ہے، صبر بزدلی کا نام نہیں ہے، صبر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے کا نام نہیں ہے۔ صبر کیا ہے کہ مخالف حالات میں اپنے جذبات پر کنٹرول رکھتے ہوئے حالات کو موافق کرنے کی کوشش کرنا یہ صبر ہے۔

کاروبار نہیں چل رہا تو صبر کا یہ مطلب نہیں کہ بیٹھ جاؤ اب دکان نہ کھولو، بیمار ہو گئے صبر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علاج نہ کرو اور اب موت کا انتظار کرو، نہیں۔

صبر کیا ہے؟

صبر یہ ہے کہ جذبات پر کنٹرول رکھتے ہوئے حالات کو موافق کرنے کی کوشش کریں، کاروبار کو چلانے کی کوشش کریں، بیماری کے علاج کی کوشش کریں، دشمنوں کے خلاف غلبے کی کوشش کریں، اب اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا: صبر کرو، مجاہدوں کو حکم دیا: صبر کرو، تو کیا یہ مطلب ہے کہ مشرکوں اور کافروں کے غلبے کو ہمیشہ کے لیے

تسلیم کرلو؟ اور تسبیح لے کر مسجد میں بیٹھ جاؤ صبر کرو؟ نہیں، یہ مطلب نہیں ہے، اپنے جذبات پر کنٹرول رکھتے ہوئے کفر پر غلبے کی کوشش کرو۔

احتساب کی تعریف

احتساب کا معنی ثواب کی نیت! ارے مصیبت تو جائے گی جائے گی، وقت سے پہلے نہیں جاسکتی اور جب تک اللہ کو منظور ہے رہے گی، ہم نے ثواب کی نیت کر لی تو اللہ اس مصیبت پر بھی اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔

مومن کو ہر تکلیف کے بدلے اجر ہے

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو خلاف طبع جو بھی معاملہ پیش آئے اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں حتّٰی کہ اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے تو اس پر بھی گناہ معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں، بہت سے درجات وہ ہیں جو ہم عبادت سے حاصل نہیں کر سکتے مصیبت میں صبر کی وجہ سے اللہ وہ درجات عطا فرما دیتے ہیں۔

تو صبر و احتساب، یہ چوتھی تعلیم ہے۔

ابتلاء میں اسلام پانچویں تعلیم

اور پانچویں تعلیم یہ کہ اللہ سے خوب مانگو، ارے اللہ تو بار بار شکوہ کرتا ہے: جب مصیبت آجائے تو مجھ سے کیوں نہیں مانگتے؟ کیا اس بیٹے سے زیادہ احمق کوئی ہوگا جو بھوکا، ہو تکلیف میں ہو اور اپنے رحم دل باپ سے نہ مانگے اور غریبوں سے مانگتا پھرے، فقیروں سے مانگتا پھرے، کنجریوں سے مانگتا پھرے اور اپنے رحم دل باپ سے نہیں مانگتا، اور کیا رحم ہوگا باپ کے دل میں اس رحم کے مقابلے میں جو رحم میرے

اللہ کے پاس ہے اس اللہ سے نہیں مانگتا، ان سے مانگتا ہے جو خود فقیر ہیں، خود غریب ہیں، خود مانگنے والے ہیں، خود محتاج ہیں، بلکہ میں نے جو الفاظ بول دیئے کہ فقیروں سے مانگتا ہے اور جمعداروں سے مانگتا ہے، اس لیے کہ بہت سے لوگ ہیں ہندو عاملوں کے پاس جاتے ہیں، غیر مسلم عاملوں کے پاس جاتے ہیں، اور اللہ سے نہیں مانگتے۔ ان سے کہہ رہے ہیں کہ میری مصیبت دور کردو، میری پریشانی دور کردو، اور اللہ کہہ رہا ہے: مجھ سے مانگو، ہر وقت مانگو، ہر چیز مانگو، جس زبان میں چاہو مانگو، جہاں چاہو مانگو، مسجد کی بھی کوئی قید نہیں۔ ہمارا دین تو یہ ہے کہ اللہ سے مانگنے کے لئے مسجد کی بھی قید نہیں ہے، ارے مسجد میں تو کیا کوئی مندر میں بھی اللہ سے مانگے تو اللہ سنتا ہے اور اللہ قبول کرتا ہے، ہر جگہ مانگے، ہر وقت مانگے، ہر چیز مانگے، جیسے چاہے مانگے۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو اور اللہ نے سورۂ اعراف میں کہا کہ میرے اسمائے حسنٰی کا واسطہ دے کر مجھ سے مانگو:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اور اللہ کے بڑے اچھے اچھے نام ہیں ان ناموں کے واسطے سے اللہ سے مانگو، سڑکوں اور چوراہوں پر اللہ کے نام لکھ رہے ہیں۔

پریشانی دور کرنے کا موثر وظیفہ

آپ کو ایک موثر وظیفہ بتا رہا ہوں، اور قرآن کی اس آیت کی روشنی میں بتا رہا ہوں:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

جس قسم کا مسئلہ درپیش ہو اس مسئلے سے مناسبت رکھنے والا اللہ کا کوئی نام اپنا ورد اور وظیفہ بنالیں تو اللہ پاک کو منظور ہوگا تو پریشانی دور ہوجائے گی، ننانوے

ناموں میں سے مناسبت والا نام ہو اسے اپنا وظیفہ بنالیں۔ رزق کی کمی ہے:

يَارَزَّاقُ

فقر و فاقے نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں:

يَاغَنِيُّ يَاغَنِيُّ

اللہ کو پکارے، اگر حالات بڑے سخت ہیں:

يَارَحْمٰنُ يَارَحِيْمُ

دشمنوں کا خطرہ ہے:

يَاحَفِيْظُ يَاحَفِيْظُ

کوئی نگرانی کرنے والا نہیں، ہر وقت حملے کا خطرہ ہے:

يَامُقِيْتُ، يَامُقِيْتُ، يَاحَفِيْظُ، يَارَقِيْبُ

اے نگرانی کرنے والے! تو ہی میری نگرانی فرما

يَاحَفِيْظُ

اے حفاظت کرنے والے! تو ہی میری حفاظت فرما۔ تو کثرت سے اللہ کے نام کا ورد کریں۔

دعا میں اعمال صالحہ کا واسطہ

اور یہ بھی حدیث سے ثابت کہ اللہ سے دعا کی جائے اپنے کسی نیک عمل کا واسطہ دے کر۔ تین غار والوں کا واقعہ جو غار میں پھنس گئے تھے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کو اپنے کسی نیک عمل کا واسطہ دے کر پکارتے ہیں اور تینوں نے اپنے اپنے خیال میں جوانی کا جو نیک عمل تھا اس کا واسطہ دیا، اللہ نے ان کو مصیبت سے نجات دی تو بھائی

یہ چھ ہدایات ہیں اس صورت میں جب ہم پر خلاف طبیعت معاملہ پیش آئے کوئی مصیبت، کوئی بیماری، کوئی حادثہ، کوئی کاروبار کی بندش، کوئی دشمنوں کا غلط معاملہ، کوئی حاسدوں کی شرارت۔

شرعی تعلیمات چھوڑ کر غیر اللہ سے مانگنا غلط ہے

اب یہ تو شریعت کی تعلیم ہے، قرآن کی تعلیم۔ لیکن انسان کا معاملہ ابتداء ہی سے بڑا عجیب رہا، اس نظر نہ آنے والی طاقت پر اتنا یقین نہیں رکھتا جتنا نظر آنے والی چیزوں پر یقین رکھتا ہے یہ انسان کا بڑا عجیب معاملہ رہا: خالق کی بجائے مخلوق اور قوی کی بجائے عاجز پر یقین اور حیٌّ وَقَیُّوْمٌ کی بجائے فنا ہونے والے پر یقین۔

تاریخ میں ایسا بھی دور گزرا اور آج بھی ایسے لوگ دنیا میں رہتے ہیں جو درختوں سے مانگتے ہیں، دریاؤں سے مانگتے ہیں، سورج چاند سے مانگتے ہیں، اللہ سے نہیں مانگتے، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، جنات سے مانگتے ہیں، ان کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ نے قرآن میں ذکر کیا سورۃ الجن میں فرمایا:

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶

(سورۃ الجن آیت 6، پارہ 29)

اللہ کہتے ہیں کچھ انسان ایسے تھے جو جنات سے پناہ مانگتے، اس چیز نے انسان کی سرکشی اور تکبر میں اضافہ کر دیا اب اللہ کہتے ہیں جنوں سے نہ مانگو جنوں کی پناہ نہ چاہو میری پناہ چاہو قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کہو: رب کی پناہ مانگتا ہوں اور یہ کہتا ہے، نہیں جنات کی پناہ مانگتا ہوں، فرشتے کی پناہ

مانگتا ہوں۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾

(سورۃ المریم آیت 91، پارہ 16)

اللہ نے کہا: قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے، آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گر جائے۔ کس بات پر؟ کہ یہ رحمٰن کے شریک بناتے ہیں، اللہ کے شریک بناتے ہیں، ارے میرے ہوتے ہوئے تجھے کسی شریک کی ضرورت کیا ہے؟ کیا میرے خزانے ختم ہو گئے؟ کیا، معاذ اللہ! میں بوڑھا ہو گیا؟ کیا میرا اقتدار ختم ہو گیا؟ جو مجھے چھوڑ کر دوسروں سے مانگتے ہو؟ یہ انسان کی عادت ہے کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف رجوع، درختوں کی طرف رجوع، اور سورج چاند کی طرف رجوع، اور جنات کی طرف رجوع، اور اللہ کو چھوڑ کر عاملوں کی طرف رجوع۔

عامل دو قسم کے ہوتے ہیں

اور یہاں یہ واضح کر دوں عامل دو قسم کے ہیں: ایک قسم کے عامل وہ ہیں جو صاحب علم ہیں، صاحب عمل ہیں، صاحب تقویٰ ہیں، حرام سے بچتے ہیں اور ان کے مراکز حقیقت میں معرفت کی دکانیں ہیں، اپنے پاس آنے والوں کے عقائد اور نظریات کی اصلاح کرتے ہیں، ان کے مسائل اور پریشانیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، اور اللہ کا کلام اور اللہ کا نام ان کی ہدایت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

دوسری قسم کے عامل وہ ہیں کہ جنہیں عامل کہنا لفظ عامل کی توہین ہے۔

عامل کہتے ہیں عمل والے کو اور ایسے ایسے عامل جو بے عمل ہیں، جو بدعمل ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں، غیر محرم عورتوں کے ساتھ اختلاط کرتے ہیں اور ان کے مراکز حقیقت میں دکانیں ہیں، سپر اسٹور ہیں، جیسے کہ فنکار دکان بناتا ہے اور جیسے کباڑی دکان بناتا ہے، انہوں نے بھی ایک دکان بنا رکھی ہے کاروبار کے لیے، نہ اصلاح مقصد، نہ کسی سے ہمدردی۔ہم جو مذمت کرتے ہیں اسی قسم کے عاملوں کی کرتے ہیں، ہر قسم کے عامل کی نہیں۔

جنّات کا وجود قرآن سے ثابت ہے

جہاں تک جنات اور جادو کے وجود کا تعلق ہے تو ان کے وجود سے انکار نہیں ہے، جنات کے وجود سے انکار کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔

اس لیے کہ جنّات کا وجود قرآن سے ثابت ہے، جادو کا وجود قرآن سے ثابت ہے، قرآن میں آیا:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

(سورۃ الاحقاف آیت نمبر 29۔پ26)

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝

(سورۃ الفلق آیت نمبر 4، پ30)

اللہ کہتے ہیں: ان عورتوں کے شر سے پناہ مانگو جو گرہیں باندھتی ہیں سحر کے لیے ،جادو کے لیے تو جنات اور جادو کے وجود سے انکار نہیں، یہ چیزیں اثر کرتی ہیں ،جنات کا علاج ہوسکتا ہے، اس سے بھی ہم انکار نہیں کرتے، علاج بھی ہوسکتا ہے۔

عاملوں میں نیک اور بد دونوں ہوتے ہیں

چوتھی چیز کہ عاملوں میں نیک بھی ہوتے ہیں، اور بد بھی، اس چیز سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے جنات اور جادو کے وجود کا انکار نہیں کرتے، ان کے اثرات سے بھی انکار نہیں کرتے، علاج سے بھی انکار نہیں کرتے۔ اور عاملوں میں دونوں قسم کے لوگ ہوتے ہیں: نیک اور بد، اس سے بھی انکار نہیں کرتے، عاملوں کی اکثریت جاہل بھی ہوتی ہے اور لالچی بھی۔ خالص کاروبار بنا رکھا ہے۔

عملیات کی اجرت

اب علماء نے تو لکھا ہے کہ عمل پر اجرت لینا جائز ہے۔ انہوں نے اس فتوے کو اپنے لیے حجت بنایا۔ فتویٰ یہ تھا لینا جائز ہے، لے سکتے ہیں۔

اور استدلال کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس واقعے سے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک شخص کو دم کیا، اس شخص کو شفا مل گئی تو اس سے کچھ بکریاں معاوضے کے طور پر لے لیں، حالاں کہ علماء نے وضاحت کی ایک تو یہ کہ وہ سردار تھا جنہوں نے مسافر صحابہ کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ حالاں کہ اس زمانے میں مسافروں کی ضیافت یہ ان کی معاشرت کا لازمی حصہ تھا، پھر وہ کافر تھے، انہوں نے ضیافت سے انکار کیا، ایمان سے بھی انکار کیا، چلے گئے بعد میں ان کو سانپ نے ڈس لیا کسی نے کہا: وہ بڑے نیک لوگ معلوم ہوتے تھے ان کو بلا کر لاؤ، بلا کر لائے، انہوں نے کہا کہ: اب ہم بھی دم نہیں کریں گے، جب تک کہ ہمیں کچھ

معاوضہ نہیں دو گے، اب دیکھو ایسا شخص جس نے ضیافت سے انکار کیا ہے کافر اور مشرک سے کہہ رہے ہیں کہ جب تم نے یہ بداخلاقی کی ہے یہ بے مروتی کی ہے۔ اب انہیں یہ ایک واقعہ پیش آیا انہوں نے حجت بنالیا۔

لیکن مجھے بتائیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے اس کے علاوہ کسی کا کوئی ایک واقعہ پیش کردیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقاعدہ اسی طریقے سے یہ کام کیا کرتے تھے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قسم کے کوئی ایک واقعے کا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر یہ ظالم بدعمل، بے عمل، محرمات سے نہ بچنے والے، جھوٹ بول کر لوگوں کو بے وقوف بنانے والے، یہ عامل خدائی دعویٰ کرتے ہیں، ہم یہ کرسکتے ہیں، وہ کرسکتے ہیں سنگدل محبوب آپ کے قدموں میں، نفسیات جانتے ہیں، یہ لوگ پھر ہر شخص سے اس کے مزاج کے مطابق بات کرتے ہیں۔

عاملوں کی دھوکہ دہی

باتوں باتوں میں اس کے حالات معلوم کرلیتے ہیں، اور چہرہ شناسی ان کے اندر ہوتی ہے، ایسا نہیں ہر بے وقوف عامل بن جائے، بڑے ہوشیار بڑے تیز طرار ہوتے ہیں، چہرہ پڑھنے والے، نفسیات کو سمجھنے والے۔ بہت عرصہ پہلے شوق چڑھا ہمیں چند طالب علموں کو ساتھ لیا صبح فجر کے وقت کلفٹن کے ساحل پہنچ گئے، تو اس کی سیر کے بعد واپس آرہے تھے تو راستے میں صبح ہی صبح ایک عامل ٹھیلہ لگا رہے تھے اور اپنی چادر بچھا رہے تھے تو ایسی دل لگی کا خیال آیا کہ ان سے ہم بھی ذرا اپنی قسمت کا حال پوچھتے ہیں، حالاں کہ میری نظر میں یہ خود سب سے بڑے بدقسمت ہوتے ہیں، تو میں نے خود بھی اپنی ٹوپی اتار کر جیب میں رکھ لی اور طالب علموں سے

بھی کہا ٹوپیاں اتارلو، تاکہ یہ ہمیں پہچانے نہیں کہ یہ مولوی ہیں۔ جب ہم ننگے سر اس کے پاس پہنچے تو میں نے اپنا ہاتھ اس کے آگے کیا کہ قسمت کا حال بتایئے! وہ کہتا ہے: مولوی صاحب آپ کس چکر میں پڑے ہوئے ہو؟ اور یقین کرو! اس نے اپنی چادر کے نیچے سے ضرب مومن اخبار نکالا، کہتا ہے: میں تو اس پارٹی کا حامی ہوں انقلاب آنا چاہیے۔ تو یہ نفسیات جانتے ہیں چہرے پڑھ لیتے ہیں تو پھر ہر شخص سے اس کے مزاج کے مطابق بات کرتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ غیب جانتے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی بھی کوئی مسئلہ لیکر چلا جائے، چاہے کوئی بیمار ہے، یا کاروبار نہیں چلتا، یا بیٹیاں جوان ہیں رشتہ نہیں ہوتا، یا گھر میں لڑائی جھگڑا رہتا ہے یا کسی کو نیند نہیں آتی، تو ان کے پاس ہر سوال کا ایک ہی جواب ہے! تجھ پر اثرات ہیں کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ چلو یہ بدمعاش عامل کہہ رہے ہیں تجھ پر اثرات ہیں۔

جو عامل نیک ہوں وہ بھی تو یہ کہہ دیتے ہیں تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ تاویل کرتے ہیں، جسے ہمارے ہاں کہتے ہیں "توریہ" کہ الفاظ کچھ بولے جائیں سننے والا اس کا مطلب کچھ اور سمجھے، اور بولنے والے کے دل میں مطلب کچھ اور ہو۔ اب میں جب کسی کو کہتا ہوں: تجھ پر اثرات ہیں۔ اب یہ ایسا لفظ ہے کہ بیماری کے اثرات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، بیوی کے اثرات کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے، شوہر کے اثرات کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے، ملکی حالات کے اثرات کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے، بین الاقوامی اثرات کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

اثرات تو ہر وقت ہوتے ہیں موسم کے اثرات ہوتے ہیں، انسانوں کے اثرات

ہوتے ہیں، حالات کے اثرات ہوتے ہیں، تو بات صحیح کرتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے، دل میں یہ لیتے ہوں گے کہ حالات کے اثرات ہے، موسم کے اثرات ہیں، کاروباری اثرات ہیں، اب سننے والا یہ سمجھتا ہوگا کہ میرے اوپر جن کے اثرات ہیں، اور یہ عامل یہی چاہتا تھا کہ یہ بے وقوف یہی سمجھے، یہ جو بے وقوف آ گیا میرے پاس یہ یہی سمجھے کہ مجھ پر جنات کے اثرات ہیں، میرے رشتہ داروں کے تعویزات کے اثرات ہیں اور موکلات کے اثرات ہیں تو وہ تیر نشانے پر بیٹھ گیا، اس نے یہ سمجھا کہ میرے اوپر اثرات ہیں، یہ اپنے گاہکوں کو یقین دلانے کے لیے کہہ دیتے ہیں۔

بڑی چالاکی کرتے ہیں! کوئی ان کے قد کی پیمائش کرتا ہے، کوئی ان کے کپڑوں کی پیمائش کرتا ہے۔ کپڑا چھوٹا ہو گیا، کپڑا بڑا ہو گیا، کوئی ان کے کپڑے سونگھتا ہے، مراقبہ کرتا ہے اور کوئی استخارہ کرتا ہے، کوئی موکلات کو حاضر کرتا ہے، کوئی جنات کو حاضر کرتا ہے، اور اس کو یقین دلا دیتا ہے کہ واقعی ہمارے اوپر اثرات ہیں۔ اگر کبھی اللہ موقع دے تو آپ ان کا امتحان لیں: آپ ایک قمیص تندرست آدمی کی لے جائیں، ایک بیمار کی لے جائیں، الگ الگ، وہ کہہ دے گا: اس پر بھی اثرات ہیں اور اس پر بھی اثرات ہیں یہ بات تجربے میں آئی۔ (اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

جادو ٹونے اور ٹوٹکے کی حقیقت

دوسری نشست

ازافادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

نشست ثانی

- جنات، موکلات اور جادو...... حقیقت ہے یا افسانہ؟
- کیا جادو شکن عاملوں اور بابوں کے پاس جانا جائز ہے؟
- کیا آیات قرآنیہ گھول کر پی سکتے ہیں؟
- کفار کو جنات کیوں تنگ نہیں کرتے؟
- سفلی اور نوری، سحر اور سایہ، بندش اور اثرات میں کتنا جھوٹ اور کتنا سچ ہے؟
- گھر گھر میں لڑائی جھگڑے، ذہنی اور مالی پریشانیوں کا حقیقی سبب کیا ہے؟
- ہر قسم کے برے اثرات، جنات اور جادو سے بچنے کا صحیح علاج کیا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٢

(سورۃ البقرۃ 102 پارہ 1)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

میرے بزرگو اور دوستو! بہنو اور بیٹیو!

گزشتہ ماہ بھی ہمارا موضوع وہی تھا جو آج ہے، یعنی "جادو ٹونے کی حقیقت" اس سلسلے میں میں نے پہلے پارے کی سورۃ البقرہ کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی تھی، اور آج بھی تلاوت کی ہے، گزشتہ درس میں اس کا ترجمہ آپ کے سامنے بیان نہ کرسکا، آج پہلے اس کا ترجمہ سن لیجیے پھر ہم بات کو آگے بڑھائیں گے۔

آیت کی تشریح

اللہ نے اس آیت کریمہ میں یہود کا ذکر کیا ہے، اور بتایا ہے کہ یہودیوں کے اندر جو مختلف علمی، عملی، نظریاتی، اخلاقی اور کاروباری اور مذہبی خرابیاں پائی جاتی تھیں ان میں سے ایک خرابی یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کلام کو چھوڑ کر عملیات، سحر اور جادو کی اتباع شروع کردی تھی، تو ان کے اندر جو خرابی آگئی تھی وہ اللہ نے بیان فرمائی:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ

اور وہ ان عملیات اور سحر و جادو کی اتباع کرتے تھے جو شیاطین پڑھتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ سلیمان نے کفر نہیں کیا، وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ شیاطین کفر کرتے تھے۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ

دو طرح سے اس کا معنی کیا گیا ہے۔ ایک معنی یہ کہ یہودی ایک تو اتباع کرتے

تھے ان عملیات کی جو شیاطین ان کو سکھاتے تھے۔اور دوسری اتباع کرتے تھے ان عملیات کی جو بابل شہر میں ''ہاروت'' اور ''ماروت'' نام کے دو فرشتوں پر نازل کیا گیا۔اور دوسرا معنی یہ ہے کہ:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ

بابل شہر میں ہاروت اور ماروت نام کے دو فرشتوں پر کچھ نازل نہیں کیا گیا۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ

اور وہ دو فرشتے کسی کو کوئی چیز نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ وضاحت نہ کرتے تھے کہ ہم آزمائش کے لیے آئے ہیں لہٰذا تم کفر نہ کرو۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ

لوگ ہاروت اور ماروت سے جو کچھ سیکھتے تھے ان میں سے سب سے بڑا عمل یہ تھا:

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ

جس عمل کے ذریعے سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دیں، گھروں میں لڑائی جھگڑے کھڑے کر دیں۔

سب سے مقبول ترین عمل کیا تھا؟

تفسیروں میں لکھا ہے کہ سب سے مقبول نقش اور سب سے مقبول تعویز اور سب سے مقبول عمل جوڑ توڑ والا تھا: ادھر سے توڑو ادھر سے جوڑو، میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑا کھڑا کر دو۔اور آگے اللہ فرماتے ہیں:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

وہ کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ سیکھتے تھے، کرتے تھے، سحر بھی جادو بھی، ٹونے ٹوٹکے بھی، تعویز اور عملیات بھی کرتے تھے لیکن اللہ نے کہہ دیا: میرے حکم کے بغیر کسی کو وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

جادو کا اثر بھی اللہ کے حکم سے ہے

ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے اس کائنات کا نظام ساحروں، جادوگروں اور عملیات والوں کے حوالے کر دیا۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ جو چاہے کرتے رہیں، اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، ہمارے دل میں یقین پیدا کیا اور فرمایا: ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جن سے ان کا نقصان ہوتا تھا، نفع نہیں ہوتا تھا، فائدہ کچھ نہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

اور وہ خوب جانتے ہیں کہ جو شخص گمراہی کو خریدے گا تو آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

بہت بری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا کاش وہ جانتے ہوتے۔

یہ آیت کریمہ ہے جو میں نے گزشتہ درس میں بھی اپنے خطبہ میں پڑھی تھی اور آج بھی پڑھی، لیکن چوں کہ اس کا ترجمہ عرض نہیں کیا تھا تو میں نے مناسب سمجھا کہ کم از کم اس آیت کریمہ کا ترجمہ آپ کو سنا دیا جائے جس آیت کریمہ کی بنیاد پر یہ موضوع چل رہا ہے: سحر جادو اور ٹونے ٹوٹکے کا موضوع۔

گزشتہ درس کا خلاصہ

گزشتہ درس کا خلاصہ عرض کر دوں جس کی بنیاد پر بات کو آگے بڑھایا جائے۔

پہلی بات تو یہ عرض کی تھی کہ یہ دنیا مشقت کی جگہ ہے، تکلیف کی جگہ ہے، بیماریوں کی جگہ ہے، حوادث کی جگہ ہے، آلام کی جگہ ہے، مصائب کی جگہ ہے، سانحات کی جگہ ہے، سیلابوں کی جگہ ہے، زلزلوں کی جگہ ہے، زمینی اور آسمانی آفات کی جگہ ہے۔ اس دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جسے کوئی فکر اور پریشانی نہ ہو سوائے اس ایک شخص کے جو اپنے سارے معاملات کو اللہ کے حوالے کر جائے۔ وہ کھائے تو بھی الحمدللہ کہے، بھوکا رہے تو بھی الحمدللہ کہے، اللہ امیر کر دے تو بھی الحمدللہ کہے، اللہ فقیر کر دے تو بھی الحمدللہ کہے، وہ بچ جائے تو الحمدللہ کہے، وہ کہیں پھنس جائے تو بھی الحمدللہ کہے۔ اللہ اس کو اولاد دے تو الحمدللہ کہے، اللہ اولاد نہ دے تو بھی الحمدللہ کہے۔ بیٹے دے تو الحمدللہ، بیٹیاں دے تو الحمدللہ۔ نہ دے تو الحمدللہ، دے کر واپس لے تو الحمدللہ۔ ایسے شخص ہر حالت میں پرسکون رہتے ہیں، وگرنہ اور کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کو فکر اور پریشانی نہ ہو۔

ایک اللہ والے کا قصہ

ایک اللہ والے کا واقعہ یاد ہوگا کہ کسی نے پوچھا: بتایئے حضرت! کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کی مرضی کے مطابق کائنات کا سارا نظام چل رہا ہے؟ کیا؟ اتنا بڑا دعویٰ کر دیا کائنات کا نظام! آپ کی مرضی کے مطابق چل رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں پنہاں کر دیا تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ تو بھائیو! اس دنیا میں رہتے ہو یہ اللہ نے خود کہا ایک تو اللہ نے کہا وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا۝۲۸ انسان کو میں نے کمزور پیدا کیا ہے یہ مضبوط نہیں ہے، بلبلہ ہے، اتنا طاقت ور نہیں، جتنا بعض اوقات اپنے آپ کو سمجھنے لگتا ہے، اتنا بڑا نہیں

ہے جتنا بعض اوقات اپنے آپ کو سمجھنے لگتا ہے، بڑا کمزور ہے۔ میں اپنے بارے میں آپ کو بتا رہا ہوں میں کبھی کبھی اللہ سے باتیں کرتا ہوں ایک طرف تو کبھی کبھی اللہ سے کہتا ہوں: اے اللہ! تو نے خود کہا کہ انسان کمزور ہے، اور میں تو کمزوروں سے بھی کمزور ہوں، اور کمزوروں پر تو ترس کیا جاتا ہے، انسان بھی ترس کرتے ہیں، تو کیا تو کسی کمزور پر ترس نہیں کھائے گا؟ تو انسان کمزور ہے اور دنیا مصائب وآلام حوادث اور آزمائشوں کی جگہ ہے۔

ہر مصیبت میں اللہ کی طرف رجوع کریں

اب کرنا کیا ہے؟ اگر کوئی مصیبت آجائے تو اللہ پاک کی طرف رجوع کرنا ہے۔

اس کی تفصیل پہلے بتا چکا، لیکن انسان اپنی کمزوریوں کی وجہ سے بسا اوقات خالق کی طرف رجوع نہیں کرتا مخلوق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ داتا کی طرف رجوع نہیں کرتا، ان کی طرف رجوع کرتا ہے جو بھوک سے پریشان ہیں۔ اس کی طرف رجوع نہیں کرتا جس پر کوئی بیماری نہیں آتی ان کی طرف رجوع کرتا ہے جو خود بیمار ہیں۔ بہت پہلے کی بات ہے میں نے ایک دفعہ اشتہار پڑھا، ایک حکیم صاحب کے بارے میں کہ فالج کا بھی علاج کرتے ہیں۔ میں نے اشتہار پڑھا تو سوچا کہ ان کی طرف جاتے ہیں تو میں جب ان حکیم صاحب کے پاس پہنچا تو شاید ہی کوئی بیماری ہو جو حکیم صاحب کو لگی ہوئی نہ ہو! سانس وہ بڑی مشکل سے لے رہے ہیں، اور بلغم چھینک رہے تھے، ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ میں نے کہا کہ جو خود بیماریوں کا چلتا پھرتا اشتہار ہے وہ میرا علاج کیا کرے گا؟ تو انسان اس کی طرف رجوع نہیں کرتا جو بیماریوں سے پاک ہے ان کی طرف رجوع کرتا ہے جو خود بیماریوں میں مبتلا ہیں

۔یہ انسان کی کمزوری ہے، یہ پچھلی گفتگو کا حاصل تھا۔

آج کی نشست میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ان پر جادو کا اثر ہے، عملیات کا اثر ہے، یا جنات نے ان کو اپنے قابو میں کیا ہوا ہے۔

عاملوں کے پاس جانے والے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں

دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: پہلی قسم ان مریضوں کی ہے جنہیں کوئی بیماری ہوتی ہے، کوئی جسمانی بیماری، کوئی نفسیاتی بیماری، کوئی دماغی بیماری، کوئی اندرونی بیماری۔ اب عامل صاحب کی سمجھ میں تو بیماری آتی نہیں ہے، وہ دیکھتے ہیں کہ اس پر کسی کا اثر ہے، سائے کا اثر ہے، جن کا اثر ہے، کسی حاسد نے، کسی دشمن نے کسی بدخواہ نے کوئی عمل کر دیا ہے بیماری نہیں بتاتے یا تو سمجھتے نہیں، اور یا پھر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔

اچھے عاملین بھی توریہ کرتے ہیں

اور شاید میں نے یہ بات بعض اچھے اچھے عاملوں کو دیکھ کر کہی تھی کہ وہ بھی کہہ دیتے ہیں ایسے لوگوں کو کہ ان پر اثر ہے تو میں سوچتا تھا یہ تو نیک لوگ ہیں یہ کیوں ایسی بات کرتے ہیں؟ ہر ایک کو کہہ دیتے ہیں تجھ پر کوئی اثر ہے! تو مجھے خیال آیا کہ یہ ہیں تو سچے اور نیک لوگ، مگر توریہ کرتے ہیں۔ توریہ کا معنیٰ: ذو معنیٰ لفظ بولنا جس کا مطلب بولنے والے کے دل میں کچھ اور ہو اور سننے والا اس کا مطلب کچھ اور سمجھے۔

اب دیکھیں اس دنیا میں رہنے والا کوئی انسان ایسا نہیں جس پر کسی نہ کسی چیز کا اثر نہ ہو، کسی پر موسم کا اثر ہوگا، کسی پر حالات کا اثر ہوگا، کسی پر گھر کے معاملات کا اثر، کسی پر

کاروبار کے نہ چلنے کا اثر، کسی پر بیماری کا اثر، تو کوئی نہ کوئی اثر تو ہر ایک پر ہے۔ تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ آپ پر کوئی اثر ہے اور یہ بات جھوٹی نہیں ہوگی۔ اب سننے والا فوراً سمجھتا ہے کہ مجھ پر اثر ہے، مطلب یہ کہ مجھ پر جن کا اثر ہے اور مجھ پر کسی تعویذ گنڈے کا اثر ہے۔ حالاں کہ عامل صاحب کے دل میں اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔

بیمار کو بیماری کی تشخیص مطلوب ہے

اس پہلی قسم کے لوگ جن کے بارے میں اثرات کا اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے بیمار ہوتے ہیں، کسی بیماری میں مبتلا، اور بیماریاں بے شمار ہیں۔ آج کل تو نئی نئی بیماریاں دریافت ہو رہی ہیں۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی بیماری کے مبتلا کے بارے میں کہہ دیا کہ اس پر جن کا اثر ہے، اور پھر عامل نے اس بے چارے کی پٹائی شروع کی۔ یہ حقیقی واقعات ہیں ڈنڈوں سے پٹائی شروع کی حتی کہ اس کا انتقال ہوگیا، بیماری کا علاج نہیں کروایا، اور اس کے کہنے میں آ کر کہ اس پر اثر ہے اس کو علاج کی ضرورت نہیں، اور اس کا جن پٹائی ہی سے جائے گا، مار مار کر اسے موت کے منہ تک پہنچا دیا۔

چند دن پہلے میں نے اخبار میں یہ خبر دیکھی کراچی کی خبر تھی کہ ایک عامل نے جن نکالنے کے لیے ایک نوجوان لڑکی کا چہرہ جلا دیا۔ اب وہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کو میں جتنی تکلیف دے رہا ہوں، اس کو جلا رہا ہوں، اس کو مار رہا ہوں اس کو زنجیروں میں باندھ رہا ہوں اسے کچھ نہیں ہو رہا ہے، یہ تو جن کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اور مریض بے چارہ چیخ رہا ہے، چلا رہا ہے، تڑپ رہا ہے۔

دوسری قسم ”وہمی لوگ“

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو وہمی ہوتے ہیں: ان کو وہم ہو جاتا ہے کہ مجھ پر

کچھ ہے۔آپ جانتے ہیں جہالت کی وجہ سے وہم کی بیماری عام ہے،بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ کالی بلی دیکھ لیں تو وہم میں مبتلا ہوجاتے ہیں، کالا کتا دیکھ لیں تو وہم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ گھر سے نکلے اور ٹھوکر لگ گئی ،اس لیے کہ نیند کا غلبہ تھا ،آنکھیں حضرت کی بند تھیں اور اس کو وہم ہوگیا کہ آج کا دن میرے لیے اچھا نہیں ہے، اس لیے کہ گھر سے نکلتے ہی مجھے ٹھوکر لگی تھی۔تو وہم کے مریض ہوجاتے ہیں، ہوتا کچھ نہیں ہے، ایسے وہمیوں کی وجہ سے عاملوں کے مزے ہوجاتے ہیں۔جو صحیح عاملوں کے پاس جاتے ہیں وہ ناراض نہ ہوجائیں:

پیشہ ور عاملوں کی دکانیں عورتوں اور بیوقوفوں سے آباد ہیں

میں غلط قسم کے عاملوں کے حوالے سے اور بے وقوف لوگوں کے حوالے سے کبھی کبھی عرض کیا کرتا ہوں کہ پیشہ ور عاملوں کی دکانیں دو طبقوں سے آباد ہیں ایک عورتوں سے اور دوسرے بے وقوف مردوں سے۔ وہم کے مریض ہیں اور یہ عجیب نظام ہے کہ اگر بیمار اپنے آپ کو سمجھے کہ مجھے کچھ نہیں ہے، میں تندرست ہوں تو بسا اوقات اس کے لیے سخت سے سخت بیماری کا مقابلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے، اور وہی شخص معمولی سی بیماری کو سمجھتا ہے کہ بہت بڑی بیماری ہے تو چھوٹی سے چھوٹی بیماری کا مقابلہ کرنا اس کے لیے بڑا مشکل ہے۔

میں نے بعض جگہ سنا ہے اور پڑھا بھی ہے کہ سانپ کے ڈسنے سے جو بعض لوگ مرجاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ان کی اکثریت وہ ہے جو اپنے وہم کی وجہ سے مرتے ہیں، سانپ کے زہر سے نہیں۔اب اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ جب مجھے سانپ نے ڈس لیا تو اب میں بچ ہی نہیں سکتا، میں تو مر کر رہوں گا، تو مر بھی

جاتا ہے۔ بعض سانپ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا زہر خطرناک بھی ہے، لیکن ہر سانپ کا زہر خطرناک نہیں ہوتا۔ لیکن چوں کہ ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ مجھے سانپ نے ڈس لیا تو میں بچ نہیں سکوں گا، بہت سے مرتے بھی ہیں سانپ کے ڈسنے سے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کی موت یقینی طور پر واقع ہوجاتی ہے۔

تیسری قسم ''مکار لوگ''

اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو مکار ہیں، ہوتا کچھ نہیں ہے مکر کرتے ہیں، یعنی عامل کچھ نہیں کہتے ہیں خود ہی مکر کرتے ہیں کہ مجھ پر کچھ ہے، ایسے بولتے ہیں کہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں نہیں بول رہا، میرے اندر جن بول رہا ہے۔ مکاری کرتے ہوئے بول رہے ہیں کہ اسے ٹھٹھہ لے جاؤ، حالاں کہ خود ہی کہہ رہا ہے، اپنے آپ کو کہہ رہا ہے: اسے ٹھٹھہ لے جاؤ، لیکن ظاہر یہ کرر ہا ہے کہ جن بول رہا ہے: اسے لاہور لے جاؤ، اس کو دو دن کے اندر لاہور لے جاؤ۔ داتا دربار میں جاکر مانگتے ہیں۔ ہمارے ساتھی حج میں تھے انہوں نے بتایا کہ ہم نے ایک نوجوان کو قریب موبائل پر بات کرتے ہوئے سنا، لاہور میں اپنے رشتہ داروں سے بات کرر ہا تھا: مسئلہ حل نہیں ہورہا ہے وہاں دعا کردو، دو دیگیں چڑھادو تو امید ہے کہ مسئلہ حل ہوجائے، مکاری کرر ہا ہے، اس کو لے جاؤ لاہور ورنہ ہم اس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کسی جگہ رشتہ کرنا چاہتا ہے لیکن اسے معلوم ہے کہ کوئی راضی نہیں ہوگا، اب اپنے اوپر جن کو مسلط کرتے ہیں، اب جن کہہ رہے ہیں جن بول رہے ہیں کہ اس کا رشتہ وہاں کردو، ورنہ سارے خاندان کو تباہ کردیا جائے گا۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے جعلی عاملوں کے بڑے سخت خلاف تھے، بہت سے واقعات انہوں نے ان کے جھوٹ کے ان کے فریب کے بیان فرمائے۔ ان کے ایک صاحب نے بتایا کہ میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھا ہوں جس کی وجہ سے میری بیوی مجھ پر حرام ہوگئی ہے اب خاندان میں اس حرکت کو ظاہر کرتا ہوں تو زندہ نہیں رہ سکوں گا، حرکت ایسی ہوگئی ہے بیوی مجھ پر حرام ہوگئی۔ اب ہم میاں بیوی کے طور پر نہیں رہ سکتے، اب میں نے مکاری کرتے ہوئے اپنے اوپر جن کو مسلط کرلیا ہے، اور جن کو مسلط کر کے میں کہتا ہوں: اس بیوی کو طلاق دے دو ورنہ سارے خاندان کو تباہ کر دیا جائے گا۔ اب حرام تو ویسے ہی ہو چکی ہے، طلاق ظاہر ہے ہوش حواس میں نہیں دے سکتا کہ لوگ کہیں گے یہ کیا ہے؟ اب ڈرامے بازی کر کے کہ مجھ پر جنات کا قبضہ ہے، اور جنات طلاق دینے پر مجبور کر رہے ہیں، ورنہ میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ تم اس مکر کو جاری رکھو، اور جن کے قبضے کی حالت میں طلاق دے کر جان چھڑاؤ حرام تو وہ ہو ہی ہو چکی، اور اعتراف کرنے کی تمہارے اندر جرأت نہیں ہے، یہی مکر ہی ٹھیک ہے۔ تو یہ تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: بیمار ہوتے ہیں لیکن عامل ان کی بیماری نہیں بتاتا۔ وہمی ہوتے ہیں، اپنے آپ کو خواہ مخواہ سمجھتے ہیں کہ مجھ پر کچھ ہو گیا ہے اور مکار ہوتے ہیں جھوٹے، فریبی مکر کے ذریعے سے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ ہر ایک کا علاج مختلف ہے، مریض کا علاج اور ہے، وہمی کا علاج اور ہے، مکار کا علاج اور ہے۔

جعلی عاملوں کے پاس ہر شخص کا ایک ہی علاج ہوتا ہے

مگر جو جعلی قسم کے عامل ہوتے ہیں ان کے پاس ہر بیماری کا ایک ہی علاج ہے: کسی کو دھونی دیتے ہیں، کسی کی پٹائی کرتے ہیں، کسی کو کالی مرچیں، اور کسی کو کچھ۔ اور بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر یہ عامل غلط ہیں تو پھر ان کے پاس جانے والوں کو شفا کیسے حاصل ہو جاتی ہے؟ ان کا مسئلہ کیسے حل ہو جاتا ہے؟

جعلی عاملوں کے ذریعے شفا ہو جانے کی ایک وجہ استدراج ہے

یہ اشکال بہت سے لوگوں کو ہوتا ہے، یہ جو شفا ہوتی ہے یا تو اس کی وجہ استدراج ہے، اللہ پاک کسی کو مہلت دے دیتے ہیں، اللہ پاک بعض اوقات کافر کے ہاتھوں پر بھی کسی کو شفا دے دیتے ہیں، یہ مہلت دیتے ہیں، جیسے ہم اپنے مسلمان عاملوں کے پاس جاتے ہیں تو ہم میں سے بعض کو شفا حاصل ہو جاتی ہے، اسی طریقے سے ہندو اور عیسائی اور دوسرے غیر مسلم اپنے عاملوں کے پاس، اپنے مذہبی رہنماؤں کے پاس، اپنے بتوں کے پاس دیویوں اور دیوتاؤں کے پاس جاتے ہیں تو ان کو شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ تو کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان بتوں کے ہاتھ میں شفا ہے؟ ان دیویوں اور دیوتاؤں کے ہاتھ میں شفا ہے؟ غیر مسلم جوگیوں کے ہاتھ میں شفا ہے؟ نہیں! یہ استدراج ہے، اور مہلت کی وجہ سے بعض لوگوں کو شفا مل جاتی ہے۔

دوسری وجہ شیطانی تصرف ہے

اور اس کی دوسری وجہ شیطانی تصرف ہے، جیسے رحمٰن اپنے بندوں کا دوست ہے اور ان کے مسائل حل کرتا ہے، شیطان اپنی اتباع کرنے والوں کا دوست ہے۔ اور

جو اللہ نے اس کو طاقت دی ہے اس کے ذریعے سے ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تا کہ وہ اپنے کفر اور شرک پر یا اپنی غلط حرکات پر مزید مضبوطی سے جم جائیں شیطان ان کے لیے کچھ کرتا ہے تو شیطانی تصرف ہوتا ہے۔

تیسری وجہ بیماری کا تکوینی اختتام ہے

اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ہر بیماری کا ایک وقت متعین ہے، وہ آپ نے سنا ہوگا نزلہ اور زکام کے حوالے سے ایک جملہ مشہور ہے کہ نزلے کا اگر علاج کریں تو تین دن میں شفا حاصل ہو جاتی ہے، علاج نہ کریں تو بھی تین دن میں شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اللہ کی طرف سے ہر بیماری کے لیے ایک وقت متعین ہے، ہر امتحان کا ایک وقت متعین ہے، اب وقت متعین پر جب وہ بیماری دور ہو جاتی ہے وہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے عامل اور بابے کے ذریعے مسئلہ حل ہوا، حالاں کہ وہ مسئلہ اللہ کی طرف سے حل ہوا ہے، اللہ کے ہاں اس بیماری کا یہ وقت متعین تھا، اور اس بیماری کو دور ہونا تھا۔ اب اتفاق سے اس نے عمل بھی کروالیا۔ شفا حاصل ہوگئی اب نسبت کر رہا ہے عامل کی طرف۔

لوگ اچھائی کی نسبت غیر اللہ اور برائی کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں

اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگر لوگوں کا مسئلہ حل ہو جائے تو نسبت کرتے ہیں عامل کی طرف، دربار کی طرف، قبر کی طرف، پیر کی طرف، شیخ کی طرف، اور اگر مسئلہ حل نہ ہو تو نسبت کرتے ہیں اللہ کی طرف، کہتے ہیں اللہ کو یہی منظور تھا۔ فتح ہوگئی تو کہا: عامل کے عمل کا کمال ہے۔ شکست ہوئی تو کہہ دیا: اللہ کو یہی منظور تھا۔

صحت ہوگئی عامل کی طرف نسبت، بیمار رہے اللہ کی طرف نسبت۔ پریشانی دور ہوگئی تو عامل کا کمال، اور پریشانی دور نہ ہوئی تو اللہ کا کام۔ کتنی ناانصافی ہے کہ کامیابی کی نسبت انسان کی طرف، اور ناکامی کی نسبت معاذ اللہ! اللہ کی طرف۔ یہ جو کہتے ہیں کہ اللہ کو یہی منظور تھا، اس میں کیا چیز ہے! یعنی ناکامی اللہ کو منظور، کامیابی عامل کے عمل کا کمال۔ تو یہ جو اشکال ہوتا ہے کہ لوگوں کو شفا کیسے حاصل ہوجاتی ہے تو اس کی ایک وجہ تو استدراج، دوسری وجہ شیطانی تصرف، تیسری وجہ اللہ کی طرف سے اس بیماری کا وقت متعین تھا۔

چوتھی وجہ خفیہ طریقے سے دوائی دینا ہے۔

اور چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ بعض عامل دوا دیتے ہیں لیکن اپنے عمل کے پردے میں یہ نہیں کہتے ہیں کہ یہ دوا ہے، کہتے ہیں: یہ عمل ہے، حقیقت میں وہ بیماری کی دوا دے رہے ہیں، مگر دوا کے دینے کو ظاہر نہیں کرتے۔ پانی میں کچھ ملا دیا، تیل میں کچھ ملا دیا، کوئی اور چیز کہہ دی: لے آؤ میں دم کردوں گا، دوا ملا دی، کہا کھلا دو، شفا مل گئی۔ تاکہ لوگوں کا ذہن اس طرف نہ جائے اور ذہن اس طرف رہے کہ وہ عامل کے عمل سے ہوا ہے۔

جنات، موکلات اور جادو

ایک سوال یہ اٹھایا گیا تھا کہ جنات اور مؤکلات اور جادو حقیقت ہے یا افسانہ؟ موکلات کیا چیز ہے؟ واللہ اعلم بالصواب! میں نے جہاں تک تحقیق کی، اور خود عاملوں سے بھی پوچھا کہ لوگو! یہ موکل ہے کیا چیز یہ تو بتاؤ! تو بعض کہتے ہیں کہ یہ جن

ہیں، بعض کہتے ہیں کہ کوئی فرشتہ ہوتا ہے، اللہ اس کے ذمے لگا دیتے ہیں کہ تم یہ کام کرو اس کا، یہ مختلف باتیں ان کے اندر پائی جاتی ہیں یہ بھی وہ عامل ہیں جو کچھ خدا خوفی دل میں رکھتے ہیں تو وہ اس طرح کی بات کرتے ہیں، وگرنہ بہت سے تو ایسے بھی ہیں جو اپنے قبضے میں غیبی طاقتوں کے ہونے کے دعوے کرتے ہیں کہ میرے قبضے میں بعض غیبی طاقتیں ہیں، ان کے ذریعے سے میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ اور لوگ یقین رکھتے ہیں کہ واقعی اس کے قبضے میں غیبی طاقتیں ہیں چنانچہ یہ غیب کی خبریں بھی بتا سکتے ہیں، اور دور سے کسی کو اٹھا کر بھی لا سکتے ہیں، اور گھر کے کونے کھدرے میں چھپے ہوئے تعویزات بھی نکال سکتے ہیں، اور دشمن کی گردن کو تڑوا بھی سکتے ہیں۔ جہاں تک جنات کا تعلق ہے قرآن میں ان کا ذکر ہے۔ جادو کا جو تعلق ہے تو قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ تو ہم جنات کو بھی مانتے ہیں اور جادو کو بھی مانتے ہیں کہ جادو ہے۔

جنات، جادو اور ان کے اثرات سے انکار ممکن نہیں۔

اور یہاں یہ بھی عرض کر دوں: گزشتہ درس میں کچھ لوگ آئے تھے، کہا کہ ہم تو نہیں مانتے کہ جادو کی کچھ حقیقت ہے، جنات موجود ہیں! مولوی صاحب نے کیسے کہہ دیا؟ تو بھائی! جو میرا ناقص مطالعہ ہے میں اس کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں کہ جنات اور جادو کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا، نہ اس کے وجود سے انکار کر سکتے ہیں نہ ان کے اثرات سے انکار کرتے ہیں۔ اور نہ ان کے علاج سے انکار کرتے ہیں۔ یہ تینوں چیزیں حقیقت ہیں۔ جنات کا وجود ہے، سحر کی حقیقت ہے۔ ان کے اثرات بھی ہوتے ہیں۔ اور تیسری چیز ان کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں

ایسی ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اور یہ جو سوچ ہے کہ فلاں پر جنات مسلط ہو گئے ہیں، یہ چیز ایسی ہے کہ قابل غور ہے: ہمارا تجربہ تو وہ ہے جو عرض کیا کہ ایسے لوگوں کی اکثریت یا تو بیمار ہوتے ہیں یا مکار ہوتے ہیں یا وہمی ہوتے ہیں، اور بسا اوقات عامل اپنی دکان کو چمکانے کے لیے اپنے وہم میں مزید پختہ کردیتے ہیں۔

جادو شکن عاملوں اور بابوں کے پاس جانا

دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا جادو شکن عاملوں اور بابوں کے پاس جانا جائز ہے؟ پہلا جواب یہ ہے کہ اس عقیدے سے جانا کہ ان کے پاس علاج ہے، جس کے ذریعے سے یہ میرا مسئلہ حل کردیں گے، یہ بالکل غلط ہے۔

اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے

کسی انسان کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے اس کائنات کا نظام چلانے والا اللہ ہے، بیماری دینے والا بھی اللہ اور شفا دینے والا بھی اللہ۔ امیری عطا کرنے والا بھی اللہ، اور فقیری میں رکھنے والا بھی اللہ۔ اولاد دینے والا بھی اللہ اور اولاد لینے والا بھی اللہ۔ اس کائنات کا ایک پتا تک ہل نہیں سکتا جب تک اللہ نہ چاہے۔ ایک ذرہ اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے، کسی بیمار کو شفا نہیں مل سکتی جب تک کہ اللہ نہ چاہے، کسی کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔ تو کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں، اس کو صاحب اختیار سمجھ کر اس کے پاس جانا یہ شرکیہ عقیدہ ہے، یہ عقیدہ توحید نہیں ہے۔

عاملوں کو عالمِ غیب سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سوچ کے تحت عاملوں کے پاس جانا کہ اسے علم غیب حاصل ہے اور غیب کی خبریں بتا سکتے ہیں، یہ بھی مشرکانہ سوچ ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ

غیب کی ساری چابیاں اللہ کے پاس ہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا اور درخت پر کوئی پتا گرتا ہے اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے: (وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ) اور زمین کی تاریکی میں دانہ ڈالتا ہے اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے: (وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ) پھر تازہ اور خشک چیز کا علم اللہ کو ہے۔ تو کسی عامل کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے اور وہ غیب کی خبریں نہیں بتا سکتا۔

صحیح مسلم کی روایت

صحیح مسلم میں روایت ہے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَتٰى عَرَّافًا يَسْئَلُهُ عَنْ شَيْءٍ لَا تُقْبَلُ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

عراف جسے آپ جانتے ہیں: یہ عرفان سے ہے۔ عرفان کا معنی ہے: پہچاننا، یہ وہ لوگ تھے جو غیب کے جاننے کا دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بتا سکتے ہیں:

کاہن کے پاس جانے والے کی چالیس روز تک عبادت قبول نہیں ہوتی

گمشدہ چیز کہاں ہے؟ گمشدہ انسان کہاں ہے؟ یہ دعویٰ تھا ان کا۔ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جو کسی عراف کے پاس آیا، اور اس سے اس نے غیب کے

بارے میں سوال کیا تو اس کی چالیس راتوں تک نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

کہاں آقا ﷺ کا فرمان اور کہاں ہمارا عمل! ایسے لوگ بے شمار ہیں جو بعض عاملوں کے پاس جاتے ہیں۔ اور سوچ یہ ہے کہ یہ غیب کی خبریں جانتے ہیں، اور چوری کا مال برآمد کرا سکتے ہیں، یہ بتا سکتے ہیں۔ اور آقا ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو ایسے شخص کے پاس گیا اور ان سے کچھ سوال کیا تو چالیس راتوں تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

اور دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا اَوْ سَاحِراً اَوْ کَاھِناً یُؤْمِنُ بِمَایَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فرمایا کہ جو شخص کسی عراف کے پاس گیا، یا جادوگر کے پاس گیا، یا کاہن کے پاس گیا اور اسے ان کی باتوں پر یقین ہے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں اس شخص نے اس وحی کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی وہ قرآن کا منکر ہے، وہ ایسے کے پاس جاتا ہے اور ان کی باتوں پر یقین رکھتا ہے۔

عاملوں کے شرمناک ہتھکنڈے

تیسری بات یہ کہ جانا جائز ہے یا نہیں؟ میری مائیں بہنیں بیٹیاں سن لیں کہ کسی محرم کے بغیر ان عاملوں کے پاس جانا یہ بالکل غلط ہے، انتہائی شرم ناک ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں۔ بعض اوقات خواتین سے صاف طور پر باتوں باتوں میں ان کی کمزوریاں معلوم کر لیتے ہیں۔ ان کی زندگی کی غلطی معلوم کر لیتے ہیں پھر بدبخت

ان کو بلیک میل کرتے ہیں، ان کو بدکاری پر مجبور کرتے ہیں، بعض اوقات ان کی تصویریں لے لیتے ہیں، اس کے ذریعے سے ان کو بلیک میل کرتے ہیں۔ اور بعض اپنے ہوس کی پیاس ان سے بجھاتے ہیں۔ یہ کس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں! یہ میں تصدیق شدہ بات بتا رہا ہوں یہ اس عامل صاحب کی میں نے خود کیسٹ سنی کہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خواتین کو ننگا کر کے معاذ اللہ! چیک کرتے ہیں۔

تو لاہور کے ایک عامل صاحب نے ان کا مرید بن کر ان سے سوالات کیے اور پھر سارے جوابات ٹیپ کیے، اور اس کیسٹ کو عام کیا۔ بہت سے علماء کے پاس بھیجا، تحریری طور پر بھی اس کو شائع کیا، اس میں وہ عامل صاحب اپنے عمل کا دفاع کر رہے ہیں کہ میں یہ کیوں کر رہا ہوں! کہتے ہیں کیا ڈاکٹر چیک نہیں کرتے سارے جسم کو کھول کر؟ اگر اندر کے جسم میں بیماری ہو تو چیک نہیں کرتے، اگر ان کو چیک کرنے کا اختیار ہے تو مجھے بھی اختیار ہے! اور ساتھ وہ استدلال کر رہے ہیں معاذ اللہ! قرآن سے، کہہ رہے ہیں کہ کیا جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے دامن میں پھونک نہیں ماری تھی، ان کی شرم گاہ میں دم نہیں کیا تھا؟ اگر جبرائیل امین کو یہ اختیار ہے تو مجھے بھی یہ اختیار ہے۔ یہ میں نے خود سنا۔ تو خواتین کو کسی محرم کے بغیر ایسے عاملوں کے پاس جانا بالکل غلط ہے۔

عاملوں سے ضرر رسائی عملیات کروانا

چوتھا سوال ایسے عاملوں کے پاس جانا تا کہ ان کے ذریعے سے کوئی ایسا عمل کروایا جائے جس کے ذریعے سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا جائے یہ غلط ہے، میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑ جائے، گھر کا امن وسکون تباہ ہو جائے، یا کسی کو

کوئی بیماری لاحق ہوجائے، یا ان کا رشتہ نہ ہو، اس طرح کے عملیات کروانے کے لیے کسی عامل کے پاس جانا یہ حرام ہے۔ کسی بھی مسلمان کو کوئی نقصان پہنچانا یہ غلط ہے، اور یہ یہودیوں کا طرزِ عمل ہے۔

ضرر رسائی کیلئے تعویز گنڈے کرنا یہود کا عمل ہے

میں نے بتایا یہودی یہ عمل کرتے تھے کہ عاملوں سے ایسا عمل کرواتے ہیں جن کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑ جائے، گھر میں جھگڑے کھڑے ہوجائیں۔

آیات قرانیہ گھول کر پینا

اور تیسرا سوال جو کیا گیا وہ یہ کہ آیات قرآنیہ گھول کر پینا یہ جائز ہے؟ عرض یہ ہے میرے بھائیو اور بہنو! کہ اللہ نے اپنا کلام اس لیے نازل نہیں کیا کہ قرآنی آیات تعویزوں اور کاغذوں پر لکھ کر گھول گھول کر پیا جائے، اللہ نے اس لیے نازل نہیں کیا اپنا کلام۔ یہ تو ہمارے دل کی بیماریوں کے لیے شفا کے طور پر نازل ہوا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۙ

(سورۃ یونس 57، پارہ 11)

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی، اور ایسا نسخہ آ گیا، ایسی دوا آگئی جو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے" اللہ کہہ رہا ہے: دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے، دل کی بیماریاں: کفر، شرک، منافقت، بخل، حرص، ہوس،

تکبر، حب جاہ، حب مال، یہ کتنی بیماریاں ہیں دل کی، اللہ کہہ رہا ہے: ایسی بیماریوں کے لیے شفا ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں! یہ بلغم کے لیے شفا ہے، اور قرآن بخار کے لیے شفا ہے۔ اور قرآن سر درد کے لیے شفا ہے۔ چناں چہ گھول گھول کر تو پی رہے ہیں بلکہ بعض نے پورا قرآن گلے میں لٹکا رکھا ہے، پورا قرآن چھوٹے چھوٹے نسخے تاکہ بخار سے، سر درد سے، جوڑوں کے درد سے، بلغم سے، اور بلڈ پریشر سے، شوگر سے شفا مل جائے۔ لیکن قرآن پر عمل نہیں کرتا تاکہ منافقت سے، حسد سے، بغض سے، کینے سے، بخل سے، تکبر سے شفا نہ مل جائے۔

اللہ نے کس مقصد کے لیے اتارا، مسلمان اس عظیم کلام کو کس مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ میں انکار نہیں کرتا اس بات سے کہ اللہ کا کلام پڑھنے سے بعض اوقات جسمانی بیماریوں سے شفا مل جائے۔ سورۃ فاتحہ کو نبی اکرم ﷺ نے سورۃ الشفاء کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سانپ سے ڈسے ہوئے ایک فرد پر سورہ الفاتحہ کو پڑھ کر دم کیا، اللہ نے اس کو شفا عطا فرمائی۔

قرآن کا مقصد جسمانی نہیں روحانی بیماری سے شفا ہے

لیکن قرآن کا مقصد نزول جسمانی بیماریوں سے شفا نہیں، روحانی بیماریوں سے شفا ہے۔ عملی بیماریوں سے شفا ہے، نظریاتی بیماریوں سے شفا ہے، اخلاقی بیماریوں سے شفا ہے۔ تو جو مقصد نزول تھا وہ تو ہم نے بھلا دیا اور اسے دوسری چیزوں کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اگر ہر بیماری کے لیے صرف قرآن پڑھنا ہی کافی ہوتا تو ہمارے آقا حضرت محمد

ﷺ جڑی بوٹیوں سے علاج کی تاکید نہ فرماتے، جبکہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جڑی بوٹیوں سے علاج کرنا سکھادیا، طب نبوی ایک مستقل باب ہے، احادیث کی کتابیں دیکھیے: جیسے آپ کو وہاں وضو کا باب ملے گا، استنجے کا باب ملے گا، نماز کا باب ملے گا اور زکوٰۃ کا باب ملے گا اور جہاد کا باب ملے گا، تو وہاں پر آپ کو یہ باب بھی ملے گا کہ حضور ﷺ بیماریوں کا علاج کیسے تجویز فرماتے تھے؟ ہم سب قربان جائیں ہماری نسلیں، نسلوں کی نسلیں، آقا ﷺ کی قدموں کی خاک پر قربان جائیں کہ آقا ﷺ کی زبان سے اس وقت جن بیماریوں کا علاج بیان ہوا آج ماہرین طویل تحقیقات کے بعد اس کے نتائج اور ان کی حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

جسمانی بیماریوں سے بچنے کی تدبیر

اپنی جو تحقیق ہے اور جو مختلف حکیموں اور ڈاکٹروں سے جو بات ہوئی تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جسمانی بیماریوں سے بچنے کے موثر طریقے دو ہیں۔: ایک سادہ زندگی، اور دوسرے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کی اتباع، عمامہ رکھنے میں شفا ہے، ٹوپی رکھنے میں شفا ہے، داڑھی میں شفا ہے۔ یہ عام چیزیں ہیں، وضو میں شفا ہے، منہ دھونے میں شفا، مسواک کرنے میں شفا ہے، ہاتھ سے کھانا کھانے میں شفا ہے۔

ہاتھ سے کھانا کھانے میں شفا ہے

ایک ایسے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی جو آرمی میں بہت بڑے ڈاکٹر ہیں اندازہ لگائیں کہ ساٹھ ستر ڈاکٹران کے ماتحت کام کرتے ہیں، میں تو حیران رہ گیا اس شخص سے مل کر ایک پروگرام میں جانا ہوا تو ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے

بتایا کہ ہاتھ سے کھانا کھانے میں کئی بیماریوں کا علاج ہے، اور چمچے سے کھانے میں کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں انہوں نے بتایا کہ اگر ہیپا ٹائٹس کا مریض چمچ استعمال کرے اور پھر اس چمچ کو آپ آگ میں ڈال کر صاف کرلیں تو اس کے جراثیم اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں، کہ ختم نہیں ہوتے تو دوسرا شخص جب وہ چمچ استعمال کرے گا تو جراثیم اس کی طرف منتقل ہوجائیں گے، دھونا صابن سے ہو یا کیمیکل سے ہو یہ الگ بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایک گھنٹے تک ڈالا جائے تو اس کے جراثیم ختم نہیں ہوں گے اور ہاتھ سے کھانے میں کئی بیماریوں سے شفا ہے کہ ہاتھ سے جو کھانا کھاتا ہے تو اللہ پاک ان بیماریوں سے اسے بچاتے ہیں۔

ڈرپ اور انجکشن سے بچیں

اسی طریقے سے آپ کی صحت کے لیے عرض کررہا ہوں انہوں نے بتایا کہ حتی الامکان انجکشن اور ڈرب سے بچو یہ بھی ڈاکٹروں نے عام کردیا لوٹ مار کا ذریعہ۔ دوقسم کے لوگ لوٹ رہے ہیں: ڈاکٹر اور جعلی عامل۔ تو ڈرپ اور انجکشن سے بچو! یہ جتنے مشروبات ہیں: یہ پیپسی، یہ کوکا کولا، یہ مرنڈا یہ سب بیماریاں ہیں کسی کو ان باتوں پر یقین نہیں آئے گا، لیکن یہ حقیقت ہے۔ یہ مشروبات، یہ برگر، یہ دوسری چیزیں مغرب سے آئی ہوئی جسمانی اعصابی اور ذہنی بیماریاں پیدا کرتی ہیں ان میں شفا نہیں ہے۔ معدے کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

حقیقی شفا تلاوت قرآن اور اتباعِ سنت نبوی ﷺ میں ہے

جتنا زیادہ آپ نبی ﷺ کی اتباع کریں گے نبی ﷺ کی سنتوں کی اتباع

کریں گے سادہ زندگی گزاریں گے، اللہ پاک شفا عطا فرمائیں گے۔نہیں کرنا چاہتے تو آپ کی مرضی! بہت سے لوگ تو ایسے ہیں کہ ان کا دل چاہتا ہے، آؤ بیماری! مجھے لگ جاؤ، آبیل! مجھے مار۔تو یہ کہ قرآن کو اللہ نے جسمانی بیماری کی شفا کے لیے نازل نہیں کیا، روحانی، عملی، اخلاقی بیماریوں کی شفا کے لیے اللہ نے نازل کیا۔ قرآن کے مقصد نزول سے مذاق نہ کریں، جسے قرآن کے پڑھنے سے شفا نہیں ملتی وہ گھول گھول کر پی جائے تب بھی اسے شفا نہیں ملے گی۔

جنات کفار کو تنگ کیوں نہیں کرتے

ایک سوال یہ کیا گیا کہ کفار کو جنات تنگ کیوں نہیں کرتے؟ سارے جن ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ یہ انگریزوں کے پیچھے کیوں نہیں پڑتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شاذ و نادر واقعات تو ایسے بھی پیش آتے ہیں کہ جن میں غیر مسلموں کو بھی جنات تنگ کرتے ہیں، ان کے ہاں بھی یہ چیزیں پائی جاتی ہیں، ان کا کلی طور پر انکار نہیں کیا جاسکتا، وہاں بھی اس قسم کے کیس پیش آتے ہیں، مگر بہت کم۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کون سی بیماری ہے؟ جسمانی بیماری ہے، نفسیاتی بیماری ہے یا دماغی بیماری ہے، کون سی بیماری ہے؟ اکثر لوگ اس کو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر واقعے کے پیچھے جن کا ہاتھ تلاش نہیں کرتے، لیکن ہمارے ہاں ایک افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ بعض مذہبی لوگوں نے ذاتی مفادات کی خاطر مذہب کی آڑ لے رکھی ہے، اپنی دکان چلانا چاہتے ہیں، مگر مذہب کی آڑ میں، لوگوں کو وہمی بنادیا، ہر ایک کو کہہ دیتے ہیں تجھ پر جنات کا اثر ہے، تجھ

پر جادو کا اثر ہے۔ حالاں کہ مقصد ان کا اپنا ذاتی مفادات، اپنی ذاتی دکان کو چلانا ہے، یہ بھی بہت بڑے عامل ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا: آپ صدارت کریں آپ کی صدارت میں آپ کے خلاف تقریر کروں گا۔ ہمارے قاری عبدالرحمن صاحب، تو مجھے بھی داد دیجیے کہ ان کی موجودگی میں یہ حقائق بیان کررہا ہوں، تو اللہ نے قرآن میں فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

(سورۃالتوبۃ34،آیت10)

اے ایمان والو: بہت سے مولوی اور بہت سے صوفی لوگوں کے مال کھاتے ہیں ناجائز طریقے سے وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ خدا کی قسم! یہ پیٹ پرست لوگ لوگوں کو اپنی خانقاہ کا راستہ بتاتے ہیں، اپنی دکان کا راستہ بتاتے ہیں، اپنے گھر کا راستہ بتاتے ہیں، مزار کا راستہ بتاتے ہیں لیکن اللہ کا راستہ نہیں بتاتے کہ جاؤ بد بختو! ہم سے نہ مانگو، اللہ سے مانگو۔

اللہ کو چھوڑنے والوں کے ساتھ معاملہ

ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک ملنگ کو دیکھا، ایک پیر کو دیکھا وہ ننگا رہتا ہے۔ اس سے کسی نے پوچھا: تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ جو اللہ کے دربار کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہیں ان کا علاج یہی ہے۔ اللہ کہہ رہے ہیں کہ جو لوگوں کے اموال کھاتے ہیں ناجائز طریقے سے، اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ ارے جو لینا ہے ہم سے لے لو اللہ کے دربار میں جانے کی ضرورت

نہیں ہے۔اس سوال کا جواب دے رہا تھا کہ کفار کو جنات تنگ کیوں نہیں کرتے۔

سحر، سایہ، بندش اور اثرات کی حقیقت

پانچوں سوال یہ ہے کہ سحر اور سایہ، بندش اور اثرات، اس میں کتنا جھوٹ ہے اور کتنا سچ؟ جو میرا ناقص تجربہ ہے ساڑھے ننانوے فیصد جھوٹ ہے، سو میں آدھا فیصد سچ ہو تو بڑی بات ہے، حقیقت کچھ اور ہوتی ہے لیکن بتادیا جاتا ہے۔: یہ بندش ہے ہیہ اثر ہے، یہ سحر ہے، یہ سایہ ہے۔حقیقت نہیں بتائی جاتی۔

لڑائی، جھگڑے پریشانیوں کا حقیقی سبب

چھٹا سوال یہ ہے کہ گھر گھر میں لڑائی جھگڑے ذہنی اور مالی پریشانیوں کا حقیقی سبب کیا ہے؟ حقیقی سبب اللہ کی نافرمانی ہے اور رسول اکرم ﷺ سے بغاوت اور بے وفائی ہے، ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی کی تو پریشانیوں نے ہمارے گھر کا راستہ دیکھ لیا۔

بداخلاقی، زبان درازی

اسی طریقے سے ان کا سبب بداخلاقی ہے، حرص وہوس ہے، بڑا سبب زبان درازی ہے، بعض اوقات شوہر زبان سوچ سمجھ کر استعمال نہیں کرتا، بعض اوقات بیوی زبان کا غلط استعمال کرتی ہے، یہ گھر میں لڑائی جھگڑوں کی فصل کاشت کرنے کا سبب ہے ایسے ہی نہیں فرمادیا میرے آقا ﷺ نے کہ لوگوں کے دوزخ میں جانے کا بڑا سبب یہ زبان ہوگی، بہت سے لوگ اس زبان کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

دو چیزوں کی ضمانت

ایسے ہی نہیں فرمایا آقا ﷺ نے مجھے تم دو چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں ایک شرم گاہ کی حفاظت، دوسرے زبان کی حفاظت۔ اسی طریقے سے اب کاروباری حالات جو ہوتے ہیں: بعض اوقات عالمی حالات ایسے ہیں، بعض اوقات ملکی حالات ایسے ہوتے ہیں، بعض اوقات بے برکتی کا سبب سودی کاروبار ہوتا ہے۔ حرام کا کاروبار ہوتا ہے، بعض اوقات مالی پریشانیوں کا سبب اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے کی ہوس، ہم میں سے ہر ایک اپنے معیار زندگی کو بلند کرنا چاہتا ہے، مہنگائی اپنی جگہ، بے روزگاری اپنی جگہ، کاروباری رکاوٹیں اپنی جگہ، لیکن ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے معیار زندگی کو بلند سے بلند تر کرنا چاہتا ہے۔

عبرت کی بات

ایک عبرت کی بات بتا رہا ہوں مجبوراً فقیری کی زندگی گزارنا کمال نہیں ہے، اختیاراً فقیری کی زندگی گزارنا محمد مصطفی ﷺ کی سنت ہے۔ آج جس ڈاکٹر کا ذکر کر رہا ہوں مجھے تعجب ہوا، انہوں نے کہا کہ اس شخص کو حکومت کی طرف سے بنگلہ بھی دیا گیا، کار بھی دی گئی ہے، لیکن یہ نہ بنگلہ استعمال کرتا ہے، نہ کار استعمال کرتا ہے، یہاں کرائے کے مکان میں رہتا ہے، اور موٹر سائیکل پر آتا جاتا ہے۔ میں نے کہا یہ ہے نبی ﷺ کی سنت خود فقیری کو اختیار کرنا، اپنے لیے فقیری والی زندگی پسند کرنا۔ سرمایہ دارانہ زندگی پسند نہ کرنا بڑے امتحان کی بات ہے، بڑا کٹھن معاملہ ہے وہی کر سکتا ہے جو ایمان اور تقوے کے اعتبار سے بڑا مضبوط ہوگا۔

برے اثرات اور جنات سے بچاؤ

آخری سوال تھا ہر قسم کے برے اثرات اور جنات سے بچاؤ کا صحیح علاج کیا ہے؟ یہ ہمارے پورے درس کا خلاصہ ہے۔ یاد رکھیے کہ صحیح علاج مضبوط ایمان ہے۔ دل میں یہ یقین رکھیں اللہ کے حکم کے بغیر میرا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، کوئی جادوگر، کوئی عامل، کوئی جن، کوئی دیو، کوئی دیوی، میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک اللہ کا حکم نہ ہو۔ ارے جب اللہ کہتے ہیں:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

(سورۃ یونس 107، پارہ 11)

جب اللہ کہتے ہیں:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ

(آلِ عمران 26، پارہ 3)

اور جب اللہ کہتے ہیں:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾

(سورۃ الشعراء 80، پارہ 19)

جب میں بیمار ہوتا ہوں شفا اللہ دیتا ہے۔

ہمیں کیوں نہیں یقین آتا اللہ کے کام پر؟ اور اللہ یہ حقائق بھی بیان کرتا ہے اور پھر قسمیں کھا کھا کر اللہ کہتا ہے: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں میرے بندو! سچ کہہ رہا ہوں۔ قسمیں کھا کر اللہ کہتا ہے: جھوٹ نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا: اگر کوئی مہربان باپ بگڑی ہوئی اولاد سے کہے: او بیٹا! اللہ کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں جھوٹ نہیں بولتا، اور اولاد کو پھر بھی یقین نہ آئے تو ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ اور الٰہُ العالمین کہے مخلوق سے، ارے! میں جو کہہ رہا ہوں سچ ہے۔

توبہ واستغفار اور مسنون وظائف

تیسری چیز توبہ استغفار ہے۔ یہ استغفار بہت سی بیماریوں سے، پریشانیوں سے شفا دیتا ہے۔

چوتھی چیز مسنون وظائف نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں: دعائیں، وظائف اور اذکار۔

معوذتین کا اہتمام

اور پانچویں چیز معوذتین کا اہتمام ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝'' یہ زیادہ پڑھے یقین کے ساتھ۔ میں اکثر عرض کرتا ہوں کہ اثر اور فائدہ خوب صورت دعا سے نہیں ہوتا، اثر اور فائدہ مضبوط یقین اور ایمان سے ہوتا ہے۔ جو شخص مضبوط ایمان اور یقین کے ساتھ بسم اللہ بھی پڑھ دے اللہ اس کو شفا دے دیں گے۔ اور اگر خوب صورت الفاظ پر مشتمل دعا ہے، اور دل یقین سے خالی ہے تو فائدہ نہیں۔

دعا سے بڑا عمل تعویذ نہیں

اور آخری چیز سب سے بڑا عمل اور سب سے بڑا تعویذ دعا ہے، اس سے بڑا عمل کوئی نہیں۔ تم ان بازی گروں کے پاس جاتے ہو جن بازی گروں کی نظر تمہاری مصیبت اور پریشانی پر نہیں جیب پر ہے۔ ان سے کہتے ہو کہ ہمارے لیے مانگو! ہمارے لیے عمل کرو! جو دکھ درد تمہارے دل میں ہے وہ عامل کے دل میں نہیں ہوتا۔ میرا بیٹا بیمار ہے، میری بیٹی بیمار ہے، میرے گھر میں پریشانی ہے۔ جو تڑپ اور جو سوگ میرے دل میں ہے وہ میری دعا میں ہوگا۔ عامل کی دعا میں نہیں ہوگا اور اللہ کہتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ

(سورۃ النمل 62، پارہ 20)

جب کوئی مجبور شخص ستایا ہوا شخص اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ ہی قبول کرتا ہے، اور اللہ ہی اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔

اور مبارک مہینہ آرہا ہے، یہ دعا کا مہینہ ہے۔ اللہ سے خود مانگیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اس مہینے میں خوب قرآن کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے اور سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان کا مہینہ اس طریقے سے گزارنے کی توفیق دے کہ اللہ پاک ہم سے راضی ہو جائے۔ اور اللہ پاک ہماری گردنوں اور پوری امت کی گردنوں کو جہنم سے بچائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سیلاب
ابتلاء یا بلاء

ازافادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- سیلاب اور زلزلے کیوں آتے ہیں؟
- کیا واقعی ہم اتنے گناہ گار ہیں کہ ہم پر اللہ کا عذاب نازل ہو؟
- سیلاب حوادث کا نشانہ صرف غرباء کیوں بنتے ہیں؟
- زمینی اور آسمانی آفات کی صورت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟
- زمینی مصیبت زدہ بھائیوں کے لئے ہم کیا کرسکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ
الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیۡنَ
اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ؕ

(سورۃ البقرۃ آیت 156، پارہ 2)

وَمَاۤ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَیَعۡفُوۡا
عَنۡ کَثِیۡرٍ ﴿ؕ۳۰﴾ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۚۖ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ
دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ﴿۳۱﴾

(سورۃ الشورٰی آیت 30-31، پارہ 25)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

قابلِ احترام بزرگو اور دوستو! گفتگو سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں کہ بلاء کا لفظ اردو میں مصیبت و پریشانی کے لئے آتا ہے لیکن عربی میں بلاء کا لفظ ابتلاء

اور آزمائش کے لئے بھی آتا ہے اور بلاء مصیبت کے لئے بھی آتا ہے۔

ابتلاء اور بلاء کا تقابل

اشتہار میں جو عنوان دیا گیا سیلاب ابتلاء یا بلاء تو ابتلاء یا بلاء کو مقابلے کے طور پر لایا گیا یہ اردو زبان کے اعتبار سے ہے، ورنہ عربی زبان کے اعتبار سے خود بلاء کا لفظ یہ ابتلاء اور امتحان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور مصیبت اور عذاب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے پارہ میں ہی جہاں بنی اسرائیل پر ان کے مظالم کے بارے میں فرمایا؛

وَيُذَبِّحُونَ اَبْنَآءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَ كُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 49 پارہ 1)

کہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اس میں تمہارے لئے بہت بڑی بلاء تھی۔

مفسرین یہاں لکھتے ہیں کہ دو معنیٰ ہو سکتے ہیں پہلا معنیٰ یہ کہ اس میں تمہارے لئے بہت بڑی مصیبت تھی دوسرا معنیٰ اس میں تمہارے لئے بڑی آزمائش تھی۔

دنیا کا اصل تعارف

اس وضاحت کے بعد موضوع پر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ یہ دنیا ابتلاء کی جگہ ہے، اس دنیا کا اصل تعارف یہ ہے کہ یہ دارالابتلاء ہے۔ آزمائش کا گھر، ابتلاء کا گھر ہے۔ چنانچہ اللہ پاک سورۃ الملک کی ابتداء میں فرماتے ہیں:

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

(سورۃ الملک آیت نمبر 2 پ 29)

وہ اللہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کون تم میں سے اچھا عمل کرتا ہے۔

اسی طریقے سے سورۃ الکہف کی آیت ۷ میں ارشاد فرمایا:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧

(سورۃ الکھف آیت 7 پارہ 15)

زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کو اس کی زینت بنایا تا کہ ہم آزمائیں کہ ان میں سے اچھے اعمال کرنے والے کون ہیں۔

اسی طریقے سے سورۃ الدھر میں فرمایا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝٣

(سورۃ الدھر آیت 3 پارہ 29)

ہم نے اس انسان کو سیدھا رستہ دکھلا دیا اب وہ چاہے تو شکر کرنے والا بن جائے اور چاہے تو ناشکرا بن جائے۔ یعنی اس کا امتحان ہو رہا ہے وہ کیا بنتا ہے شاکر بنتا ہے یا کافر بنتا ہے۔

اور سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ أَتَصْبِرُونَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۝٢٠

(سورۃ الفرقان آیت 20، پارہ 18)

ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش بنایا۔ امیر غریب کے لے آزمائش ہے، غریب امیر کے لئے آزمائش ہے، حاکم رعایا کے لئے امتحان ہے

،رعایا حاکم کے لئے امتحان ہے، جاہل عالم کے لئے امتحان ہے عالم جاہل کے لئے ایک امتحان ہے، شوہر بیوی کے لئے ایک امتحان ہے بیوی شوہر کے لئے ایک امتحان ہے، اولاد والدین کے لئے امتحان ہے والدین اولاد کے لئے ایک امتحان ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے لئے امتحان ہیں، آزمائش ہیں، فتنہ ہیں۔

سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶۰ میں فرمایا:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝

(سورۃ الانعام آیت 65، پ 7)

فرمایا کہ وہی ہے کہ جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور جانشین بنایا تا کہ وہ آزمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک کو حسین بنایا دوسرے کو سادہ صورت بنایا۔ اسی طرح ایک کو ذہین بنایا اور دوسرے کو غبی بنایا اس کا ذہن اچھا نہیں ہے۔ ایک صحت مند جسم رکھتا ہے دوسرا کمزور جسم رکھتا ہے، ناقص جسم رکھتا ہے، ایک کو اللہ نے مالدار بنا دیا دوسرے کو غریب بنا دیا، ایک کو اللہ نے بیٹے دے دیئے دوسرے کو بیٹیاں دے دیں، یہ سب اللہ کی آزمائش ہیں، کسی کو دے کر آزمارہے ہیں کسی کو محروم کر کے آزمارہے ہیں، کبھی اللہ دکھ بیماری اور فقر سے آزماتے ہیں اور کبھی اللہ تندرستی، مالداری، عزت وشہرت سے آزماتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد کی آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ

وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

(سورۃ محمد آیت 31 پارہ 26)

ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے تا کہ ہم دیکھ لیں کہ تم میں سے کون ہیں جو اللہ کے دین کے لئے جہاد کرتے ہیں، مجاہدہ کرنے والے ہیں اور کون ہیں جو صبر کرنے والے ہیں اور تمہارے حالات وواقعات اور خبروں کی ہم جانچ پرکھ کریں گے۔

اسی طرح سے سورۃ النمل کی آیت نمبر ۴۰ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا انہوں نے فرمایا؛

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ

(سورۃ النمل آیت 40 پارہ)

یہ جو اقتدار ہے، ثروت وغنیٰ ہے، یہ جو عزت وشہرت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔

سورۃ التغابن آیت نمبر ۱۵ میں فرمایا کہ؛

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

(سورۃ التغابن آیت 15 پارہ 28)

یہ جو تمہاری اولاد ہے اور تمہارے اموال ہیں یہ بھی تمہارے لئے ایک فتنہ ہے۔

سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا؛

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

(سورۃ الانبیاء آیت 30 پارہ 17)

ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں آزمائیں گے کبھی خیر میں آزمائیں

گے اور کبھی شر میں آزمائیں گے۔

دنیا امتحان گاہ آخرت نتیجہ گاہ ہے

تو عرض کر رہا تھا کہ یہ دنیا دار الابتلاء ہے۔ امتحان کا گھر ہے، آزمائش کا گھر ہے، مصیبت کا گھر ہے۔ ہم ایک امتحان گاہ میں ہیں اپنا اپنا پرچہ حل کر رہے ہیں نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔ کسی کا نتیجہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ کسی کا نتیجہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جس کا نتیجہ اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ چیخ اٹھے گا، هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴿١٩﴾ اولوگو! آؤ آؤ، میرا نتیجہ تو دیکھو۔ مجھے یقین تھا کہ آخرت کا دن آ کر رہے گا، حساب کتاب ہوگا اور میں نے زندگی اسی سوچ اور اسی نظریے کو دیکھ کر گزاری تھی۔

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ﴿٢١﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ﴿٢٢﴾

(سورۃ الحاقہ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو اعلیٰ زندگی عطا کی جائے گی، بلند جنتوں میں ہوگا اور جس کا نتیجہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بڑے دکھ سے بڑی حسرت سے کہے گا۔ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ﴿٢٥﴾ اے کاش! میرا نتیجہ مجھے دیا ہی نہ جاتا۔ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ﴿٢٦﴾ اور میں جانتا ہی نہیں کہ حساب کیا تھا۔ اور میری زندگی کا رجسٹر کیا ہے مجھے پتہ ہی نہ چلتا۔ تو یہ دنیا دار الابتلاء ہے، اس دنیا میں مصیبت اور پریشانیاں، حوادث اور بیماریاں یہ سب پر آتی ہیں۔ نیکوں پر بھی آتی ہیں اور بدوں پر بھی آتی ہیں۔

ایک غلط سوچ

ایسا نہیں ہے کہ جو نمازی ہے اس کا کبھی ایکسیڈنٹ نہیں ہوگا، کاروبار میں نقصان

نہیں ہوگا، اور بیمار نہیں ہوگا اور اسکے بچے کا انتقال نہیں ہوگا۔ ایسا نہیں کہ جو نیک ہو اس پر کبھی مصیبت ہی نہیں آئے گی، بلکہ ہمارے آقا محمد ﷺ نے فرمایا کہ:

اَشَدُّ الْبَلَاءِ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ

سب سے زیادہ پریشانیاں مصیبتیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں پھر جو ان کے قریب ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں۔

تو یہ سوچ تو صحیح نہیں ہے کہ جو نیک ہیں ان پر مصیبتیں آتی ہی نہیں، صرف بے نمازیوں پر آتی ہیں، گناہ گاروں پر آتی ہیں، کافروں پر آتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے، مصائب اور حوادث کا تو ہر کسی کو سامنا کرنا پڑتا ہے کسی کے لئے ثواب اور بلندی درجات کا سبب بن جاتی ہیں اور کسی کو اسفل السافلین میں لے جاتی ہیں۔

رضا بالقضاء والی سوچ

جسے اللہ پاک نے دین کی حقیقت عطا فرمائی ہو اور وہ قرآن وحدیث کے حقائق پر نظر رکھتا ہو جب اسے طبیعت کے مخالف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ یوں سوچتا ہے کہ یہ میرے اللہ کی طرف سے ہے اور میں اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں وہ مجھے کھلائے تو بھی راضی ہوں، مجھے بھوکا رکھے تو بھی راضی ہوں، وہ مجھے امیر کردے تو بھی راضی وہ مجھے فقیر کردے تو بھی راضی، وہ مجھے بیمار رکھے تو بھی راضی۔ وہ مجھے تندرست رکھے تو بھی راضی، وہ مجھے عطا کردے تو بھی راضی اور وہ مجھے محروم رکھے تو بھی راضی ہوں۔ وہ اولاد دے تو بھی راضی، نہ دے تو بھی راضی، لڑکے دے تو بھی راضی، لڑکیاں دے دے تو بھی راضی۔ جس حال میں اللہ رکھے میں اس حال میں خوش ہوں۔

تو کبھی اس انداز سے وہ سوچتا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ

(سورۃالبقرہ کی آیت نمبر 155)

ہم تمہیں آزمائیں گے کبھی خوف کی حالت میں اور کبھی بھوک کی حالت میں، کبھی مال کی کمی سے، کبھی جانوں کی کمی سے اور کبھی پھلوں کی کمی سے۔ خوشخبری سنا دیجئے صبر کرنے والوں کو جو ایسے ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں:

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

ہم اللہ کے ہیں اور ہم نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے ہم بھی اللہ کے اور ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ بھی اللہ کا ہے۔ اس کی مرضی جو چاہے چھوڑ دے جو چاہے لے لے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۚ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی وعمومی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی، بیماری میں بھی راضی، تندرستی میں بھی راضی، بھوک میں بھی راضی اور پیٹ بھر کر بھی راضی۔

اور اکثر اپنے بزرگوں میں سے ایک بزرگ حافظ محمد صدیق صاحب نوراللہ مرقدہ کا قصہ سنایا کرتا ہوں اللہ کا خوب شکر کرنے والے، درد گردہ میں مبتلاء تھے جب درد ہوتا تو ٹھنڈی ریت منگوالیا کرتے تھے سادہ زمانہ تھا کمرے میں ریت

ڈال کر اس پر لیٹ جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

لطف سجن دم بدم، قہر سجن گاہ گاہ

ایں ویں سجن واہ واہ، تو ایں ویں سجن واہ واہ

وہ جو اللہ ہے اس کی طرف سے لطف و راحت تو ہر وقت ملتی ہے قہر و بیماری کبھی کبھی آتی ہے۔ وہ اس حالت میں رکھے تو بھی الحمدُ للہ اس حالت میں رکھے تو بھی الحمدُ للہ۔

اللہ والوں کی سوچ

تو اللہ والا جب کبھی اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ یوں سوچتا ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے اور میں اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں اور کبھی یوں سوچتا ہے کہ یہ دنیا بھی فانی ہے دنیا کی نعمتیں بھی فانی، یہ بیماریاں بھی فانی، حوادث بھی فانی، دنیا کے تعلقات بھی فانی اور آخرت باقی، اصل وطن تو آخرت ہے، اصل نظر آخرت پر ہونی چاہئے۔ جب اس کی نظر آخرت کی زندگی پر ہوتی ہے تو دنیا کے امتحانوں کو برداشت کرنا اس کے لئے بڑا آسان ہوتا ہے۔

مصیبت کیسے آسان کریں؟

جیسے وہ شخص جو بس یا ریل گاڑی میں سفر کر رہا ہو تو بس کا سفر بڑا تنگی کا سفر، بڑی مشقت کا سفر ہوتا ہے لوگ سفر کرتے ہیں کہ دھکم پیل کرتے ہوئے تھوڑی سی جگہ پاؤں رکھنے کی اسے مل جاتی ہے تو بڑے خوش ہو جاتے ہیں کہ یہ تو عارضی سا سفر ہے گھر جا کر آرام کر لیں گے۔ تو ایک مومن کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ دنیا میں تو آرام

مل نہیں سکتا۔ سارے ارمان پورے نہیں ہو سکتے اور دنیا میں کوئی خوشی ایسی نہیں جو غم سے اور فکر سے پاک ہو۔ آخرت کو سامنے رکھ کر جب مومن زندگی گزارتا ہے تو اس کے لئے دنیا کی مصیبتیں برداشت کرنا بڑا آسان ہوتا ہے۔

اور کبھی علم کی سمجھ رکھنے والا یوں سوچتا ہے کہ جہاں اللہ نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں اگر تھوڑی سی تکلیف پہنچ جائے تو وہ بھی برداشت کرنی چاہئے۔ جیسے حضرت لقمان علیہ السلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے مالک ان کی ذہانت، ان کی فصاحت، ان کی بصیرت کی وجہ سے ان سے بڑی محبت کرتا تھا بعض اوقات کھانے اپنے ہاتھوں سے ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا ایک مرتبہ خربوزہ کاٹ کر دیا بڑے مزے سے کھا رہے تھے اس نے سوچا میں بھی ذرا چکھوں کہ کیسا میٹھا ہے جب اس نے چکھا تو انتہائی تلخ وکڑوا تھا۔ اسے بڑا تعجب ہوا اس نے تعجب کا اظہار کیا، اے لقمان! تم نے بتایا نہیں کہ خربوزہ کڑوا ہے، تو حضرت لقمان ں نے فرمایا کہ جس ہاتھ سے روزانہ میٹھی میٹھی چیزیں کھاتا ہوں میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ آج ایک کڑوی چیز کھائی اس کا اظہار کروں۔

اللہ کی نعمتیں زیادہ، تکلیفیں کم ہیں

تو اللہ پاک کی نعمتیں سوچیں تو بے شمار، تکلیفیں بہت کم ہیں۔ اللہ نے یوں نہیں فرمایا کہ تم اپنے رب کی کون کون سی تکلیفوں یا مصیبتوں یا پریشانیوں کو جھٹلاؤ گے، بلکہ فرمایا تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نعمتیں زیادہ ہیں مصیبتوں کے مقابلے میں، نعمتیں بے شمار ہیں تکلیفیں و مصیبتیں اس کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔

زاویہ نگاہ کی تبدیلی

میرے ایک جاننے والے اوپر سے گرے ان کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی میں نے ان کی عیادت کی، افسوس کا اظہار کیا کہ آپ کی ایک ہڈی ٹوٹ گئی، تسلی دی اللہ آپ کو صبر عطا فرمائے تو وہ عیادت کے الفاظ سن کر بھڑک اٹھے، کہنے لگے بڑے صاحب! کس چیز پر مجھے صبر کی تسلی دے رہے ہو بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں اللہ کا شکر ہے صرف ایک جوڑ ٹوٹ گیا ابھی ۳۵۹ جوڑ درست ہیں۔ تو زاویہ نگاہ اور زاویہ فکر ایک یہ بھی ہے کہ نعمتیں تو بہت ہیں لہٰذا ان پر شکر اور مصیبتیں کم تو ان پر صبر کریں۔

شکر گزار بندے کا سبق آموز واقعہ

بعض کتابوں میں ایک واقعہ نظر سے گزرا۔ عبدو نامی ایک شخص دمشق کے راستے سے گزر رہا تھا اس نے ایک شخص کو دیکھا جو بڑا جھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ! تیرا شکر ہے، اللہ! تیرا شکر ہے اس سے کسی نے پوچھا کہ تیرے پاس ایسا کیا ہے کہ تو مستی میں جھوم کر شکر ادا کر رہا ہے، اس نے کہا: اللہ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں، سب سے پہلے تو یہ کہ مجھے کلمہ طیبہ اللہ نے عطا کیا، پھر مجھے مسلمان بنایا، دوسری نعمت یہ کہ مجھے خاتم النبیین ﷺ کا امتی بنایا ہے اور تیسری نعمت یہ کہ مجھے تندرستی عطا کی اور چوتھی نعمت یہ کہ اللہ نے مجھے اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔ تو جس کو اتنی نعمتیں ملی ہوں تو کیا وہ اللہ کا شکر ادا نہ کرے، وہ مسلمان بھی ہے، وہ حضور ﷺ کا امتی بھی ہے، اور اسے صحت بھی حاصل ہے اور اللہ کے ذکر کی توفیق بھی ملی ہے، کیا وہ شکر ادا نہ کرے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ جسے اللہ نے صحت

عطا کی ہو اور وہ اپنے گھر میں امن کے ساتھ ہو صحت کی حالت میں ہو اور ایک وقت کا کھانا اسے مل جائے، اللہ اکبر آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ یوں سمجھے کہ اللہ نے اسے دنیا کی ساری نعمتیں عطا کی ہیں امن ہے اور پیٹ بھر کر رزق حلال میسر ہے اور صحت حاصل ہے تو اس پر اللہ کا بے انتہا شکر کرلے کہ اللہ نے مجھے یہ نعمتیں عطا کی ہیں۔

اللہ کے شکر کے پہلو

میرے دوستو اور بزرگو! میں یہ بات عرض کر رہا تھا جو مسلمان ہے اور دینی سوچ رکھنے والا ہے تو وہ تکلیفوں کے باوجود مصیبتوں کے باوجود بلکہ مصیبتوں کے ہجوم میں بھی اللہ کے شکر کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کرلیتا ہے۔

ایک اللہ والے جارہے تھے تو ان پر کسی نے مٹی کا ایک ٹوکرا ڈال دیا، اللہ اکبر! تو آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور فرمانے لگے کہ مولیٰ! تیرا شکر ہے کہ مجھ پر مٹی کا ٹوکرا ڈالا گیا میرے گناہ تو اتنے تھے کہ آگ کے ٹوکرے کا مستحق تھا تو نے کرم کردیا کہ آگ کے ٹوکرے سے نجات دے دی اس میں بھی اللہ کے شکر کا پہلو تلاش کرلیا۔

چوری پر شکر

ایک بزرگ کے گھر میں چور آئے سارا سامان لے گئے لوگ آئے افسوس کیا تو فرمانے لگے کہ افسوس کس بات کا میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ چور آئے سامان لے گئے شیطان نہیں آیا کہ ایمان لے جاتا۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آقا ﷺ کے صحابی رضی اللہ عنہ خچر سے گر گئے تو فرمانے لگے اللہ! تیرا شکر ہے۔ لوگوں نے پوچھا بھئی! کس بات پر شکر؟ فرمانے لگے میری

قسمت میں، میرے مقدر میں ایک تکلیف لکھی ہوئی تھی میں خچر سے گر پڑوں گا وہ تکلیف گزر گئی میں اس تکلیف کے گزرنے پر شکرادا کر رہا ہوں کہ جو ہونا تھا وہ ہو گیا، گزر گیا تو تکلیف کے گزرنے پر اللہ کا شکر۔ تو مصیبت میں بھی کوئی نہ کوئی پہلو اللہ والے تلاش کر لیتے ہیں۔

ادائیگی شکر کا ایک اور پہلو

تو بعض اوقات یہ زاویہ فکر ہوتا ہے نعمتیں زیادہ ہیں مصیبتیں کم ہیں دنیا فانی ہے آخرت باقی ہے اور بعض اوقات وہ اس انداز سے سوچتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ تنگ دست بھی ہیں، مجھ سے زیادہ بیمار بھی ہیں، مجھ سے زیادہ فقیر بھی ہیں میں ان سے بہت بہتر ہوں۔ یہ انسان کی سوچ ہے اگر وہ یوں سوچے کہ میں سب سے کم تر ہوں، فقیر ہوں تو اسے کبھی شکر کی توفیق ہی نہ ملے۔ لیکن اپنے سے کم تر کو دیکھے تو شکر کرے گا۔

میں کروڑوں سے بہتر ہوں

میں حقیقت میں کہتا ہوں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کسی معذور کو دیکھتے ہیں بڑے افسوس کا اظہار کرتے ہیں لیکن میں اپنے دل کی گہرائی سے آپ کو بتا رہا ہوں، قسم کھا کر بتا رہا ہوں کہ الحمدُ للہ میں کروڑوں سے بہتر حالت میں ہوں، کروڑوں مجھ سے پیچھے ہیں، اللہ نے قرآن عطا فرمایا ہے، اللہ نے خدمت کرنے والی بیوی عطا فرمائی ہے، اللہ نے اولاد عطا فرمائی ہے، مسجد و مدرسہ سے تعلق عطا فرمایا ہے، اللہ نے عزت عطا فرمائی ہے، اللہ نے دین کی دعوت عطا فرمائی ہے تو کیا اس پر شکر نہ ادا کیا جائے۔

اپنی نظر کس پر رکھیں؟

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم دنیا کے اعتبار سے اسے دیکھا کرو جو تم سے پیچھے ہے اور دین کے بارے میں اسے دیکھا کرو جو تم سے آگے ہے، جب تم دنیا کے اعتبار سے اسے دیکھو گے جو تم سے پیچھے ہے تو اللہ کے شکر کی توفیق عطا ہوگی۔ اور تم دین کے اعتبار سے اسے دیکھو گے جو تم سے آگے ہے تو تمہارے دل میں بھی اس جیسا بننے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ تمہارے دل میں بھی عبادت و اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا اور آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔

اُلٹی سوچ

لیکن ہم نے اس سوچ کو الٹ دیا ہم دین کے اعتبار سے اسے دیکھتے ہیں جو ہم سے پیچھے ہیں اور دنیا کے اعتبار سے اسے دیکھتے ہیں جو ہم سے آگے ہیں۔

چنانچہ دین میں آگے بڑھنے کی توفیق نہیں ملتی اور دنیا کے اعتبار سے شکر کی توفیق نہیں ملتی پریشان ہی رہتے ہیں، مجھ سے سب آگے، پڑوسی بھی آگے اس کی دکان صحیح چلتی ہے میری نہیں چلتی۔ اس کی کئی دکانیں ہیں میری ایک دکان ہے یہ نئی نئی گاڑیاں لاتا ہے میں اسی کھچاڑا گاڑی میں پھر رہا ہوں بیوقوف! یہ نہیں دیکھتا ایسے بھی لوگ ہیں جو ساری زندگی پیدل چلتے ہیں تیرے پاس گاڑی تو ہے کھچاڑا ہی سہی اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیوں نہیں کرتا ان کو نہیں دیکھتا کہ ساری زندگی بیچارے جوتے گھسٹتے رہتے ہیں ان کو سائیکل تک میسر نہیں آتی۔ ایسے ایسے بھی ہیں میں نے خود دیکھا جو قرض لیتے ہیں میں نے پوچھا بھئی! قرض کیوں لے رہے ہو، کہنے لگے

مولوی صاحب! بہت تکلیف ہوتی ہے پیدل چلنے پر، چاہتا ہوں کہ سائیکل لے لوں تا کہ نوکری پر آنے جانے کے لئے آسانی ہو، سائیکل کے لئے پریشان ہے اور یہ کڑ رہا ہے اس بات پر کہ نئے ماڈل کی گاڑی نہیں آئی، تو بھئی! دین کے اعتبار سے اسے دیکھنا ہے جو ہم سے آگے ہے اور دنیا کے اعتبار سے اسے دیکھنا ہے جو ہم سے پیچھے ہیں۔ ایک اللہ والے کی سوچ یہی ہوتی ہے کہ دین نے جو سکھایا کہ کس طریقے سے فکر رکھنی ہے۔

بسا اوقات مصیبت قربِ الٰہی کا ذریعہ ہوتی ہے

اور کبھی دین کی سمجھ رکھنے والے اس طرح سوچتے ہیں کہ اللہ مصیبت لا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، مجھے اپنے قریب کرنا چاہتے ہیں اس امتحان کا مقصد یہ نہیں کہ اللہ مجھے اس امتحان کے ذریعے سے اپنے سے دور کرے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ اے میرے بندے! تو میرے قریب آجا میرے اور قریب آجا۔ ایک ماں اپنے بچے کو مارتی ہے اس کا مقصد اپنے بچے کو اپنے سے دور کرنا نہیں ہوتا بلکہ قریب کرنا ہوتا ہے اور سورۃ الاعراف آیت ۹۴ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

(سورۃ الاعراف آیت نمبر 94، پارہ 9)

اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں میں نبی بھیجے تو ان میں سے بعض کو ہم نے پکڑا فقر و فاقہ میں، بیماری میں کیوں؟ اللہ کہتے ہیں لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ میرے سامنے گڑگڑائیں، متوجہ ہو جائیں، بغاوت کو چھوڑ دیں اطاعت کو اختیار

کرلیں وہ مجھ سے مانگیں۔ میرے قریب ہو جائیں تو قریب کرنا مقصد ہے یہ تو سوچ اس کی ہے جس کو اللہ نے دین کی سمجھ عطا کی ہو۔

دین سے دور شخص کا حال

لیکن جس کو دین کی سمجھ نہ ملی ہو تو وہ بسا اوقات یوں کہتا ہے کہ یہ سب ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ یعنی سیلاب بھی آتے ہیں زلزلے بھی آتے ہیں، خوشیاں بھی آتی ہیں، غم بھی آتے ہیں پہلے بھی ہوتا رہا اب بھی ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی حکمت پوشیدہ نہیں ہے اس میں کوئی سبق پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ ہے وہ شخص جو اپنے حال میں مست رہتا ہے اور حماقت میں مست رہتا ہے پھر اللہ کا عذاب اچانک اسے پکڑ لیتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا:

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝۹۵

سورۃ الاعراف آیت 95، پارہ 9

کہنے لگے ہمارے باپ دادا پر بھی مصیبتیں آتی رہیں، پریشانیاں آتی رہیں، سیلاب آتے رہے، کبھی زلزلے آئے، کبھی بیماری آئی مجھ پر بھی آ گئی یہ زمانے کا چلن ہے، یہ حالات آتے رہتے ہیں اللہ فرماتے ہیں جب اس نے ان حالات سے کوئی سبق نہ لیا تو میں نے اچانک اسے پکڑ لیا تو میرے بھائیو! یہ تو ایک تمہیدی گفتگو تھی جو میں نے اس حوالہ سے کی کہ مصائب اور پریشانیاں نیکوں پر بھی آتی ہیں اور گناہگاروں پر بھی آتی ہیں اور دین کی سمجھ رکھنے والوں پر بھی آتی ہیں اور دین کی سمجھ سے بے خبر لوگوں پر بھی آتی

ہیں جو دین کی سمجھ رکھتا ہے اس کی حقیقت کو سمجھتا ہے اس کا زاویہ نظر کیا ہوتا ہے اور جو دین کی حقیقت سے بے خبر ہوتا ہے اس کا زاویہ فکر کیا ہوتا ہے۔

سیلاب اور زلزلے کیوں آتے ہیں؟

اب یہ جو سوالات اٹھائے گئے اس موضوع کے حوالے سے میں اس کے جوابات دینے کی کوشش کروں گا جس میں پہلا سوال یہ کیا گیا ہے کہ سیلاب اور زلزلے کیوں آتے ہیں؟

اس سلسلے میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ ایک قدرتی عمل ہے کبھی بارش ہے، کبھی دھوپ ہے، بارش کبھی زیادہ برستی ہے کبھی کم برستی ہے، کبھی زلزلے آتے ہیں، کبھی طوفان آتے ہیں کبھی آتش فشاں پھٹ جاتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی عمل بھی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن ہم مسلمان ہیں مسلمان ہونے کے ناطے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا کوئی فیصلہ اور اللہ کا کوئی حکم اور اللہ کا کوئی فعل اور اللہ کا کوئی قول و عمل حکمت سے خالی نہیں ہے اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی سبق، کوئی نہ کوئی حکمت ہے، کسی کو سزا دینا، کسی کو متوجہ کرنا، کسی کے درجات کو بلند کرنا، کوئی نہ کوئی حکمت کوئی نہ کوئی سبق اس میں ہے اور پھر جب ہم خاص طور پر ان قوموں کو دیکھتے ہیں جن پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ تباہ ہو گئیں تو ہمارے سامنے ہے کہ جن پر اللہ کا عذاب آیا کبھی زلزلے کی صورت میں آیا اور کبھی عذاب سیلاب کی صورت میں آیا تو ہم پر زلزلہ آئے، سیلاب آئے تو مسلمان کو چوکنا ہونا چاہئے کہ کہیں یہ وہ معاملہ تو نہیں جو پہلی قوموں کے ساتھ ہوا۔

حادثات کے وقت آپ ﷺ کی کیفیت

ہمارے آقا ﷺ معصوموں کے سردار اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کائنات کے منتخب انسان لیکن اس کے باوجود جب آندھی آتی، طوفان آتا اور شدید بارش ہوتی اور آسمان پر بجلی کڑکتی تو آقا ﷺ پریشان ہوجاتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے اللہ کے سامنے گڑگڑاتے، پوچھا گیا: یارسول اللہ! ﷺ! آپ اتنے پریشان کیوں ہیں فرمانے لگے میں ڈرتا ہوں کہ میری اُمت پر ویسا عذاب نہ آجائے جو قوم ثمود پر آیا تھا، قوم لوط پر آیا تھا، مدین والوں پر آیا میں اس لئے پریشان ہوں اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا کے منتخب انسان اور حوادث کے وقت ان کی یہ حالت تھی۔

ہماری حالتِ زار

آج ہمارے جیسے دونمبر مسلمان دس نمبر مسلمان معاذ اللہ جھوٹ بولنے والے، خیانت کرنے والے، فراڈ کرنے والے، دھوکے دینے والے، حق کھا جانے والے، ستم ڈھانے والے سنگدل، مسجدوں سے دور بھاگنے والے اور ہم پر سیلاب آئیں، زلزلے آئیں، طوفان آئیں اور ہم بس یہ کہہ کر اپنے کو تسلی دیتے ہیں۔ قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ یہ تو پہلے سے ہوتا رہا۔ پہلے بھی زلزلے آتے رہے، سیلاب آتے رہے تو ہم پر اگر آ گیا تو یہ کوئی اہم بات نہیں ہے یہ انتہائی درجے کی غفلت اور انتہا درجہ کی سنگدلی ہے۔

سابقہ قوموں کے جرائم

میرے بھائیو اور بہنو! اپنا تھوڑا سا وقت نکال کر قرآن میں ان واقعات کو

پڑھیں جن میں ان قوموں کے احوال بیان کیے گئے ہیں جن پر اللہ کا عذاب آیا اور عذاب کی وجہ سے ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا ان قوموں کا جب میں نے جائزہ لیا تو ان قوموں میں مشترکہ جو جرم تھا، وہ جرم ظلم کا جرم تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری نظر جائیگی ان کے کفر کی طرف کے وہ کفر میں ملوث تھے لیکن خود شرک بھی تو ظلم ہے بلکہ شرک ظلم عظیم ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

آپ قوم نوح کے حالات دیکھئے ان میں تکبر تھا وہ انتہائی متکبر قوم تھی حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرانے والے ایسے متکبر کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور اپنے چہروں پر کپڑے ڈال لیتے تا کہ آواز کان میں نہ چلی جائے اور حضرت نوح علیہ السلام کی شکل کو بھی نہ دیکھتے ایسے تکبر کرنے والے اللہ کا عذاب ان پر سیلاب کی صورت میں آیا۔

قوم ثمود کو دیکھیں کیا جرم تھا، جسکا قرآن نے ذکر کیا ہے قرآن نے ان کے کفر اور شرک کے بعد جس گناہ کا ذکر کیا وہ یہ تھا کہ نمود و نمائش کے لئے، دکھلاوے کے لئے محلات بناتے تھے اور جب وہ کسی کو پکڑتے تھے تو بہت سختی کرتے تھے۔ اللہ اکبر! اللہ نے فرمایا کہ یہ قوم محلات بناتی ہے اور وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۴﴾ جب وہ کسی کو پکڑتے ہیں تو بہت سختی سے پکڑتے ہیں کیا آج ہمارے وڈیروں میں یہ جرم نہیں پایا جاتا؟ اس گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا؟ کہاں کہاں پر ہمارے وڈیروں کے محلات ہیں۔ پاکستان میں اور پاکستان کے باہر برطانیہ میں دیکھیں، سوئزرلینڈ میں دیکھیں فرانس اور جرمنی میں دیکھیں نمود و نمائش کے لئے محلات اور صرف پاکستان کے وڈیرے نہیں پورے عالم اسلام کے وڈیرے آپ دیکھیں جگہ جگہ

انہوں نے محلات بنائے ہوئے ہیں۔

تشدد کا رواج

میں عرض کر رہا تھا کہ قوم ثمود کے اندر جو ایک بڑی خرابی پائی جاتی تھی وہ یہ کہ نمود و نمائش کے لئے محلات بناتے ہیں اور جب کسی کو پکڑتے ہیں تو سختی کرتے ہیں۔ بتانا یہ چاہ رہا تھا کہ حکمرانوں کو چھوڑیئے عوام کو دیکھئے آج ہمارے اندر یہ سختی اور تشدد کتنا آ گیا۔ یہ روشنیوں کا شہر ہے۔ لیکن ایک لہر چلتی ہے ۱۰۰ اور ۱۵۰ کو لے جاتی ہے اور بعض اوقات ایک دوسرے کو بے دردی سے قتل کیا جاتا ہے، زندہ جلا دیا جاتا ہے اور بعض کے جسم میں ڈرل سے سوراخ کیے جاتے ہیں، چمڑا اتار لیا جاتا ہے یعنی وہ سختی اور وہ ظلم جو کافر اور مشرک کرتے تھے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ، وہ مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ کرتا ہے یہ جو سیالکوٹ کا سانحہ پیش آیا جس نے پورے ملک پاکستان کو ہلا کر رکھ دیا اور پوری دنیا کو پاکستان کی طرف متوجہ کر دیا۔ اب دیکھئے پورا مجمع ہے اور دو نوجوانوں کے گرد جمع ہیں انہیں ڈنڈا مار رہے ہیں، سریہ مار رہے ہیں سر پر، چہرے پر، آنکھوں پر، ٹانگوں پر، یہ نہیں دیکھ رہے کہ کہاں لگ رہا ہے اور وہ نوجوان زندگی کی نہیں موت کی بھیک مانگ رہے ہیں ارے ہمیں گولی مار دو، ختم کر دو، مگر گولی سے مارنے کے لئے تیار نہیں حکمران نہیں عوام کر رہے ہیں اور اس طرح کی سختی ہمیں جگہ جگہ نظر آ رہی ہے۔ کورٹوں میں، دیہاتوں میں، سرمایہ داروں میں، جاگیرداروں میں، وڈیروں میں، خانوں میں، چوہدریوں میں کوئی اپنے چاکروں پر کتے چھوڑ رہے ہیں اور کوئی بہنوں کو بیٹیوں کو ننگا ناچنے پر مجبور کر رہا ہے اور لوگ بڑی سادگی سے یوں پوچھتے ہیں کون سا گناہ ہے جو یہاں ہو رہا

ہے؟ کون سا جرم ہے جس کی وجہ سے ہم پر عذاب ہو رہا ہے؟ کون سا گناہ ہے جس کی وجہ سے ہم کو سزا دی جا رہی ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت و سنگینی

قوم مدین کے حالات ذرا دیکھئے ناپ تول میں کمی کی وجہ سے اور حقوق العباد میں ڈنڈی مارنے کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ اللہ اکبر! آج کون سا گناہ ہے جو میں کہوں کہ ہم زیادہ کر رہے ہیں ہر چیز پر ذہن مرجاتا ہے، دل اور زبان پر ایک ہی بات آتی ہے اور دل یوں چاہتا ہے کہ یوں کہوں کہ یہ وہ گناہ ہے جو ہمارے ہاں زیادہ ہو رہا ہے۔ حقوق العباد کی تلفی اور ڈنڈی مارنے کا عمل ہمارے ہاں بہت زیادہ ہے، ٹھیلے والے سے لے کر فیکٹری والے تک کوئی ایسا نہیں کہ جو پورا پورا دے اور پورا پورا لے ہر ایک خیانت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

دو قسم کے شخص

اور بعض اوقات عرض کرتا ہوں میرے خیال میں تو دو قسم کے شخص ہیں جو دھوکہ دہی سے، خیانت سے، چوری سے، غبن سے اور حرام سے بچے ہوئے ہیں۔ ایک وہ شخص جس کے دل میں خوف خدا ہے اور دوسرا وہ جس بیچارے کا داؤ نہیں چلتا ورنہ ہر ایک اسی چکر میں ہے کہ کوئی ناجائز پلاٹ میرے قبضہ میں آجائے۔ کوئی پرمٹ میرے قبضہ میں آجائے ہر ایک اسی چکر میں ہے اللہ اکبر!

ہمارے ملک کا المیہ

ہائے میرے اللہ! یہ جو واقعہ پیش آیا سٹے بازی کا واقعہ پوری کی پوری ٹیم اپنے

ضمیر کو بیچ رہی ہے، اپنے ایمان کو بیچ رہی ہے۔ ہمارے لئے تو شاید یہ معمولی سا واقعہ ہو لیکن عالمی سطح پر یہ کتنا بڑا واقعہ ہے کہ اس ملک کا سپاہی بھی بدنام، اس ملک کا فوجی بھی بدنام، اس ملک کا لیڈر بھی بدنام، اس ملک کا وزیر اعظم بھی بدنام، اس ملک کا صدر بھی بدنام، اس ملک کا کھلاڑی بھی بدنام کہ یہ سب کرپٹ لوگ ہیں، پیسے پر نظر رکھنے والے ہیں، مال کی خاطر سب کچھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

ہائے اللہ! مجھے وہ جملہ یاد آتا ہے اور ہمیشہ خون کے آنسو روتا ہوں جب ہمارے سابقہ صدر صاحب اللہ اس کو ہدایت دے جب اجمل قصاب کو امریکہ کے حوالے کیا اور کورٹ میں جب اس کو جج کے سامنے پیش کیا تو جج نے کہا تم پاکستان کی بات کرتے ہو وہ تو ایسی قوم ہے جو اپنی ماں کو بھی بیچنے پر تیار ہو جاتی ہے پیسے کی خاطر، ایسے ایسے تھپڑ مارے گئے ہمیں، ایسے ایسے طمانچے مارے گئے ہمیں، لیکن پھر بھی ہمارا ضمیر نہیں جاگتا تو اللہ نے بھی اگر طمانچہ مار دیا سیلاب کی صورت میں کہ شاید یہ جاگ اٹھیں ان کے ضمیر جاگ اٹھیں تو ہم کیوں پریشان ہیں۔

ناپ تول میں کمی

تو عرض کر رہا تھا کہ جن قوموں پر عذاب آئے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر، قوم مدین پر جو عذاب آیا اس کا سبب تھا ناپ تول میں کمی، کیا ہمارے بازاروں میں آج ناپ تول میں کمی نہیں ہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام مدین کے بازاروں میں یہ نہیں کہہ رہے تھے وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اے میری قوم ناپ تول میں کمی نہ کرو ایسا لگ رہا ہے حضرت شعیب علیہ السلام پاکستان اور کراچی کے بازار میں کھڑے ہو کر کہہ رہے ہیں وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ اِنِّیْ

اَخَافُ عَلَیْکُمْ بِخَیْرٍ میں ڈرر ہا ہوں کہ کہیں تم پر عذاب نہ آجائے۔

اور قوم لوط علیہ السلام پر جو عذاب آیا وہ شہوت پرستی میں حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے تو کیا آج ہم میں یہ بیماری نہیں ہے؟

ہم دھوکے میں نہ رہیں

میرے بھائیو! ذرا ہم ان قوموں کے حالات پڑھیں جن پر اللہ کا عذاب آیا، کس وجہ سے آیا میں مانتا ہوں کہ اس امت پر ایسا عذاب نہ آئے گا جو اس کا کلی طور پر خاتمہ کر دے لیکن یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ یہ امت جو بھی کرے ان پر عذاب نہ آئے گا، کہیں ہم اس دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائیں جس دھوکہ میں یہودی مبتلا تھے وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے چہیتے ہیں، اللہ کے پیارے ہیں ہم کو اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دے گا میرے بھائیو! اللہ فرماتے ہیں تم کہتے ہو ہم اللہ کے پیارے ہیں قیامت کے دن اللہ ہمیں عذاب نہیں دے گا، فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ بِذُنُوْبِکُمْ اگر تم واقعی اللہ کے پیارے ہو تو پھر دنیا میں اللہ تمہیں عذاب کیوں دیتے ہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے۔ آج ہم بھی تو یہ کہتے ہیں آخرت میں ہمیں کوئی عذاب نہیں ہوگا، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں تو کیا ہم سے یہ سوال نہیں ہو سکتا فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ بِذُنُوْبِکُمْ پھر دنیا میں تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمہیں کیوں عذاب دیا جاتا ہے؟ ذلت کی زندگی گزار رہے ہو اور ہم جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اللہ اکبر! کیسے مسلمان ہیں؟ جن کے اندر منافقوں کی ساری صفات اور ایسے مسلمان کہ جن کو کلمہ تک نہیں آتا، میں اخبارات میں اشتہارات دیکھتا ہوں کہ جن میں لکھا ہوتا ہے کہ یہ دیہاتی کتنے سیدھے سادھے مسلمان ہیں ان پر عذاب کیوں آتا ہے ذرا دیہاتوں میں جا کر ان

کے حالات تو ذرا دیکھئے ان میں چوری چکاری، لوٹ مار، قتل و غارت گری اور انتقام در انتقام کے سلسلے وہاں چلتے ہیں، مساجد بند پڑی ہیں۔

ہمارے قریب گلشن معمار میں متاثرین آئے ہوئے تھے ہم نے ان سب کو قریب کی مسجد میں جمع کیا تو جب جمع کیا یقین کریں ان میں سے بہت سوں کو کلمہ تک نہیں آتا تھا میں نے نماز خود کہلوائی، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہلوایا یقین کرو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ نہیں کہہ سکے۔ ہے ہر کوئی مسلمان مسلمان کا بیٹا ہے، مسلمان چاہے نماز پڑھے نہ پڑھے، اللہ کے سامنے سجدہ کرے یا نہ کرے۔ بت کے سامنے سجدہ کرے۔ درخت کے سجدہ کرے۔ مزار کے سامنے سجدہ کرے۔ منبر کے سامنے سجدہ کرے ہے مسلمان۔

مسلمان کی سوچ

میرے بھائیو! بہت سارے ایسے جرائم جو ان قوموں کے اندر پائے جاتے تھے جسکی وجہ سے ان پر عذاب آیا، آج ہمارے اندر بھی آچکے ہیں۔ آج اللہ کی طرف سے اگر ہم کو خبردار رکھنے کے لئے سیلاب آئے اور ہم بیوقوف بنے رہے کہ یہ تو کوئی بات نہیں امریکہ میں بھی سیلاب آیا، چین میں بھی آیا، فرانس میں بھی آیا یہ تو ایک موسمی تغیرات ہیں، ہوتا رہتا ہے تو بھائیو! یہ ایک مسلمان کی سوچ نہیں ہے۔ یہ ایک دہریے کی سوچ ہوسکتی ہے، یہ ایک منکر قرآن کی سوچ ہوسکتی ہے مسلمان کی سوچ نہیں ہوسکتی۔

کیا ہم واقعی اتنے گناہ گار ہیں کہ ہم پر اللہ کا عذاب آئے؟

دوسرا سوال جو اٹھایا گیا اسی سے ملتا جلتا ہے کہ ہم پر جو عذاب آتے ہیں کیا ہم

واقعی اتنے گناہ گار ہیں کہ ہم پر اللہ کا عذاب آئے؟ تو جہاں تک میں اپنے بارے میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ گار ہوں حقیقت میں کہتا ہوں کہ میں سب سے بڑا گناہ گار ہوں یہ اللہ کی رحیمی اور کریمی ہے کہ ہم زندہ ہیں وگرنہ ہم اتنے گناہ گار ہیں کہ زندہ رہنے کے قابل نہیں۔ جیسے پہلے قوموں پر اللہ کا عذاب آیا اگر ایسا عذاب ہم پر بھی آئے تو زمین کے اس تختہ پر ایک بھی زندہ نہ رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۶۱ میں فرماتے ہیں:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾

(سورۃ النحل آیت 61 پارہ 14)

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کو پکڑتا تو پھر اس زمین کے اوپر کسی بھی چلنے والے حیوان کو زندہ نہ رہنے دیتا۔ انسان پر تو عذاب آتا اس کے ضمن میں حیوانات پر بھی عذاب آتا آج دیکھیں سیلاب میں کتنی بھینسیں، کتنی گائے، کتنی بکریاں، کتنے گھوڑے، کتنے گدھے سیلاب کی زد میں آگئے ان کا تو کوئی گناہ نہ تھا گناہ تو انسان کا تھا لیکن عذاب کی لپیٹ میں وہ بھی آگئے اور اسی طرح سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 30 پ 25)

تمہیں جو بھی مصیبت پہنچی ہے وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پہنچی اور تمہاری بہت ساری خطائیں تو اللہ معاف کر دیتا ہے، اللہ فوراً نہیں پکڑتا۔

اللہ تو قرآن میں یوں فرماتا ہے اور ہم اپنے آپ کو یہ تسلی دیتے ہیں کہ یہ تو ہر جگہ ہو رہا ہے میرے تو بھائیو! ہم قرآن کو دیکھیں۔ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ اللہ اس بیماری کی تشخیص کے لئے کیا فرما رہے ہیں جو قرآن کہہ رہا ہے وہ برحق ہے ہمیں قرآن کی بات پر عمل کرنا ہے اپنی اصلاح کرنی ہے اپنے اپ کو ان گناہوں سے بچانا ہے جس گناہ کی وجہ سے ان قوموں پر عذاب آیا۔

حوادث کا نشانہ صرف غرباء ہی کیوں بنتے ہیں؟

اور تیسرا سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ حوادث کا نشانہ صرف غرباء ہی کیوں بنتے ہیں؟

اول تو یہ سوال ہی غلط ہے اس لئے کہ سیلاب میں اور ۲۰۰۵ء میں جو زلزلہ آیا اس میں صرف غرباء کے جھونپڑے نہیں بلکہ محلات بھی متاثر ہوتے ہوئے تھے تو یہ سوال درست نہیں کہ غریبوں پر ہی پر عذاب کیوں آیا بلکہ امیر بھی متاثر ہوئے تھے اصل میں بہت سے لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ امیروں کو، حکمرانوں کو عذاب نہیں ہوتا یہ بچے رہتے ہیں تو میں ایک بات عرض کروں کہ ان حکمرانوں کو ہم ہی نے اپنے اوپر مسلط کر کے رکھا ہے میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج اگر ووٹ ڈالے جائیں الیکشن ہوں تو ہم انہیں ظالموں کو، لٹیروں کو، ڈاکوؤں کو ووٹ دے کر اپنے اوپر مسلط کر دیں گے، جیسے اللہ پاک قرآن میں فرماتے ہیں کہ جہنمی جب جہنم میں جائیں گے تو پکاریں گے کہ ہمیں نکال دو ہم اپنی اصلاح کریں گے۔ لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ اصلاح نہیں کریں گے وہی کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔ ایسے ہی ہمارا حال ہے۔

ہم کہتے ہیں لیکن جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر انہیں ظالموں کو اپنے اوپر مسلط کرتے ہیں۔

عذاب کی مختلف شکلیں

اور دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ عذاب صرف زلزلوں اور سیلابوں کی صورت میں نہیں ہوتا عذاب کی تو مختلف شکلیں ہیں۔ آپس کے جھگڑے یہ عذاب کی صورت ہے، یہ ہر وقت خوف یہ عذاب ہے، یہ بے سکونی عذاب ہے، یہ دل کا سخت ہو جانا یہ ایک عذاب ہے اور عبادت میں دل کا نہ لگنا یہ بھی ایک عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے ڈھیل ملنا یہ بھی عذاب ہے۔

دنیا میں عذاب کا ملنا آخرت کے عذاب سے بچنا

میں یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا کا معمولی سا عذاب آخرت کے بڑے عذاب سے بچانے کے لئے ہے یہ شخص خوش نصیب ہے۔ اور دنیا میں کافروں کو عذاب نہیں ہوتا کیونکہ آخرت کے بڑے بڑے عذاب ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں بڑے بڑے مشرک، بڑے بڑے کافر اسی بات پر تو اکڑتے تھے بعض اوقات تو اللہ کے نبی کو چیلنج دیا کرتے کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو آسمان سے اللہ کا عذاب لے آؤ تو حقیقت میں یہ شخص بڑا بد نصیب ہے اور اس کے مقابلے میں وہ شخص جس نے دنیا مڈ ہلکی پھلکی مصیبت اٹھالی اور آخرت کے اتنے بڑے عذاب سے بچالیا گیا وہ خوش نہ ب ہے تو یہ مت سوچیں بھائی! کہ عذاب صرف غریبوں ہی پر آتا ہے۔ دیہا تیو ی پر آفات آتی ہیں۔ تو حوادث اور آفات امیروں پر بھی آتی ہیں کسی پر دنیا ہی میر اور آخرت کے

عذاب سے اسے بچالیا جاتا ہے یہ خوش نصیب ہے اور کسی پر دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں اس کے لئے عذاب ہے وہ بدنصیب ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

زمینی اور آسمانی آفات کی صورت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟

ایک چوتھا سوال یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمینی اور آسمانی آفات کی صورت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟

تو یہاں میں صرف دو باتیں عرض کروں گا۔ ایک احتساب۔ قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اسی صورت میں ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی کہ جس کی وجہ سے زمینی یا آسمانی آفات آئیں۔ میں یہاں بات کو ذرا پھیلانا چاہتا ہوں کہ ہمیں احتساب دنیاوی اور دینی دونوں طرح کرنا چاہئے۔ اگر دینی اعتبار سے کوئی غلطی ہوئی تو اس کی بھی تلافی کرنی چاہئے۔ دیکھئے غزوۂ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو غلطی ہوئی وہ بظاہر ایک دنیاوی غلطی تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انہیں ایک درّہ پر، پہاڑی پر مقرر کیا انہوں نے اسے چھوڑ دیا جس کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی تو اللہ نے اس پر بڑا احتساب فرمایا تنقید کی کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو احتساب دنیاوی اعتبار سے بھی ہونا چاہئے اور دینی اعتبار سے بھی ہونا چاہئے۔

مثال کے طور پر اگر کسی کی عمارت گر گئی اور پتہ چلا کہ میٹریل بڑا ہلکا قسم کا استعمال ہوا تھا تو اس موقع پر احتساب صرف یہ نہیں کہ توبہ کریں استغفار کریں، صرف توبہ کرنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ یہاں پر اس بات کی تحقیق کرنی ضروری ہے کہ اس عمارت کی تعمیر میں کیا غلطی ہوئی۔

اور ہمارے ہاں جو سیلاب آیا تو دنیاوی اعتبار سے بھی احتساب ضروری ہے کہ ڈیم نہیں بنائے گئے پشتیں نہیں باندھی گئیں اور جن کی ذمہ داری تھی وہ خزانہ کھاتے رہے اور دینی اعتبار سے بھی احتساب ضروری ہے کہ توبہ کریں کہ عذاب ہمارے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوا۔

استغفار کی ضرورت

اور دوسری بات یہ کہ استغفار کی برکت سے آیا ہوا عذاب بھی ٹل جاتا ہے میں آپ کے سامنے صرف ایک قوم کا قصہ ذکر کروں گا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا کہ ان سے وعدہ کیا گیا کہ تین دن کے اندر عذاب آئے گا۔

پوری قوم، کیا مرد کیا عورتیں، جوان، بوڑھے بچے سب جنگل کی طرف نکل گئے اور انہوں نے توبہ استغفار کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

(سورۃ یونس آیت 98، پ 11)

جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ کہتے ہیں ہم نے انہیں ذلت کے عذاب سے بچالیا۔

اور میرے بھائیو، میری بہنو! قوم یونس تو مشرک تھی، کافر تھی اور ہم تو الحمدُ للہ مسلمان ہیں اور پھر حضرت محمد ﷺ کے امتی ہیں ہم اگر توبہ استغفار کریں تو ہمیں کیوں اللہ سیلاب کے عذاب سے نہیں بچائیں گے۔

مصیبت زدہ بھائیوں کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

اور بھائی! آخری سوال جو کیا گیا کہ مصیبت زدہ بھائیوں کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ تو بھائی اس بحث میں پڑے بغیر کہ کون سنی، کون دیوبندی، کون بریلوی، کون کالا، کون گورا اس بحث میں پڑے بغیر ہم سے جو ہوسکتا ہے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ تعاون کریں اور میں صاف کہتا ہوں کہ جس کے دل میں اپنے مصیبت زدہ مسلمان بھائی کا دکھ نہیں اس کا ایمان مشکوک ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پیاری بات لکھی کہ مغرب کے رہنے والے مسلمان کی گردن پر اگر تلوار پڑے تو مشرق میں رہنے والے مسلمان اس زخم کو محسوس کریں۔ حقیقی مسلمان وہ نہیں ہے جو دکھی مسلمان بھائیوں کو دیکھ کر دکھی نہیں ہوتا اس کا ایمان مشکوک ہے، اسے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے ایسے ہی نہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اگر مسلمان پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا مسلمان بھائی پڑوس میں بھوکا ہو، صاف پانی بھی میسر نہ ہو۔ جس کے بچے کے لئے علاج معالجہ کی سہولت میسر نہ ہو، دو وقت کا کھانا میسر نہ ہو اور دوسری طرف افطار پارٹیاں منائی جارہی ہوں نمود و نمائش کے لئے، ایسے مسلمان کو غور کرنا چاہئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ دل اسلام کی روشنی سے خالی ہو چکا ہے۔

قابلِ تقلید عمل

ہم میں سے ہر ایک جو کچھ کرسکتا ہے اس کو اپنی بساط کے مطابق بلکہ اپنی بساط سے بھی بڑھ کر کرنا چاہئے کہ میرے اللہ کا خاص کرم ہوا کوئی یہ نہ سمجھیں کہ صرف جوشیلی تقریر کر رہا ہوں۔ میرے اللہ کا خاص کرم ہوا ابھی جو زلزلہ آیا میرے اللہ نے

مجھے اپنے بھائیوں کی دلجوئی کے لئے وہاں بھیجا اور اب جو سیلاب آیا، الحمدُ لِلہ ! میرے اللہ نے خاص کرم فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے سیلاب زدہ لوگوں میں امداد تقسیم کی۔ یہ دکھلاوے کے لئے نہیں کہہ رہا بلکہ اقتداء کے لئے کہہ رہا ہوں۔ الحمدُ للہ میں نے آج تک ایسی بات نہیں کی جب میں معذوری کی حالت میں ایسا کرسکتا ہوں تو آپ کیوں نہیں کرسکتے۔

میں نے اپنی مسجد میں اپیل کی کہ میں ان متاثرین کے لئے سب سے پہلے پچاس ہزار روپے کی رقم دیتا ہوں آپ کتنے دو گے؟ تو بھئی! یہ ایمان کا تقاضا ہے اس ایمانی اخوت کو زندہ رکھئے۔

ایمان کا تقاضہ

میرے بھائیو! ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے جو ہم سے ہوسکتا ہے۔ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اس ایمانی اُخوت کو زندہ رکھئے۔ اسے مرنے نہ دیجئے۔ مکان گرتے رہتے ہیں، بستے رہتے ہیں اور فصلیں تباہ ہوتی رہتی ہیں، اگتی رہتی ہیں اور دکانیں ڈوبتی رہتی ہیں اور چلتی رہتی ہیں اور کارخانوں میں آگ لگ جاتی ہے اور پھر بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن ایمانی اخوت کا رشتہ ختم نہیں ہونا چاہئے کہ اگر یہ باقی نہ رہا تو پھر کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ ایمان اور ایمانی اخوت کو زندہ رکھیے، ہر مسلمان اپنی طاقت کے مطابق متاثرین کے ساتھ ضرور مدد کے۔ اور اس موقع پر اس طرف بھی متوجہ کروں گا کہ متاثرین میں صرف مکان ہی متاثر نہیں ہوئے بلکہ بے شمار مسجدیں بھی متاثر ہوئی ہیں، مدارس بھی متاثر ہوئے ہیں۔ ایسے مدارس بھی ہیں کہ جن کا نام ونشان نہ رہا۔

تقسیمِ امداد میں احتیاط کی ضرورت

اب بہت سے لوگ اٹھتے ہیں، بڑا جوش آتا ہے، کہتے ہیں کہ ہم متاثرین کی مدد کریں گے یہاں سے ٹرالی یا ٹیکسی یا سوزوکی یا ٹرک بھر کر لے جاتے ہیں اور روڈ کے کنارے بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا شروع کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نے ایمانی اخوت کا حق ادا کر دیا۔ حالانکہ میرا تجربہ یہ ہے کہ چونکہ میرے قریب زیادہ متاثرین آئے ہوئے ہیں، میرا تجربہ یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر دو نمبر متاثرین ہیں، فراڈی ہیں، پیشہ ور بھکاری، اور بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو بے روزگار بیٹھے ہوئے تھے اپنے کوٹھوں کے اندر سے باہر نکل کر بیٹھ گئے، گندے نالوں اور سڑکوں کے کنارے سے کہ میں بھی متاثرین میں سے ہوں۔

جب آپ امداد لے کر پہنچتے ہیں تو ایک نمبر کے متاثرین پیچھے رہ جاتے ہیں اور دو نمبر کے سب سے آگے آگے ہوتے ہیں۔

خون پینے والا مجنوں اور دودھ پینے والا مجنوں

لیلیٰ مجنوں کا قصہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ لیلیٰ اپنے مجنوں دوست کے لئے روزانہ دودھ کا پیالہ بھیجتی تھی تو بیچارہ اصلی مجنوں تو پیچھے ہوتا دو نمبر مجنوں آگے ہوتا۔

پوچھتا کس نے بھیجا؟ کہتے لیلیٰ نے تو اب دو نمبر مجنوں کہتا کہ مجنوں تو میں ہی ہوں روز دودھ کا پیالہ ہضم کر جاتا۔

اب لیلیٰ نے کہا کہ میرا مجنوں دودھ پی کر بڑا صحت مند ہو گیا ہوگا، جو دودھ لے کر جاتا تھا لیلیٰ نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ ہاں وہ تو بڑا صحت مند ہو گیا ہے تو لیلیٰ

نے کہا جاؤ آج اس سے تھوڑا خون لے کر آؤ۔

اب جب خون لینے گئے تو مجنون کہتا ہے کہ کیا آج پیالہ خالی کیوں لے آئے؟ تو اس نے کہا، آج لیلیٰ نے خون مانگا ہے۔ تو اس نے کہا ہم تو دودھ پینے والے مجنوں ہیں خون دینے والا مجنوں تو وہ کونے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے پاس چلے جاؤ۔

تو یہی حال ان متاثرین کا ہے کہ نمبر ایک تو اپنا نفس بچا کر پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں اور نمبر دو قسم کے روڈ کے کنارے آ کر سب سے پہلے وہ کہتے ہیں کہ میں متاثرین میں سے ہوں۔

تو بھائی! مدارس کے ساتھ بھی تعاون ضرور کرتے رہیں بہت سے متاثرین مدارس بھی ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو رمضان کا مہینہ ہے ساری توجہ متاثرین کی طرف ہو اور مدارس کی طرف توجہ نہ دیں، ایسا نہ کریں یہ مدارس بھی چلتے رہیں ان کا خیال نہ بھولئے۔ مساجد بھی آباد ہوتی رہیں، اور متاثرین کے ساتھ بھی ہمدردی ہوتی رہے۔

صرف زکوٰۃ دے کر اپنے آپ کو بریٔ الذمہ نہ سمجھیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مسلمان کے مال میں مسلمان کا حق ہے۔

بالخصوص یہ جو وقتی مسائل وحوادث ہوتے ہیں ان میں زکوٰۃ کے علاوہ خرچ کرنا ضروری ہے۔ زکوٰۃ کے علاوہ بھی دیجئے، صدقہ دیجئے اور صدقۃ الفطر زیادہ دیجئے۔ مفتی کہتا ہے کہ صدقہ فطر ۶۰ روپے، ۷۰ روپے صدقہ کے حساب سے ادا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کو دیا ہے آپ کہیں کہ میں اپنے ہر بچے کا صدقۃ الفطر ۷۰۰ روپے کے حساب سے دوں گا زیادہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو

مدارس کے ساتھ، مساجد کے ساتھ تعاون کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اللہ پاک ہمیں ان اسباب سے بھی بچنے کی توفیق عطا فرمائیں جن اسباب کی وجہ سے اللہ کا غضب اور اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سیلاب زلزلے اور حوادث

پہلی نشست

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروقؓ

۞......صبر کی حقیقت اور غلط فہمی کا ازالہ

۞......ایک دردناک قصہ

۞......صبر کا مفہوم کیا ہے؟

۞......صبر کا اعلیٰ نمونہ کیا ہے؟

۞......ایک مومن بچے کا ایمان افروز قصہ

۞......زندگی اور موت کا مقصد کیا ہے ؟

۞......ایمان والوں کی کیا شان ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَمَّا بَعْدُ!
فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

میرے بزرگو دوستو! ماؤں بہنو بیٹیو!

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اٹھاسی مقامات پر محبت بھرے الفاظ سے مسلمانوں کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا یہ مقام ان ۸۸ مقامات میں دوسرا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾

(اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

میرے محترم بزرگو اور دوستو، ماؤں، بہنو، بیٹیو!

جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہ علامت تھی اس بات کی کہ امامت کے منصب پر پہلے بنی اسرائیل فائز تھے، لیکن پھر ان کے جرائم، ان کے وعدہ خلافیوں اور ان کے گناہوں کی وجہ سے اس منصب سے انہیں معزول کر کے اُمت مسلمہ کو اس منصب پر فائز کیا گیا۔ یہاں یہ سمجھایا جارہا ہے کہ یہ منصب کوئی پھولوں کی سیج نہیں ۔ یہ تو عظیم الشان خدمت ہے، اس میں مصیبتیں بھی آئیں گی، پریشانیاں، آزمائشیں بھی آئیں گی، ٹکراؤ بھی ہوگا۔ مزاج کے خلاف حالات کا سامنا بھی ہوگا امتحان بھی آئیں گے، اس راستے میں دو چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ان کا اہتمام کرنے سے منصب، امامت، اور فریضۂ دعوت کا ادا کرنا اس ذمہ داری کو پورا کرنا آسان ہوجائے گا۔ اس میں پہلی چیز صبر اور دوسری چیز نماز ہے جیسا کہ ایک بات عرض کرتا رہتا ہوں، قرآن کریم کی خصوصیت میں سے ایک خصوصیت اس کی تازگی بھی ہے بعض اوقات جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آج ہی نازل ہوا ہے، اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت پاکستانی قوم خاص طور پر اُمتِ مسلمہ عام طور پر ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہوئی ہے، زلزلے کی شکل میں، جس نے پاکستان کے بہت بڑے علاقے کو، شہر کو، سیکڑوں دیہاتوں، لاکھوں انسانوں کو متاثر کیا ہے یوں معلوم ہورہا تھا کہ یہ آیات آج ہی نازل ہوئی ہیں اور اللہ آج ہی ہمیں فرمارہے ہیں۔

صبر کی حقیقت اور غلط فہمی کا ازالہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: (اے ایمان والو! اسے میری محبت کے دعوے کرنے والو، اے میری ذات وصفات پر ایمان رکھنے والو، اسے سب سے کٹ کر مجھ سے جڑ جانے والو، اے ہر قسم کے شرک سے بیزاری کا اعلان کرنے والو، اے مجھے راضی کرنے کا عزم اور ارادہ کرنے والو، تم مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

ان دو چیزوں سے بڑھ کر انسان کی مدد کرنے والی زندگی کے سفر میں، مشکلات کے سفر میں کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ بات سمجھ لیں کہ صبر کے بارے میں ہمارے یہاں کچھ اس طرح تصور کیا جاتا ہے، یا یہ خیال ذہنوں میں بٹھا دیا گیا کہ صبر بزدلی کا نام ہے، کمزوری کا نام ہے، بے بسی کا نام ہے، بے چارگی کا نام ہے، بے عملی کا نام ہے کہ کچھ نہ کرو صبر کرو، گویا کہ صبر تو وہ لوگ کرتے ہیں جو کمزور ہیں جو بے بس ہیں، جن کا کوئی چارہ نہیں اور جو کام نہ کرسکیں، وسائل اسباب، تعلقات ان کا ساتھ نہیں دیتے تو وہ مجبور ہو کر صبر کر لیتے ہیں یہ مفہوم ہمارے یہاں بٹھا دیا گیا لیکن یاد رکھیے! کہ اللہ نے ہمیں جس صبر کا حکم دیا ہے وہ یہ نہیں ہے وہ ہمارے ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے بلکہ صبر تو بڑی طاقت کا نام ہے، بڑی قوت کا نام ہے وہ صبر بے چارے نہیں کرتے ، با چارہ کرتے ہیں، وہ صبر بے بس نہیں کرتے بس والے کرتے ہیں، وہ صبر کمزور نہیں کرتے بلکہ وہ صبر طاقت، قوت والے کرتے ہیں، صبر کرنا بڑے حوصلے اور دل گردے کا کام ہے، ہر آدمی وہ صبر نہیں کرسکتا جس کی تلقین اللہ نے ہمیں کی ہے، صبر کے مفہوم میں سب سے پہلی جو بات ہے وہ یہ کہ کوشش کرتے رہو، مگر جلد بازی نہ کرو

مناسب حالات کا انتظار کرتے رہو جیسا کہ نبی اکرم (ﷺ) نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبر کرنے کا حکم دیا، ارے کام میں لگے رہو، دین کی دعوت میں لگے رہو، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہو، راتوں کو اُٹھ کر مانگتے رہو، دین کی اشاعت میں مال، جان لگاتے رہو لیکن، مایوس نہ ہو جاؤ، مناسب وقت اور حالات کا انتظار کرو، نتیجہ تمہارے سامنے آ کر رہے گا۔

دردناک قصّہ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان مظلوم صحابہ میں سے ہیں جو مکہ کے درندوں کے ظلم وستم کا زیادہ شکار ہوئے۔ یہاں تک کہ اُنہیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی کمر دیکھی ٹیڑھی سی، جلی ہوئی اُوپر نیچے، پوچھا اے خباب! میں نے ایسی کمر کسی کی نہیں دیکھی یہ کیسے ہوا؟۔ فرمایا اے امیر المومنین! جب میں نے ایمان قبول کیا تو مجھے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا گیا یہاں تک کہ وہ انگارے میری کمر کی چربی پگھل کر بجھے تو میری کمر کا یہ حال ہو گیا ۔حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بڑے دکھے دل کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! اب تو مظالم کی حد ہو گئی آپ اللہ سے نصرت کی دعا کیوں نہیں کرتے؟ اللہ ہم بے چاروں کی مدد کرے۔ حضور ﷺ ٹیک ہٹا کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو! تم سے پہلے ایمان والوں پر ایسا دور بھی گزرا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو ایمان قبول کرنے کی وجہ سے گڑھا کھود کر اس میں کھڑا کر دیا جاتا تاکہ وہ ہل جُل نہ سکے پھر آرا لایا جاتا

اس کے سر پر آرا رکھ کر جسم کو دو ٹکڑے کیا جاتا اور لوہے کی کنگھیاں لائی جاتیں اور اس سے جسم کے گوشت کو نوچ لیا جاتا تھا، تم پر تو ابھی ویسے حالات نہیں آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو غالب کرے گا اور امن کی یہ حالت ہوگی ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا، نہ ہی ابوجہل کا اور نہ ہی ابولہب کا ڈر ہوگا اور آپ ﷺ نے فرمایا ایسا وقت آئے گا کہ بھیڑیئے بھیڑوں کی حفاظت کریں گے۔ لیکن تم جلد بازی کرتے ہو، جلد بازی نہ کرو بلکہ صبر کرو تو آپ ﷺ نے یہ جو فرمایا صبر کرو تو یہ کیا تھا؟ کوشش کرتے رہو، محنت میں لگے رہو، ایمان پر ڈٹے رہو، اور مناسب وقت کا انتظار کرتے رہو، خوشی کا، ایمان کا، کامیابی کا، توحید کا سورج پوری چمک ودمک سے طلوع ہو کر رہے گا۔

محبوب کو تسلی کے مختلف انداز

یہی بات اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو کہی، صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان ہوجاتے تھے تو حضور ﷺ تسلی دیتے تھے اور حضور ﷺ جب دل شکستہ ہوجاتے تو اللہ اُنہیں تسلی دیتے۔ اللہ کے تسلی دینے کا انداز کتنا پیارا ہے۔

یَاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۲ ۔ یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳

(اے چادر اوڑھنے والے، کھڑے ہوجایئے، آپ لیٹ گئے تو پھر کھڑا کون ہوگا ، کھڑے ہوجایئے، لوگوں کو ڈرایئے، اپنے رب کی تکبیر بیان کیجیے۔ کبھی یٰسٓ کہا جاتا، کبھی طٰسٓ کہا جاتا، کبھی یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ کہا جاتا، کبھی یَاَیُّهَا النَّبِیُّ کہا جاتا۔ تسلی دی

جاتی۔ سورۂ طور میں فرمایا۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔

(اپنے رب کے حکم پر صبر کیجئے۔)

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا آپ ﷺ ہماری نظروں میں ہیں کیا محبت کا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں آپ میری نظروں میں ہیں آپ اس طرح تو ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہے، کیڑے مکوڑے، درخت پودے نباتات، حیوانات وجمادات، ہمارے جیسے گنہگار سب اللہ کی نظر میں ہیں، لیکن اللہ جو اپنے محبوب سے فرما رہے ہیں "فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا" مطلب یہ تھا کہ آپ پر ہماری خاص نظر میں ہیں۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝۴۸ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝۴۹

(آپ ہماری تسبیح، عبادت، میرے حکم کی اطاعت کی تکمیل میں لگے رہیے، صبر کیجیے تو یہاں صبر کا کیا مفہوم تھا، محنت کرتے رہیں جو آپ کے بس میں ہے کرتے رہیں۔)

صبر کے مفہوم کی وضاحت

فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۹

(صبر کیجیے انجام متقین کا ہوگا۔)

فی الوقت فاسقین کا غلبہ ہے، منافقین کا غلبہ ہے لیکن میں اللہ بتا رہا ہوں کہ آخری غلبہ آپ کو ہوگا صبر کے مفہوم میں یہ بات بھی ہے کہ انسان مشکلات میں بے قرار نہ ہو جائے، حد سے نہ بڑھ جائے جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر کیا ہم جو یہ صبر کی تلقین کرتے ہیں یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں حادثہ کا کچھ احساس نہیں، یہ بھی ہم جانتے

ہیں جو درد ان لوگوں کو ہے جن پر یہ حادثہ گزرا ہے، وہ درد دوسروں کو نہیں ہوسکتا جو بے کفن لاشیں لیے بیٹھے ہیں، اصل اسی کو ہی پتہ چلتا ہے جن پر گزرتی ہے جس خاندان میں ایک فرد رہ گیا باقی سارا خاندان ختم ہوگیا، میں نے اخبار میں دیکھا کہ ایک خاندان کے چالیس افراد ہلاک ہوگئے۔ تو احساس ان کو ہے لیکن تکلیف ودرد کے باوجود مومن کی شان یہ ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہے، دل بھی تڑپے، رو بھی پڑے، غم کا اظہار بھی کرے، دُکھ کا احساس بھی کرے لیکن حد سے آگے نہ بڑھے یہ آفت ٹوٹی تو اس سے پہلے بھی آفت ٹوٹ چکی، اللہ نے ایسے نمونے اور مثالیں قرآن میں بیان کردی ہیں۔ ہر واقعہ جو قیامت تک پیش آنے والا واقعہ ہے اللہ نے اس کے بارے میں قرآن کریم میں کچھ واقعات، کچھ اخبار، قصص، کچھ مثالیں، کچھ پیغام دے دیئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بھی انہی لوگوں میں سے تھے، جن کا سب کچھ تباہ ہوگیا تھا، بیوی، بچے خاندان، گھر مال، سب کچھ تباہ ہوگیا تھا۔ لیکن جیسے سب کچھ تھا تو الحمدللہ کہتے تھے، جب کچھ نہ رہا تب بھی الحمدللہ کہتے تھے اللہ نے پھر ان کے بارے میں کہا۔

إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

ہم نے حضرت ایوب کو صبر والا پایا، بہت ہی اچھا بندہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ جو الفاظ ہیں خدا کی قسم! پوری کائنات کو ایک پلڑے میں رکھا جائے، اللہ کے یہ جو تعریفی الفاظ ہیں ان کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو اللہ کے الفاظ والا پلڑا جھک جائے، اتنے بھاری الفاظ ہیں اللہ کہہ رہے ہیں کہ ایوب تو، بس میری طرف ہی رجوع کرنے والا تھا اور میں نے نعمتیں چھین لیں تو بھی میری ہی

طرف رجوع کرنے والا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا کہا تھا اپنے والد سے جب کہا بیٹا خواب میں اشارہ ہوا ہے تجھے ذبح کرنے کا تو کہا تھا۔

يَٰٓأَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّٰبِرِينَ ﴿١٠٢﴾

اے ابا جان! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے یہ کیا تھا؟ صبر، میں بے قراری کا اظہار نہیں کروں گا، مضطرب نہیں ہوں گا، گردن چھڑانے کی کوشش نہیں کروں گا، ہائے اور واویلا نہیں کروں گا، تسلیم ورضا کے جذبات کے ساتھ گردن آپ کے سامنے جھکا دوں گا، چھری آپ پھیر دیجئے۔

صبر کے مفہوم کا ایک پہلو

صبر کے مفہوم میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی زیادتی کرے تو درگزر سے کام لیا جائے اللہ کہتے ہیں۔

وَإِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُواْ بِمِثۡلِ مَا عُوقِبۡتُم بِهِۦۖ وَلَئِن صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٞ لِّلصَّٰبِرِينَ ﴿١٢٦﴾

(دیکھو! اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرے تو میں تمہیں اتنی ہی زیادتی کی اجازت دیتا ہوں، جتنی تمہارے ساتھ کی گئی ہے لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت بہتر ہے۔)

کہہ دو میں نے معاف کر دیا یہ، بہت بہتر۔ آپ سوچئے! طاقت بھی ہو، انتقام لینے کی قدرت بھی ہو، زیادتی بھی ہوئی ہو پھر کوئی کہے کہ معاف کر دیا یہ بے چارگی کی

وجہ سے نہیں ہوتا ہے یہ کمزور لوگوں کا کام نہیں ہے یہ اس آدمی کا کام ہے جو اندر سے بہت مضبوط ہو اور ہمارے آقا ﷺ اندر سے بہت مضبوط تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی گلیاں سامنے تھیں، وہی گلیاں جہاں آپ کے ماننے والے کو گھسیٹا جاتا تھا اور آپ کے جسم پر کیچڑ ڈالا جاتا تھا، اور کسی کو انگاروں پر لٹایا جاتا تھا، کسی کے جسم کے ٹکڑے کیے جاتے تھے اور ظلم کرنے والے اور ظلم کرنے والوں کی اولادیں آپ کے سامنے تھیں اور آپ کا ایک ماننے والا جوش میں کہہ اُٹھا تھا۔ اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ۔

آج بدلہ لیے جانے کا دن ہے اور آقا نے فرمایا تھا اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ آج رحم کرنے کا دن ہے، بے اختیاری میں تو سب معاف کرتے ہیں، محمد تو وہ ہے جو اختیار کی حالت میں معاف کردے ﷺ۔

ایمان والوں کی شان

یہ بھی صبر کے مفہوم میں داخل، صبر کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان ثابت قدم رہے، میدانِ جنگ میں، غربت میں، فقر و فاقہ میں۔ مخالف حالات میں، اللہ نے ایمان والوں کی شان بیان فرمائی ہے۔

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ط

جو فقر و فاقہ میں، تکلیف میں، اور جنگ کے وقت میں، جب گولیاں چل رہی ہوں، گردنیں کٹ رہی ہوں، ثابت قدم رہیں وہ ہیں ایمان والے۔

صبر کی اقسام اور صلہ

ثابت قدمی بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے اور اختصار کے ساتھ بیان کروں

، اہلِ علم نے صبر کی تین قسمیں بیان کی ہیں، گناہوں سے اپنے آپ کو روک دینا یہ بھی صبر، اطاعت اور عبادت کے راستے میں زندگی بھر جمے رہنا، یہ بھی صبر ہے اور مصیبت و پریشانی میں حد سے آگے نہ بڑھنا، یہ بھی صبر ہے اور اللہ نے صبر کرنے والوں کی بڑی تعریفیں بیان کی ہیں۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

صبر کرنے والوں کو ان کا اجر دے دیا جائے گا بغیر حساب کے کتنا بڑا اجر ہے۔

صبر کا صلہ

حدیث میں آتا ہے سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا

جب کسی کے بچہ کا انتقال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی روح حضرت عزرائیل علیہ السلام نے نکالی تو اللہ کے حکم سے نکالی۔ لیکن اس کے باوجود اللہ فرشتے سے کہتا ہے ارے تم نے میرے بندے کے بچہ کی روح قبض کر لی، اس کے دل کے ٹکڑے کو، اس کے دل کے سکون و راحت کو تم نے چھین لیا کہتا ہے ہاں اللہ! میں نے ایسا کیا، اللہ فرماتا ہے جب تم نے ایسا کیا تو میرے بندے نے کیا کہا تو فرشتہ نے کہا اے اللہ! جب آپ نے اسے بچہ عطا کیا تو اس نے الحمد للہ کہا تھا جب آپ نے اس سے لے لیا تب بھی اس نے کہا الحمد للہ کہا کہ میں اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوں ، اللہ فرماتے ہیں میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک محل تیار کر لو اور محل کے اوپر لکھ دو بیت الحمد۔ محل کا نام ہی بیت الحمد رکھ دیا ہے یہ اس بندے کے لئے تیار کیا جاتا ہے جو تکلیف میں بھی اللہ کی تعریف بیان کرتا ہے، صبر کو نصف ایمان کہا

گیا ہے، آدھا ایمان شکر اور آدھا ایمان صبر، حالات موافق ہوں نعمتیں ملیں تو شکر حالات مخالف ہو، نعمتوں سے محرومی ہو تو پھر صبر، تو پہلی چیز جس سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا وہ ہے صبر، دوسری چیز۔

وَالصَّلٰوةِ ط۔ (نماز سے مدد حاصل کرو)

صبر کا اعلیٰ نمونہ

نماز روحانی طاقت کا سرچشمہ ہے نماز ایک پل ہے جو فانی کو باقی سے ملاتا ہے ، جو بندے کو اللہ سے ملاتا ہے نماز مومن کی معراج ہے حضور ﷺ کو معراج آسمان پر لے جا کر عطا کی گئی ہمارے جیسوں کی تو حیثیت ایسی نہیں ہے کہ ہم اپنے آقا جیسی معراج حاصل کرسکیں لیکن ہم اپنی حیثیت کے اعتبار سے معراج کا مقام حاصل کر سکتے ہیں اور وہ کیا ہے؟ کہ اپنے سر کو اللہ کے سامنے جھکائیں، دیکھئے! صبر سے بھی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن بسا اوقات صبر کرتے کرتے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگتا ہے، جب پیمانہ صبر چھلکنے لگے تو اس کو چھلکنے سے بچانے کے لئے نماز آگے آتی ہے نماز سے صبر کے داعیہ کو قوت ملتی ہے۔ اللہ نے کوئی مخفی ربط رکھا ہے اور اثر رکھا ہے، پریشانیوں کو دور کردے اور نماز کے درمیان حاجات کو پورا ہونے اور نماز کے درمیان جب آپ پریشان ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے اے بلال! ہمیں نماز کے ذریعے سے راحت دے دو، سکون دے دو اے بلال! نماز قائم کرو جب ہم نماز پڑھیں گے تو ہمیں سکون ملے گا جب آپ کو کوئی پریشانی ہوتی تو آپ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اس لیے قرآن میں فرمایا۔ نماز اور صبر کے ذریعے

سے مدد حاصل کرو، صبر نماز کا اعلیٰ نمونہ ہے، نماز کی حالت میں انسان دنیا سے بالکل کٹ جاتا ہے یہ بھی نہیں بولنا، بالکل حرکت نہیں کرنی، اِدھر بھی اُدھر بھی نہیں دیکھنا، متوجہ رہنا ہے، نظروں کو بھی یہاں متوجہ رکھنا ہے۔ تو خود نماز صبر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

شہادت کی حقیقت اور شہید کا مقام

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں اُن کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔)

جب دین کی دعوت دی جائے گی مصائب، تکلیفوں، دشمنوں کا سامنا کرنا پڑے گا دین کی دعوت تو کوئی آسان کام نہیں ہے، بڑی مشکلات ہیں، بڑی قربانی کا کام ہے، رسمی تقریریں کر دینا یہ تو آسان ہے بلکہ اللہ معاف کرے بہت سے خطیبوں کا یہ ذریعہ معاش ہے، کماتے ہیں، نعت خوانی کے ذریعے سے، تقریروں کے ذریعے سے، تلاوت وقرات کے ذریعے سے منہ مانگی فیس لیتے ہیں، لیکن دعوت دین کے لئے لینا نہیں بلکہ دینا پڑتا ہے تو فرمایا کہ تم دعوت دو گے تو وہ مرحلہ بھی پیش آسکتا ہے جب جان کا نذرانہ دینا پڑے گا تو جو لوگ دین کے لیے اپنی جانیں قربان کریں تو اللہ کہتے ہیں اُنہیں مردہ مت کہو وہ شہید ہیں وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کے زندہ ہونے کا شعور نہیں، شہید وہ ہے جو صرف اللہ کے لئے لڑے نہ مال و دولت کے لیے، نہ شہرت کے لئے، نہ دکھلاوے کے لئے، آج تو لوگوں نے شہید کا لفظ ایسا عام کر دیا

جو بھی گمراہ پارٹی کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے اس کو بھی شہید کہتے ہیں، بعض نے تقسیم کر رکھی ہے، سرخ شہید، سبز شہید، کہتے ہیں شہیدوں کو سرخ سلام، یہ بھی شہید کی ایک قسم ہے، سرخوں کو ان کا سلام ہوتا ہے۔ اصل شہید وہ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے اپنی جان قربان کردے، اللہ کہتے ہیں وہ زندہ ہے یہ برزخی زندگی تو ہر کسی کو حاصل ہوگی، برزخی زندگی کون سی ہے؟ یہ دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان کی زندگی کو برزخی زندگی کہتے ہیں وہ تو ہر کسی کو حاصل ہے لیکن شہید کے اندر برزخی زندگی کے آثار زیادہ قوی اور زیادہ نمایاں ہوں گے۔

شہید کو زندہ کہنے کی وجہ

مسلم شریف کی روایت ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں پھرتی ہیں، پھر عرش کے نیچے جو قندیلیں معلق ہیں ان میں جا کر بسیرا کر لیتی ہیں، اب وہ سبز پرندوں کی شکل میں کیسے پھرتی ہیں، وہ قندیلوں میں کیسے بسیرا کرتی ہیں، یہ عالم آخرت کی باتیں ہیں، ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، ہم بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ انہیں عام لوگوں سے زیادہ قوی اور مضبوط زندگی حاصل ہوتی ہے اور شہید کو زندہ اس لیے کہا گیا کہ شہید کی موت سے نظریہ کو تقویت ملتی ہے، شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ جب کوئی شخص دینِ اسلام پر ثابت قدم رہ کر اپنی جان قربان کرتا ہے اس کی جان کا نذرانہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں چراغ کو روشن کرتی ہے۔

ایک مؤمن بچے کا ایمان افروز قصہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کا قصہ بیان کیا۔ میں اختصار کے ساتھ بیان کر رہا

ہوں، ''وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ ''اس نے ایمان کو قبول کیا
،اس کو دھمکی بھی دی گئی لیکن وہ ایمان چھوڑنے پر تیار نہ ہوا، اس کو قتل کرنے کے لیے
مختلف تدبیریں اختیار کی گئیں لیکن ہر تدبیر ناکام ہوگئی، آخر اس بچے نے کہا، میں
تمہیں تدبیر بتلاتا ہوں، شہر کے سارے لوگوں کو جمع کرلو۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مجھ
پر تیر چلادو، یہ ان لوگوں سے کہہ رہا ہے جو اللہ کو مانتے ہی نہیں تھے، لیکن اس کے
وجود سے جان چھڑانا چاہتے تھے تو انہوں نے ایسا ہی کیا، سارے شہر کے لوگوں کو جمع
کیا بچے کو سامنے کھڑا کیا گیا اور وہی جو اللہ کا منکر تھا اس نے اللہ کا نام لے کر تیر چلایا
، بچہ شہید ہوگیا، لیکن بچے کے شہید ہونے سے جتنا مجمع جمع تھا سب نے ایمان قبول
کرلیا، شہید کی قربانی نظریے کو طاقت بخشتی ہے، کوئی چیز تو ہے جو یہ لوگ جان دیتے
ہیں لیکن ایمان نہیں چھوڑتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اسی لیے ایمان قبول کیا کہ اپنی
بہن کو مارا پیٹا، بہن نے کہا عمر! جو کرتے ہو کرو ایمان نہیں چھوڑوں گی۔ فرعون کے
جادوگر نے کہا تھا جو چاہتے ہو کرو ہم ایمان نہیں چھوڑ سکتے اور کہا جاتا ہے کہ جب
جادوگروں کو بھی فرعون نے پھانسی دی، تو بہت سے لوگوں نے ایمان قبول کرلیا۔

قرآن تازہ کلام ہے یوں معلوم ہوتا ہے یہ آیت زلزلہ کے پیش آنے کے بعد
نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مقصدِ حیات

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف سے کچھ بھوک سے، جانوں، مالوں، پھلوں
میں نقصان کے ساتھ، اور خوش خبری سنا دیجیے صبر کرنے والوں کو)۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو پیدا کیا ہے یہ ابتلاء اور آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

زندگی اور موت کا مقصد

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

اللہ نے زندگی اور موت کا جو نظام بنایا تا کہ تمہیں آزمائے تم میں سے کون ہے
اچھے اعمال کرنے والا؟

سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

(ہم نے زمین پر جو زینت رکھی ہے وہ اس لئے تا کہ ہم انسانوں کو آزمائیں کہ کون
ہے اچھے اعمال کرنے والا)

اور آزمائش کی صورتیں مختلف ہیں۔ اللہ نعمتیں دے کر آزماتا ہے، اولاد، مال، عہدہ دے کر، مال واسباب کی فراوانی دے کر، جوانی دے کر، قوت دے کر، صحت وفراغت دے کر، یہ بھی آزمائش کی ایک صورت ہے اور اللہ کبھی حوادث سے بھی آزماتا ہے مصائب، بیماریوں، پریشانیوں سے بھی آزماتا ہے اور آزمائش کی ایک صورت زلزلے اور طوفان بھی ہے یہ بھی ابتلاء اور ایک آزمائش ہے مطلقاً یوں کہنا یہ اللہ کا عذاب ہے جو ان لوگوں پر نازل ہوا یہ کہنا صحیح نہیں۔ مطلقاً یہ کہنا جو مر گئے ان

کے لیے عذاب ہے، یہ کہنا درست نہیں کیونکہ اس میں معصوم بچے، صلحاء باپردہ اور عفیفہ وعورتیں اور اللہ کی اطاعت گزار خواتین بھی تھیں ہاں ان میں فجار، فساق، عیاش لوگ بھی تھے۔ البتہ یوں کہنا درست ہے کہ یہ سب کے لیے آزمائش ہے، کسی کے لیے عذاب، کسی کے لیے ابتلاء اور کسی کے لیے آزمائش، کسی کے لیے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتا ہے، کسی کے لیے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے یہ مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ اگر انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی زلزلہ، پریشانی ہوتو اس کے بارے میں ہمیں اللہ کی کتاب کیا کہتی ہے۔ اللہ کی کتاب کہتی ہے۔

مؤمن کی شان

پہلا کام مومن کو یہ کرنا چاہیے وہ یقین ورضا کی صفات کو اپنے اندر مضبوط کرلے۔ یہ علاج ہے حادثے کا، مصیبت وپریشانی کا، یقین اس بات کا کہ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ''۔ ہم بھی اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب اللہ کا ہے، وہ جب چاہے دے دے، اور جب چاہے لے لے۔ ہم کمزور اور وہ طاقت ور، ہم مسلمان اس کے فیصلے پر راضی رہیں اور اگر ہم اللہ کے فیصلے پر راضی نہ بھی ہوں تو ہم کیا کرسکتے تھے تو مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہے، یقین ہو کہ اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہے۔

مصائب وتکالیف میں حکمت

پہلی حکمت:...... حوادث، زلزلے، طوفان، پریشانیوں میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ بندہ کو احساس ہو کہ میں بندہ ہوں خدا نہیں ہوں۔ میں کمزور ہوں، میں طاقتور

نہیں ہوں، طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے "إِنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾

(انسان بڑا کمزور ہے)

دوسری حکمت:......دوسری حکمت یہ ہے کہ نعمت کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب انسان نعمت سے محروم ہوتا ہے۔ ہمارے بہت سے بھائی آج مکان سے محروم ہیں، کھلے آسمان تلے ہیں اور اوپر سے بارش ہو رہی ہے، ان نعمتوں کا شکر ادا کرو، اللہ کے سامنے سر کو جھکا لو، اس کا شکر ادا کرو۔

تیسری حکمت:......تیسری حکمت یہ ہے کہ کچھ لوگوں پر مصیبت آتی ہے اور کچھ لوگ ان مصیبت والوں پر رحم کرتے ہیں، رحم کرنے والوں کو رحم کی وجہ سے نوازا جاتا ہے کہ اللہ کا اصول یہ ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر تم رحم کرو آسمان والا یعنی اللہ تم پر رحم کرے گا۔

الحمد للہ خوشی ہوئی اس بات سے کہ ہماری قوم رحم کے سلسلے میں پیچھے نہیں رہی۔ اے کاش! کہ قوم کو کوئی قائد مل جائے اس قوم کے اندر زندگی ہے، یہ قربانی دے سکتی ہے۔

چوتھی حکمت:...... چوتھی حکمت یہ ہے کہ انسان پریشانیوں، مصیبتوں، بیماریوں میں تکبر، بڑائی اور غرور سے محفوظ رہے۔ اگر بیماری نہ ہو ہم اپنی مرضی پر چلیں تو پھر

ہم فرعون بن جائیں۔ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ اگر اللہ نے اس کو اقتدار نہ دیا ہوتا، مال و دولت نہ دیتا، غربت کی زندگی بسر کرتا تو پھر وہ کہہ سکتا تھا؟۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اگر کہہ بھی دیتا لوگ پکڑ کر اس کا کچومر نکال دیتے، دولت و اقتدار ملا تو دماغ خراب ہو گیا کہتے ہیں بعض اوقات انسان دولت کی وجہ سے سرکش ہو جاتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧

انسان سرکش ہو جاتا ہے اس لیے کہ کہتا ہے میں مستغنی ہوں۔

سورۂ شوریٰ میں فرمایا

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ

(اگر میں رزق کو کشادہ کر دیتا اپنے بندوں پر، یعنی زیادہ کر دیتا تو یہ سب زمین میں سرکش بن جاتے، شیطان بن جاتے، زمین کا سکون تباہ کر دیتے۔)

پانچویں حکمت:...... پانچویں حکمت یہ ہے کہ جب نیک لوگوں پر مصیبت آتی ہے تو ان کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

یہ مت سمجھیں کہ برائی پر ہمیشہ مصیبت آتی ہے، اگر کسی پر مصیبت آئے یہ نہ سمجھیں کہ یہ برا ہے۔ یہ بات آج کل بہت پائی جا رہی ہے۔ کہ یہ مصیبت (زلزلہ)۔ یہ ان کے لیے عذاب تھا، بعض تو کہتے ہیں یہ تو سائنس سے غفلت برتنے کا نتیجہ ہے، اگر ہم سائنس سے غفلت نہ برتتے تو آج ہمیں ان مصیبتوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ایسے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ فرعون غرق نہ ہوتا اگر وہ سائنسی ترقی کرتا۔ اسلامی قوم سیلاب میں تباہ نہ ہوتی، اگر وہ سائنسی ترقی کرتی۔ قوم عاد، ثمود، قوم

شعیب پر عذاب نہ آتا، چیخ سے چنگھاڑ سے، زلزلے سے اگر وہ سائنسی ترقی کر لیتے۔ یہ کہنا غلط ہے یہ قرآن کے مطابق نہیں، البتہ یہ بات تسلیم کرنی چاہئے کہ یہ مصیبت آنے کا لازمی نتیجہ نہیں ہم کہتے ہیں جن پر مصیبت آئی ہے وہ گنہگار ہی ہیں ، نیک لوگوں پر مصیبت نہیں آسکتی، میرے آقا ﷺ سے زیادہ کوئی نیک ہے؟، آپ کے قدموں کی دھول پر ہماری عبادتیں قربان ہوں، لیکن ہمارے آقا ﷺ پر کیسی مصیبتیں آئیں اُنہیں مکہ میں کیسے ستایا گیا، نماز تک پڑھنے نہیں دی جاتی تھی۔ مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اُحد میں دندان مبارک شہید ہوئے، خندق کے موقع پر ایسا فقر و فاقہ کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیے، جب دنیا سے جا رہے تھے ایک زرہ جو یہودی کے پاس گروی تھی اس لیے کہ اس سے تھوڑا سا غلہ لے رکھا تھا۔ بڑی مصیبتیں، بڑی تکلیفیں، بڑی پریشانیاں، یہ کہنا جو نیک ہے کبھی زخمی نہیں ہوگا یہ تو حقائق کے خلاف ہے، کیا نیک لوگوں کا کاروبار میں نقصان نہیں ہوتا، ان پر مصیبت نہیں آتی؟۔

بلکہ آپ نے فرمایا:

اَشَدُّ الْبَلَآءِ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ

سب سے سخت مصیبتیں انبیاء پر آئیں۔ پھر جو انبیاء کے جتنا قریب ہوتا ہے اسی پر مصیبتیں آتی ہیں۔ ان مصیبتوں، پریشانیوں، تکلیفوں میں ایک کام کرنے کا وہ یقین اور رضا ہے۔ دوسرا کام محاسبہ کرنا ہے، ہر ایک اپنا اپنا محاسبہ کرے کہ یہ مصیبت کہیں ہمارے گناہوں کا نتیجہ تو نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے سورہ شوریٰ میں فرمایا:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا

عَنْ کَثِیْرٍ﴿۳۰﴾

تم پر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہیں اور بہت سے گناہوں کو اللہ معاف فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سیلاب زلزلے اور حوادث

دوسری نشست

از افادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞......ابتلاء اور آزمائش کی کتنی صورتیں ہیں؟

۞......اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ میں اللہ نے کیا تعلیم دی ہے؟

۞......اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کی کیا فضیلت ہے؟

۞......کیا طبعی رونا شریعت کے منافی ہے؟

۞......مصیبت اور پریشانی میں کرنے کے کام کیا ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

میرے محترم بزرگو دوستو، ماؤں بہنو اور بیٹیو!

اللہ نے انسانوں کو آزمائش، ابتلاء، امتحان کے لیے پیدا کیا ہے

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾

اللہ نے موت وحیات کا نظام رکھا ہے ابتلاء اور آزمائش کے لیے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

ابتلاء کی چار بڑی صورتیں

پہلی صورت ابتلا بالطاعات

ابتلاء کی یوں تو بہت ساری صورتیں ہوسکتی ہیں لیکن علماء کرام کہتے ہیں ابتلاء کی بڑی بڑی چار صورتیں ہیں اور ہر صورت کا اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی علاج بتلایا ہے کبھی ابتلاء ہوئی عبادت اور اطاعت سے، اللہ تعالیٰ کسی کو علم عطا فرمادے یہ بھی آزمائش ہے، عمل کی توفیق عطا فرمادے یعنی نماز پڑھنے کی توفیق، روزہ رکھنے کی توفیق، یہ بھی آزمائش ہے اس لیے کہ جب اللہ نے کسی کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرما دی اور وہ ان اعمال کی وجہ سے گھمنڈ میں مبتلا ہوگیا، تکبر وغرور کا شکار ہوگیا، جو کچھ کیا تھا وہ سب ضائع ہوگیا ان لوگوں میں سے ہوگیا جن کے بارے میں اللہ نے سورۂ کہف کے آخر میں فرمایا؛

وہ انسانوں میں سے سب سے خسارے والے ہیں کون لوگ ہیں ؛

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

(جن کے اعمال، جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی لیکن وہ یہ سمجھتے رہے کہ ہم بڑے اچھے اعمال کررہے ہیں۔)

کئی علم والوں کو، کئی حاجیوں کو، کئی مجاہدین کو اسی گھمنڈ نے ماردیا، تباہ کردیا تو جس کو اللہ علم دے تو وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ذریعے سے آزماتا ہے اس کو

کیا کرنا چاہئے؟ ایک تو یہ کہ وہ شکر کرے۔

اے اللہ! تو نے مجھ پر کرم کیا، مجھے علم کی توفیق دے، میرے دل میں اس کا جذبہ پیدا کیا، نیکی کی طرف اور مسجد کی طرف چل کر آنے کی توفیق عطا فرمائی ،سجدے کے لئے سر جھکانے کی بھی تو نے توفیق عطا فرمائی ،اگر صدقہ وخیرات کی توفیق دے تو یہ سوچے کہ یہ مال بھی اللہ تعالیٰ نے دیا اگر نہ دیتا تو میں خرچ کیسے کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ڈرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں عمل مقبول ہوا بھی ہے یا نہیں۔علماء نے روزے کی قبولیت کی شرطوں کے ساتھ یہ شرط بھی بیان کی کہ تمام شرائط جب ادا کریں روزہ مکمل کریں تب بھی ڈرتا رہے کہ اللہ کے یہاں روزہ مقبول ہوا ہے یا نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں اللہ کے منتخب بندوں میں سے ہیں تعمیر کعبہ کا کام کر رہے ہیں، کعبہ کو تعمیر کرتے ہوئے اللہ سے مانگ رہے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾

اے اللہ! ہم سے تو ہی اس کو قبول فرمالے بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ دیکھو اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کر رہے ہیں اور ڈر رہے ہیں کہ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ قبول کرے گا یا نہیں۔اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کر رہے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی عمل کو قبول کرلے تو خواہ وہ بہت چھوٹا ہی ہو قیامت کے دن وہ پہاڑ سے بڑا نظر آئے گا ،اگر پہاڑ جیسا بڑا عمل کیا ہو لیکن اللہ نے قبول نہ کیا۔تو قیامت کے دن اس کا وزن مچھر کے پَر کے برابر بھی نہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے ''فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴿۱۰۵﴾ ''ہم قیامت

کے دن ان کے اعمال کا وزن ہی نہیں کریں گے ان کے لیے ترازو ہی قائم نہیں کریں گے، ضرورت ہی نہیں ہے اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ ان کے اعمال میں وزن ہی نہیں۔ یہ ابتلاء کی پہلی صورت ابتلاء بالطاعات ہے۔

ابتلاء کی دوسری صورت ''ابتلاء بالسیات''

اللہ کسی کو گناہوں میں ڈال دے معصیت کا ارتکاب ہوجائے یہ بھی آزمائش ہے اگر معصیت میں مبتلا ہو تو پھر شریعت کیا کہتی ہے تو اس کا بھی شریعت نے علاج بتلایا، کہ وہی کرو جو تمہارے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام نے کیا تھا، جب گناہ ہوجائے تو نادم اور شرمندہ ہوجاؤ اور اللہ کے حضور ہاتھ اُٹھاؤ، دعا مانگو۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا، غلطی ہوگئی، انسان ہیں بشریت کا تقاضا ہے، کمزور ہیں نفس اور شیطان غالب ہوگیا تیری نافرمانی نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن ہوگئی، گناہ ہوگیا۔ اے اللہ! تو معاف فرمادے، اس لئے کہ تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں، اور اگر تو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو پھر ہم تباہ ہوجائیں گے۔ اور یہ علاج اس شخص کو بتلایا گیا جو معصیت میں مبتلا ہوجائے۔

ابتلاء کی تیسری صورت ''ابتلاء بالنعم''

اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نعمتیں عطا فرمادیں اور کسی کو نعمتیں عطا کرنا بھی ابتلاء کی ایک صورت ہے، کسی کو اللہ تعالیٰ نے دولت کی فراوانی عطا کردی، اولاد عطا کردی، صحت

عطا کی ہے، جوانی، اقتدار، عزت، شہرت بھی ابتلاء ہے، جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب ابتلاء کی ایک صورت ہیں بے شمار لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ نعمتوں کے ذریعے سے آزمایا گیا، تو وہ کفر، شرک، بغاوت اور سرکشی میں مبتلاء ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگ گئے۔ ایسے بد بخت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں عطا فرمائیں، انہوں نے خدائی کے دعوے کرنے شروع کر دیئے۔ فرعون نے کہا تھا ''اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى'' اگر فقیر ہوتا کھانے کو کچھ نہ ملتا، اقتدار نہ ملتا تو پھر رب ہونے کا کبھی دعویٰ نہ کرتا۔ گھمنڈ سے کہتا تھا۔

اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾

(کیا یہ مصر کا ملک میرا نہیں ہے، اور یہ نہریں، یہ سمندر، یہ دریا ان کا مالک میں نہیں ہوں کیا تمہیں نظر نہیں آتا۔)

جن سمندروں اور جن دریاؤں جن نہروں پر ملکیت کے وہ دعوے کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے چھ لاکھ کے لشکر کے ساتھ ان میں سے کسی ایک کے اندر ڈبو دیا۔ اور ڈوبتے وقت اقرار کیا کہ مالک میں نہیں ہوں، مالک اللہ ہے۔

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩٠﴾

میں اسی پر ایمان رکھتا ہوں جس پر بنو اسرائیل ایمان رکھتے ہیں میں بھی یقین رکھتا ہوں کہ مالک وہی ہے، خالق وہی ہے پالنے والا وہی ہے موت حیات کا نظام اسی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''آلْـٰٔنَ'' اب ایمان لاتے ہو۔

وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝۹۱

(اس سے پہلے تو نافرمانی کرتے رہے اور تم تو بڑے فسادی تھے۔)

ابتلاء کی چوتھی صورت ''ابتلاء بالمصائب''

حوادث، مصائب، بیماریوں، فقر و فاقہ، غربت، پریشانی کے ذریعے سے ابتلاء، اللہ کسی کو اس طرح آزماتے ہیں، مصائب ہوں حوادث ہوں، عزیزوں کی جدائی ہو، پریشانیاں ہوں، بیماریاں ہوں، جنازے اُٹھانے پڑے، جگر گوشوں کے جنازے، اپنے والدین کے جنازے، رشتہ داروں کے جنازے، دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں لوگوں کا کاروبار ختم ہو جائے۔ دکان، فیکٹری، کارخانے میں آگ لگ جائے، مکان زمین بوس ہو جائے، جیسا کہ زلزلہ میں ہوا یہ جو زلزلے میں مارے گئے ہیں اور جن کے مکان خراب ہو گئے وہ سب کے سب فقیر نہیں تھے، بعض کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ فیکٹریوں کے مالک، ایسی دکانیں کہ لاکھوں کی سیل دینے والی، پلک جھپکتے ہی عمارت کے آسمان سے غربت کے فرش پر آ گرے اسی لئے یہ بھی ابتلاء ہے زلزلوں، طوفانوں کے ذریعے سے آزمایا جاتا ہے اب جو یوں مصیبت آ جائے عرض کیا تھا کہ اس میں کرنے کا تو سب سے پہلا کام یقین اور رضا ہے اس بات کا یقین کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا، میرے پاس جو کچھ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا اور یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی یہ یقین و رضا، اس آیت میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط

(ہم تمہیں آزمائیں گے کبھی خوف سے، جان کا خوف مال کا خوف، عزت کا خوف، جان مال وعزت خطرے میں ہے، اسی طریقے سے آزمائیں گے۔)

وَالْجُوْعِ (اور کبھی بھوک سے آزمائیں گے)

ہم کہیں گے حرام سے بچو، شیطان کہے گا کہ اگر حرام سے بچو گے تو گذارہ کیسے ہوگا، دنیا میں کیسے رہ سکو گے، شیطان دل میں یہ بٹھائے گا کہ یہ دور نہیں ہے جس میں صرف حلال طریقے سے زندگی بسر ہو سکے۔ فقروفاقہ سے شیطان ڈرائے گا تو ہم تمہیں آزمائیں گے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ حرام خود چل کر تمہارے پاس آئے گا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوگا وہ حرام سے بچ جائے گا اور جس کے دل میں اللہ کا ڈر نہ ہوگا وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

(اور ہم آزمائیں گے مال میں کمی کے ساتھ)

ہم کہیں گے رشوت سے بچو کہ رشوت لینے اور دینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ ہم کہیں گے سود سے بچو، اس لئے کہ سود کا نظام اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے، ہم کہیں گے مشتبہ مال سے بچو، چوری چکاری سے، خیانت سے بچو، لیکن شیطان ورغلائے گا کہ سارے ہی رشوت لے رہے ہیں، سارے ہی سود کھا رہے ہیں ایک تم ہی زیادہ تقویٰ والے آ گئے شیطان اشارے سے بتائے گا فلاں نمازی ہے رشوت بھی لیتا ہے، حاجی ہے سود بھی کھاتا ہے، تو تم اتنے تقویٰ کیوں کرتے ہو صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا تقویٰ؟ تم بھی کھاؤ اور آخری عمر میں پھر توبہ کر لینا، حرام کھا کے اللہ سے معافی مانگ لینا، تو فرمایا ہم اس طرح سے آزمائیں گے۔

وَالْاَنْفُسِ (اور ہم آزمائیں گے جانوروں کے نقصان کے ساتھ)
کسی عزیز کو موت آگئی، بیماری نے اس کو گھیرا، تو یوں بھی آزمائش ہوگی۔ اولاد کی موت کی صورت میں بھی آزمایا جائے گا۔

وَالثَّمَرٰتِ (اور پھلوں میں کمی کے ساتھ)
تجارت میں کمی کے ساتھ۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ
(اور خوش خبری سنادیجئے صبر کرنے والوں کو۔)

اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

(صبر کرنے والے وہ ہیں جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے جب ان پر کوئی آفت آپڑتی ہے، تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے اور بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔)

''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' میں تین اہم باتوں کی تعلیم

مختصر سے الفاظ ہیں ان مبارک کلمات میں تین باتوں کی تعلیم ہے۔

پہلی بات: ...... تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے مملوک ہیں، ہم مالک نہیں ہم تو خود مملوک ہیں، ہم آقا نہیں ہم تو خود اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اور اللہ کی ملکیت میں ہیں اور جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اس کے مالک نہیں بلکہ اس کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔

دوسری بات: ...... یہ ہے کہ ساری بیماریاں، ساری پریشانیاں، ساری مصیبتیں، ساری رنجشیں عارضی ہیں۔ ہمیشہ کے لیے نہیں، اس دنیا کی نہ خوشی دائمی، نہ

غمی دائمی، غرض کہ اس دنیا کی ہر چیز عارضی اور فانی ہے۔ بعض اوقات تو اس زندگی ہی میں اُلٹ پلٹ ہو جاتا ہے۔ کل کا امیر آج کا فقیر، اور آج کا فقیر کل کا امیر بن جاتا ہے، اسی زندگی ہی میں اُلٹ پلٹ ہو جاتا ہے، وگرنہ موت جب آئے گی تو وہ ثابت کر ہی دے گی۔ جو کچھ تھا وہ عارضی تھا، دوام جنت کی نعمتوں اور دوزخ کی مصیبتوں کو ہے۔ دنیا کی نعمتیں، راحتیں، پریشانیاں، مصیبتیں عارضی ہیں۔

تیسری بات:...... تیسری تعلیم ان مبارک کلمات میں یہ دی گئی کہ ہمارے سارے اعمال اللہ کے یہاں جمع ہیں، جب ہم سب اس کے پاس جائیں گے تو اللہ سارے پردے بے باک کر دیں گے، سب کے اعمال کا بدلہ دے دیا جائے گا۔

ان کلمات کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل سے بھی ان کلمات کا یقین ہو اور زبان سے بھی کہے دوسرا اور اوسط درجہ یہ ہے کہ دل میں تو یقین ہو لیکن زبان سے نہ کہے ادنیٰ اور آخری درجہ یہ ہے کہ صرف زبان سے کہے، لیکن دل میں نہیں ہے۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" کی فضیلت

ان کلمات کی ہمارے آقا ﷺ نے بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے ان کلمات کی تلقین فرمائی۔

جب بھی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف پہنچے تو ان کلمات کو کہہ لیا کرو۔

ایک دفعہ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے تو چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعجب ہوا اور ان کا خیال تھا کہ شاید یہ کلمات کسی کے مرنے پر ہی پڑھے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! ایسا نہیں ہے جب بھی مومن کو چھوٹی سی مصیبت پہنچے تو وہ یہ کلمات کہے اور اللہ

تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! میں اس نعمت سے محروم ہو گیا، تو مجھے اس کے بدلے کوئی اور نعمت عطا فرما، اور فرمایا جو شخص دل کے یقین کے ساتھ ان کلمات کو پڑھتا ہے تو اللہ پاک اس کی مصیبت کو دور فرما دیں گے اور جو نقصان ہوا اس کی تلافی فرما دیں گے یہاں تک کہ جو نعمت جاتی رہی تو اس کے بدلے بہتر سے بہتر نعمت عطا کریں گے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا جو کہ اُم المومنین ہیں اور ہماری ماں ہیں، جب ان کے شوہر کا انتقال ہوا تو فرماتی ہیں کہ میں نے یہ کلمات پڑھے لیکن دل میں خیال آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ کلمات کہے تو اس کو بہتر نعمت ملے گی اور خیال آیا کہ مجھے اس سے بہتر کوئی شوہر مل سکتا ہے۔ یہ کلمات میں نے کہے اور دل میں خیال آیا کہ مجھے بہتر شوہر کہاں سے ملے گا۔ لیکن کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے شرفِ زوجیت میں قبول فرمالیا۔ تو مجھے ابوسلمہ سے بہتر شوہر مل گیا۔ ایسے شوہر کہ ساری دنیا کے شوہران پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بات کہی آپ سب جانتے ہیں کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے لختِ جگر حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کھو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بہت ہی دُکھ و ملال کی حالت میں یہ کلمات کہے ''یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ''۔ ہائے یوسف۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے کہ اگر اللہ ان کو بھی یہ کلمات ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' سکھاتے تو وہ کبھی بھی ''یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ'' نہ کہتے۔

تو فرمایا جو ان کلمات کو کہتے ہیں:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُهْتَدُوْنَ﴿۱۵۷﴾

(تو ان پر ان کے رب کی عام رحمتیں اور خاص رحمتیں ہوتی ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں ہدایت پانے والے۔)

پہلا کام ہے جو مصیبت میں کرنے کا کہ یقین ہو، جو کچھ میرے پاس وہ بھی اللہ کا اور میں بھی اللہ کا۔ میری اولاد بھی اللہ کی دین، سب کچھ اللہ کی دین ہے، دوسرا یہ کہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہے یہ ہے بڑا مشکل کام کہ مصیبت میں اللہ کی تقدیر پر راضی رہے، اس کا درجہ بہت بلند ہے، خود ہمارے آقا ﷺ کو بھی مصیبتیں پہنچیں۔ آپ نے ایک نہیں بلکہ تین بیٹے اپنے ہاتھوں سے دفن کیے۔

ان کی وفات کے بعد دشمنوں کی زبانیں زہریلے تیر سے بھی زیادہ تیز ہو گئیں۔ کہنے لگے ''قَدْ بَتَرَ مُحَمَّدٌ'' کہ محمد کا تو سلسلہ ہی ختم ہو گیا۔ سلسلہ چلتا ہے بیٹوں سے، جب بیٹے نہ رہے تو محمد کا سلسلہ نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴿۲﴾ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴿۳﴾

سلسلہ آپ کا نہیں ختم ہو گا آپ کے دشمنوں کا ختم ہو جائے گا

چنانچہ حضور ﷺ جسمانی بیٹے نہیں تھے کہ جس سے آپ کا سلسلہ چلتا، لیکن ہر دور میں سینکڑوں بلکہ کروڑوں سے بھی زیادہ آپ کے روحانی بیٹے موجود ہیں آپ ﷺ کے نام لینے والے تو بہت سے ہیں بلکہ ایسے جن کا یہ خیال اور یہ یقین کہ جو کچھ عزت حاصل ہے وہ حضور کی نسبت سے حاصل ہے۔ لیکن ابو جہل کا نام لینے والا کوئی نہیں، ابولہب کی نسبت پر فخر کرنے والا کوئی نہیں۔ تین بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا

،جب حضرت ابراہیم کو دفن کرنے لگے تو آپ ﷺ رو رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْعَيْنَ لَتَدْمَعُ وَاِنَّ الْقَلْبَ لَيَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

ترجمہ۔ آنکھ آنسو کی بارش برسا رہی ہے، دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی کہیں گے جس پر ہمارا ربّ راضی، اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر بڑے غمگین ہیں۔

یاد رکھیے! کہ دل کا غمگین ہونا، آنسو کا بہنا، یہ یقین، رضا و تسلیم کے منافی نہیں ہے۔ یہ تو فطرت کا تقاضا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت یہی ہو۔ اللہ اپنے بندے کو روتا دیکھنا چاہتے ہوں، تو ہم کیوں ضد کریں کہ ہم نہیں روئیں گے۔ ذکی کیفیؒ صاحب کا بڑا پیارا شعر ہے فرماتے ہیں۔

اس قدر بھی ضبط غم اچھا نہیں
توڑنا ہے حسن کا پندھار کیا

طبعی رونا شریعت کے منافی نہیں

تو رونا یہ تسلیم و رضا اور عقیدۂ تقدیر پر ایمان کے منافی نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹے کی جدائی میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں لیکن اس کے باوجود فرماتے۔ ''فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ. وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ'' میں روتا ہوں، بیٹے کی جدائی پر لیکن میں تقدیر کا شکوہ نہیں کر رہا۔ صبر جمیل کرتا ہوں، صبر جمیل اچھا ہے جس میں شکوہ نہ ہو کہ اے اللہ! تو نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ بلکہ تقدیر پر راضی ہوں جیسا کہ حضور ﷺ نے ایک دعا میں فرمایا، طویل دعا ہے اس کا ایک حصہ سنا رہا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيْ حُكْمِكَ عَدْلٌ فِيْ قَضَاؤُكَ

اے اللہ! میں تیرا بندہ، تیرے بندے کا بیٹا، تیری لونڈی کا بیٹا، میں تیرا غلام، میرا باپ تیرا غلام، میری ماں تیری لونڈی، میں تو کہتا ہوں کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں ،میرا تعلق تو خاندانِ غلاماں سے ہے، میرا سارا خاندان تیرا غلام، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے اور جو بھی فیصلہ تو میرے بارے میں کردے وہ نافذ ہو کر رہے گا اور تو جو بھی فیصلہ کرے وہ عدل کا فیصلہ ہوگا۔ اگر مجھے کھلانے کا فیصلہ کرے تو عدل وہ ہوگا بھوکا رکھنے کا فیصلہ کرے تو عدل یہ ہوگا، فتح کا فیصلہ کرے تو عدل یہ ہوگا شکست کا فیصلہ کرے تو عدل یہ ہوگا موت دینے کا فیصلہ کرے تو عدل یہ ہوگا، تیرا ہر فیصلہ عدل پر مبنی ہے، دوسرا کام جو کرنے کا ہے وہ اپنا محاسبہ کرنا ہے۔

مصائب کا سبب

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾

تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے۔ یاد رکھیے۔ تمہارے کرتوتوں کی تو میں سزا دیتا نہیں بہت سے کرتوتوں کو تو میں نظر انداز کر دیتا ہوں۔ اُنہیں معاف کر دیتا ہوں، اگر سارے کرتوتوں کی سزا دوں تو انسان تو انسان کوئی درندہ اور جانور بھی زمین پر چلتا دکھائی نہ دیتا۔

اگر انسان کو اللہ اس کے سارے گناہوں کی سزا دیتا تو اس زمین پر کوئی جانور بھی

چلتا پھرتا دکھائی نہ دیتا آج پورے معاشرے پر وہ بات صادق آتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

بر میں بھی فساد ہے، بحر میں بھی فساد ہے، لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے فساد ہی فساد۔

تو گناہوں کی لپیٹ میں آنے والا دیہاتی بھی محفوظ نہیں رہے، یہ جتنی خرابیاں اور جتنے گناہوں کے اسباب ووسائل ہیں دیہاتوں تک پہنچ چکے ہیں، گندی اور ننگی فلمیں، انٹرنیٹ کیفے، گانا بجانا تو شاید شہر میں اتنا نہ ہوتا ہو جتنا ہمارے دیہاتوں میں ہو رہا ہے۔

تیسری بات

مصیبت اور پریشانی میں تیسرا کام جو کرنے کا ہے وہ دعا اور توبہ ہے اللہ کی طرف رجوع، مصیبت اور پریشانی میں مشرک بھی اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اپنے بڑے بتوں، لات، عزیٰ، منات، وہ سواع، یعوث کو بھی بھول جاتے تھے۔ اللہ خود فرماتے ہیں۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۚ

(جب تمہاری کشتی بھنور میں پھنس جاتی ہے تو پھر سب کو بھول جاتے ہو، بلکہ میری طرف متوجہ ہو جاتے ہو)

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ

(اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے بھی بیٹھے ہوئے

بھی، کھڑے ہوئے بھی۔)

تو تکلیف اور پریشانی میں تو مشرک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے تو کیا مسلمان کو اپنے اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کر کے توبہ کرنا چاہیے اور اپنے گناہوں سے بھی بچانا چاہیے۔ اللہ نے ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے، ہم اسی سے دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو نے دنیا میں بھی پردہ ڈالا، آخرت میں بھی پردہ ڈال، شرمندہ نہ فرما دینا، تو توبہ کی ضرورت ہے۔

علماء لکھتے ہیں توبہ کے لیے تین شرطیں ہیں۔

قبولیت توبہ کی شرائط

پہلی شرط۔ یہ ہے کہ گناہ سے رُک جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہو، ویسی ندامت ہو جیسی ندامت ان تین صحابہ کو ہوئی تھی جو غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کر سکتے تھے، حضور ﷺ ناراض ہو گئے تھے، لیکن ناراضگی دل سے نہیں تھی، صحابہ کرام آپ کی اولاد ہے اور اولاد سے والدین دل سے ناراض نہیں ہوتے، حضور ﷺ اوپر اوپر سے ناراض تھے دل سے ناراض نہیں تھے کیونکہ ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب ہم نماز پڑھتے تو آپ ﷺ محبت سے ہمیں دیکھ رہے ہوتے، اور جب میں ایک دم آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنی نظریں دوسری طرف پھیر لیتے۔ یہ محبت تھی، لیکن اُنہیں حضور ﷺ کے ناراض ہونے سے کیسی ندامت ہوئی قرآن میں فرمایا۔

إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ

اَنْفُسُهُمْ

(زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جان ان پر تنگ ہوگئی)

ان کے لیے رہنا محال ہوگیا۔ کہ ہمارے حضور ہم سے ناراض ہوگئے ہیں ایک شاعر کہتا ہے۔

ہم نے فانی ڈوبتی دیکھی ہے نبض کائنات
جب مزاجِ یار برہم کچھ نظر آیا مجھے

یار تھوڑا سا ناراض نظر آیا تو مجھے تو کائنات کی نبض ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئی

تو کیا جب ہم سے ہمارا اللہ اور اس کا رسول ناراض ہو تو کیا ہمیں اس کا احساس نہیں ہونا چاہیے؟ تو ندامت ہو کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔

اور علامہ اقبال نے ایک شعر میں کہا جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہوں پر پردہ ڈال دینا، حضور ﷺ کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرنا، میرے گناہوں کو حضور ﷺ کے سامنے نہ آنے دینا۔

تیسری شرط۔ اس بات کا عزم ہو کہ میں آئندہ گناہ نہیں کروں گا یہ توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو! اللہ پکار رہا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

(اے ایمان والو! آؤ میرے سامنے خالص توبہ کرلو۔)

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

(اے میرے گنہگار بندو! میری رحمت سے نا اُمید نہ ہو جانا)

اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ ہمارے آقا ﷺ کہتے ہیں کہ:

''كُلُّكم بَنِي آدمَ خَطَّاءٌ وَخَيرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابِيْنَ''

سارے بنی آدم خطا کار ہیں، لیکن بہترین خطا کار، گنہگار توبہ کرنے والے ہیں۔

آپ ﷺ بھی اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، آپ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، آپ ہی نے مجھے پیدا کیا اور میں آپ ہی کا بندہ ہوں، اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں آپ کے عہد اور آپ کے وعدے پر قائم ہوں اور میں اپنے اعمال کی بُرائی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، آپ کے سامنے آپ کی نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں کہ تیری نعمتیں مجھ پر بے شمار ہیں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں بس مجھے بخش دیجئے۔ کیونکہ میرے گناہوں کو آپ کے علاوہ کوئی بھی معاف نہیں کر سکتا۔

میرے بھائیو! توبہ کرو کُفر شرک سے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے، توبہ کرو منافقت سے، منافقت میں جھوٹ بھی آ گیا۔ امانت میں خیانت بھی آ گئی، وعدہ خلافی بھی آ گئی، توبہ کرو ظلم سے، کیونکہ یہ قیامت کی تاریکیوں میں سے ایک تاریکی ہے۔ توبہ کرو حقوق العباد کے ضائع ہونے سے، کیونکہ اللہ حقوق اللہ کو معاف کر دے گا لیکن حقوق العباد کو معاف نہیں کرے گا۔

حقوق العباد کی سنگینی

سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: ایک بالشت زمین کا ٹکڑا کسی کا ناحق لیا ہوگا تو فرمایا کہ قیامت کے دن سات زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائیں گی۔

سب سے بڑا فقیر

حدیث میں آتا ہے سب سے زیادہ فقیر وہ ہوگا جس نے لوگوں کے حقوق دبائے ہوئے ہوں گے، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر ہاتھ اُٹھایا ہوگا، کسی کا حق دبایا ہوگا، دل دکھایا ہوگا۔ اس لئے توبہ کرو، غیبت و چغلی سے، غیبت و چغلی کرنا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے، توبہ کرو حسد سے، حسد نیکیوں کو جلا دیتا ہے، توبہ کرو، سود کھانے سے، توبہ کرو نماز کو قضا کرنے سے، نماز کو چھوڑنے سے۔ اللہ کو گنہگاروں کے آنکھوں سے ندامت والے آنسو کے قطرے سے کوئی چیز محبوب نہیں، گم شدہ بیٹے کا والدین اتنا انتظار نہیں کرتے ہوں گے جتنا انتظار اللہ اپنے بھٹک جانے والوں بندوں کا انتظار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور سب کو توبہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

غیر مسلموں سے تعلقات کی قرآنی حدود کار

ازافادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- کفار کی اقسام اور ان کے احکام
- کیا ذمی کافر کا قصاص لیا جائے گا؟
- ہسپانیہ میں مسلمانوں پر کیسے ظلم کیا گیا؟
- آج اسلام کو مٹایا جا سکتا ہے؟
- ظلم کے جواب میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟
- کیا مذہب اسلام قتل و غارت، دہشت گردی سکھاتا ہے؟
- امن و سلامتی کا علمبردار مذہب کون سا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَهٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَأَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ‌ۘ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۞۵۱

(سورۃ المائدۃ آیت 51، پ6)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا يَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ‌ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۖۚ وَمَا تُخۡفِىۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ‌ ؕ قَدۡ بَيَّنَّا لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۞۱۱۸

(سورۃ آلِ عمران 118، پ4)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِيۡمُ

قابل احترام بزرگوں اور دوستوں، محترم علماء کرام، میری ماؤں بہنو اور بیٹیو!

تاخیر سے پہنچنے پر معذرت چاہتا ہوں آپ حضرات کی دعاؤں کی برکت سے اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے درس قرآن کی تحریک یہ پورے ملک میں پھیل رہی ہے اسی درس قرآن کے سلسلے میں پچھلے تقریباً چار دن مسلسل سفر رہا جمعرات کو لاہور میں درس ہوا، جمعہ کے دن گجرانوالہ، جمعہ کی شام کو کبیر والا ضلع ملتان، ہفتہ کی دوپہر خانیوال، ہفتہ کی شام کو شجاع آباد اب اللہ پاک نے یہاں پہنچنے کی توفیق عطا فرما دی۔

خوشخبری

اسی طریقے سے یہ درس قرآن جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر بھی نشر ہوتا ہے اور اس میں آپ کے دل کی خوشی کے لئے خوشخبری کے طور پر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تین سال سے کم عرصے میں دنیا کے تقریباً پچاس ممالک سے پچیس لاکھ افراد نے اس درس قرآن کو سنا اور ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کیا یہ بتانے کا مقصد یہی ہے کہ یہ جدید ذرائع ابلاغ جو برائی کی نشر و اشاعت کے لئے استعمال ہو رہے ہیں اللہ ہمیں توفیق دے تو انہیں اچھائی کی اشاعت کے لئے، قرآن کی اشاعت کے لئے، حدیث کی اشاعت کے لئے، کفر کے توڑ کے لئے اور کفر کے مقابلے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

درس کی دعوت

اور ایک تجویز جو ہمارے دوستوں نے پیش کی اور اس پر عمل بھی کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ مختلف موقعوں پر جو درس قرآن ہوتا ہے اب کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ تمام

ساتھیوں کو میسج بھیج دیا جائے SMS اور ان کو خبردار کر دیا جائے درس کے بارے میں اور خدانخواستہ کبھی موسم کی خرابی کی وجہ سے اور کبھی حالات کی ناموافقت کی وجہ سے درس کو ملتوی کرنا پڑے تو وہ بھی دوستوں کو اطلاع کر دی جائے تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو کہ آئیں مگر درس کے سننے سے محروم رہیں تو یہ جو SMS کی صورت میں دوسروں کو دعوت کا ایک سلسلہ شروع ہوا ہے میں آپ حضرات سے گذارش کرونگا آپ اس میں بھی دلچسپی لیں نہ صرف یہ کہ مختلف جگہ پر جو دروس ہوتے ہیں ان کے نمبر خود حاصل کریں اور وہاں اپنے نمبر درج کروادیں تاکہ آپ کو اطلاع کر دی جائے بلکہ خود بھی زیادہ سے زیادہ ساتھیوں کو ہر درس کے موقع پر دعوت دیا کریں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک مجھے اور آپ سب کو زندگی کے آخری سانس تک قرآن کی دعوت اور دین کی نشر واشاعت اور کفر وشرک کے مقابلے کے لئے قبول فرمالے ہمارے مال کو، ہماری جانوں کو، ہماری زبانوں کو، ہماری اولاد کو، ہماری صلاحیتوں اور ہمارے قلم کو اللہ پاک اس مقصد کے لئے قبول فرمالے (آمین)۔

جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ آج کے درس کا موضوع جو رکھا گیا ہے موجودہ حالات کے تناظر میں وہ ہے غیر مسلم ممالک سے تعلقات کی قرآنی حدود اور اس حوالے سے مختصر گفتگو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مجھ سے پہلے کر چکے میں انہیں کی بات کو آگے بڑھاتا ہوں۔

کفار کی اقسام

کفار کو ہم تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں پہلی قسم ان کفار کی ہے جن کو ذمی کہا

جاتا ہے جو کہ کسی اسلامی ملک میں پرامن شہری کے طور پر رہتے ہیں اس ملک کے قوانین کی پابندی کرتے ہیں اور کسی غلط سرگرمی میں مصروف نہیں ہوتے تو وہ کافر جو کسی اسلامی ملک میں ذمی بن کر رہتے ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کی جان کی حفاظت کریں، ان کے مال کی حفاظت کریں، ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کریں، ان کی عبادت گاہوں کا احترام کیا جائے، ان کے مذہبی رہنماؤں کا احترام کیا جائے، ان کے مذہب یا مذہبی شخصیات کا مذاق نہ اڑایا جائے اور انہیں ایک دائرے میں رہتے ہوئے مذہبی آزادی بھی دی جائے نبی کریم ﷺ نے ذمیوں کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور مسلمانوں کو بھی ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی تلقین فرمائی اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت تنبیہ فرمائی اور وعیدیں سنائیں ایک حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اٰذٰى ذِمِّيًّا فَاَنَا خَصْمُهٗ وَمَنْ كُنْتُ خَصْمُهٗ خَصَمْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جو کسی ذمی کو تکلیف دے گا تو میں اس ذمی کی طرف سے وکیل بن کر آؤں گا ، میں اس کا مقدمہ قیامت کے دن لڑوں گا اس مسلمان کے خلاف جو کسی ذمی کو تکلیف دے گا۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے کفار کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوْ كَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جس شخص نے کسی ذمی پر، کسی ایسے کافر پر ظلم کیا جس کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا

یا اس عہد کو توڑا یا ذمی کافر کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے لی قیامت کے دن اس کافر کی طرف سے اس کا مقدمہ لڑنے کے میں پیش ہوں گا۔

اور جس کا مقدمہ نبی کریم ﷺ لڑیں اور جس کے خلاف لڑیں اس کو شکست سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ صحابہ کرام کو دیکھیں انہوں نے بھی ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی، ان کے مال کی، ان کی جان کی، ان کی عزت و آبرو کی، ان کی مذہبی درسگاہوں کی، ان کی عبادت گاہوں کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی احتیاط

یہاں تک کہ فلسطین کے دورے کے موقع پر جب فلسطین فتح ہوا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خود کفار کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے دورہ کرتے ہوئے اتفاق سے نماز کا وقت ایک گرجا گھر میں آگیا جب آپ گرجا کا دورہ کر رہے تھے وہاں کے پیشوا نے ان کے مذہبی رہنماء نے خود درخواست کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نماز یہیں ادا فرما لیں لیکن آپ نے وہاں نماز ادا نہیں فرمائی اور کیوں صرف اس لئے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے تمہاری عبادت گاہ میں نماز ادا کر لی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں دوسرے مسلمان غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر قبضہ جمانے کے لئے میرے عمل کو حجت اور دلیل نہ بنالیں، چنانچہ اس کی درخواست کے باوجود وہاں نماز ادا نہیں فرمائی۔

کافر ذمی کا قصاص لیا جائے گا

شاید آپ کو یہ معلوم ہو کہ ہمارے امام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے امام

جن کے ماننے والے دنیا میں سب سے زیادہ ہیں یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایک مسلمان کافر ذمی کو قتل کرتا ہے تو اس مسلمان کو بھی اس کافر ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اس سے قصاص لیا جائیگا تو ہمیشہ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات پر عمل کیا کبھی اپنی کافر رعایا کو مذہب تبدیل کرنے پر، اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا اور کبھی ان کی عبادت گاہوں کے تقدس کو پامال نہیں کیا گیا۔

ترکوں نے مشرقی یورپ پر چارسو سال حکومت کی لیکن کسی پر جبر نہیں کیا بلکہ مختلف عیسائی فرقوں کو ترکوں نے مکمل مذہبی آزادی عطاء کی، ہندوستان پر مسلمان کئی سو سال حکومت کرتے رہے لیکن انہوں نے اپنی رعایا کو اسلام قبول کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا اگر مسلمان حکمران ہندوستان کی کافر رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتے تو آج ہندوستان ہندوؤں کا ملک نہ ہوتا مسلمانوں کا ملک ہوتا، وہاں ان کی عبادت گاہیں نہ ہوتیں صرف مساجد ہوتیں، اگر ہندوستان کے مسلمان حکمران اپنی رعایا پر مذہب تبدیل کرنے پر جبر کرتے تو آج ہندوستان میں ایک بھی ہندو نہ ہوتا صرف مسلمان ہی ہوتے لیکن مسلمان حکمرانوں نے کبھی بھی ہندوؤں پر مذہب تبدیل کرنے کے لئے جبر نہیں کیا بلکہ بعض مسلمان حکمران ایسے گذرے کہ جنہوں نے اپنی غیر مسلم رعایا کی خوشنودی کے لئے اسلام کا حلیہ تک بگاڑ دیا اور اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرنے کی کوشش کی میری مراد جلال الدین اکبر ہے جس نے ہندو مذہب، بدھ مذہب اور دوسرے مذاہب کو ملا کر ایک ملغوبہ سا، اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرنے کی کوشش کی ایسی مثال تو ملے گی اور یہ مثال میں باعث تقلید ہونے

کے لئے نمونے کے طور پر پیش نہیں کر رہا بلکہ یہ بات ثابت کرنے کے لئے پیش کر رہا ہوں کہ مسلمان حکمرانوں کی ایسی تو کوئی مثال نہیں ملے گی کہ انہوں نے کسی بھی جگہ اپنی کافر رعایا کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا ہو البتہ ایسی مثالیں ملیں گی کہ اپنی کافر رعایا کو خوش کرنے کے لئے معاذ اللہ! اسلام کا حلیہ تک بگاڑنے کی کوشش کی۔

ہسپانیہ پر مسلمان آٹھ سو سال برسر اقتدار رہے لیکن انہوں نے کسی بھی دور میں ہسپانیہ کے باشندوں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

ہسپانیہ میں مسلمانوں پر کیسے ظلم کیا گیا؟

لیکن اس کے برخلاف آپ دیکھئے جب ہسپانیہ پر عیسائیوں کو غلبہ حاصل ہوا تو چند ہی سالوں میں انہوں نے مسلمانوں کی دس لاکھ کتابیں نذر آتش کر دیں اور مؤرخین خواہ مسلمان ہوں یا کافر وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس وقت کی دنیا میں یہ علوم و فنون کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا اتنا بڑا ذخیرہ دنیا کے کسی شہر میں اور کسی کتب خانہ میں موجود نہیں تھا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ یا تو عیسائی بن جاؤ یا یہاں سے نکل جاؤ اور ہزاروں مردوں اور خواتین کو زندہ جلا دیا گیا، مسلمانوں کو نہ مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت تھی، نہ اسلامی لباس پہننے کی اجازت تھی حد یہ کہ غسل کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی اتنی سختی کی گئی کہ آپ اندلس اور ہسپانیہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں ایک صدی گذر نہیں پائی تھی کہ ایک صدی کے اندر اندر وہ ملک جہاں آٹھ سو سال مسلمان حکومت کرتے رہے وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں بچا یا انہیں قتل کر دیا گیا یا انہیں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تو ایسی مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں جب

مسلمانوں کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، اسلام کی وجہ سے ان پر جبر و تشدد کیا گیا لیکن ایسی کوئی مثال آپ کو نہیں ملے گی کہ مسلمان حکمرانوں نے اپنی کافر رعایا کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا ہو۔

اسلام کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے

اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسلام کی تاریخ ہے اسلام جن حالات میں ابھرا وہ حالات بھی ایسے تھے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو جبر و تشدد کا نشانہ بنایا گیا، کسی کو گلیوں میں گھسیٹا گیا، کسی کے جسم سے چمڑا نوچ لیا گیا، کسی کو دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا، کسی کے جسم کے ٹکڑے کر دیئے گئے، کسی سے اس کے بیوی، بچے، جائیداد اور مال و دولت چھین لیا گیا اور یہ تو دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اپنا وطن ترک کرنے پر مجبور کر دیا گیا لیکن اللہ نے اس دین کے اندر کچھ ایسی لچک، کچھ ایسی کشش، کچھ ایسی حلاوت، کچھ ایسی لذت رکھی ہے کہ جو واقعۃً ایمان قبول کر لے اس پر جتنا بھی جبر و تشدد کیا جائے وہ دین کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا یہ دین اللہ نے ایسا بنایا ہے کہ یہ صرف زبان تک محدود نہیں رہتا جب کسی کو ایمان کی حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو دل میں ایمان، خون میں ایمان، گوشت میں ایمان، پورے جسم میں ایمان سرایت کر جاتا ہے پھر اس جسم کو ٹکڑے ٹکڑے تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے ایمان کو نکالا نہیں جا سکتا۔

اسلام کو مٹانا ناممکن ہے

آج کے دور میں بھی ایسا ہو رہا ہے لیکن آج ہتھکنڈے دوسرے اختیار کئے

جارہے ہیں لیکن ان شاء اللہ یہ دور بھی گذر جائے گا اور میں پورے شرح صدر کے ساتھ کہتا ہو، یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ پوری دنیا، مغربی دنیا، یورپی دنیا، امریکہ کی دنیا، کفر کی دنیا، شرک کی دنیا، اکٹھی ہوجائے اور ہورہی ہے اور ہوچکی اگر یہ چاہیں بھی کہ دنیا سے ایمان کا نام ونشان مٹادیں تو اللہ کی قسم! ایسا ہونہیں سکتا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، آپ جانتے ہیں کہ پچھلے دنوں اللہ نے مجھے جنوبی افریقہ کے سفر کی توفیق عطا فرمائی تو وہاں کے حالات دیکھنے کے بعد اور عیسائیوں کی سرگرمیاں پڑھنے اور دیکھنے سننے کے بعد پتہ چلا کہ عیسائیوں نے، ان کے راہب نے، ان کے پوپ نے چند سال پہلے اعلان کیا تھا کہ سن ۲۰۰۰ء تک ہم پورے افریقہ کو عیسائیت میں تبدیل کردیں گے یہاں کوئی دوسرا مذہب باقی نہیں بچے گا یہ انہوں نے عہد کیا تھا حکومتیں ان کے ساتھ، وسائل ان کے ساتھ، میڈیا ان کے ہاتھ میں چنانچہ انہوں نے محنت کی لیکن وہ عیسائی جو یہ خواب سوچ رہے تھے سن ۲۰۰۰ء میں پورا افریقہ پکے ہوئے پھل کی طرح عیسائیت کی گود میں آگرے گا۔

آج اگر پورے افریقہ کا آپ جائزہ لیں اور فیصد کے اعتبار سے تناسب کو دیکھیں الحمد للہ! پورے افریقہ کے اعتبار سے ۷۰ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے، جہاں وہ یہ سوچ رہے تھے کہ ہم ۲۰۰۰ء تک اس کو عیسائیت میں تبدیل کردیں گے کوئی حکومت اسلام کی اشاعت کے پیچھے نہیں ہے، سعودیہ کچھ نہ کچھ کوشش کرتا ہے لیکن جس انداز میں لوگ ایمان قبول کرتے ہیں اگر آپ ان سے پوچھیں تو نہ ان کے اسلام قبول کرنے کے پیچھے سعودیہ کے ریالوں کا اثر ہے نہ عرب امارات کے دراہم اور دنانیر کا، نہ پاکستان کے روپے کا بلکہ ان کے اسلام قبول کرنے کے پیچھے خود

اسلام کی کشش کا ہاتھ ہوگا اللہ نے اس مذہب کے اندر ذاتی طور پر ایسی کشش رکھی ہے کہ یہ ایسا پھول ہے کہ جتنی اس کے اردگرد آگ جلائی جاتی ہے اتنا ہی زیادہ یہ خوشبو دیتا ہے، اتنا ہی زیادہ یہ پروان چڑھتا ہے تو مت سوچئے اور دل سے یہ مایوسی نکال دیجیے آج مسلمان افغانستان میں پٹے اور عراق میں پٹے اور فلسطین میں پٹے، بیروت میں پٹے تو دنیا سے مسلمان یا اسلام ختم ہوجائیگا قرآن ختم ہوجائیگا، ڈاڑھی ختم ہوجائیگی، پگڑی ختم ہوجائیگی، نماز ختم ہوجائیگی، اسلام کے شعائر ختم ہوجائیں گے رب کعبہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا اس لئے کہ اللہ نے کہا ہے کہ:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳

(التوبہ 33 پ10)

اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر اور دین حق دے کر کس لئے بھیجا؟ کیا اس لئے بھیجا تھا کہ ہزار سال میں یہ ختم ہوجائے؟ یہ چودہ سو سال میں ختم ہوجائے؟ نہیں! اللہ کہتا ہے کہ اس لئے بھیجا کہ یہ دین سارے دینوں پر غالب آجائے جب اللہ ایسا کہتا ہے تو ایسا ہو کر رہے گا، ضرور ہو کر رہے گا حالات آتے رہتے ہیں اور آئے ہوئے ہیں اور ایسا ہو کر رہے گا کہ اسلام غالب آئے گا انشاء اللہ! تو میں یہ عرض کر رہا تھا پہلی قسم کے کافر وہ ہیں جن کو ہم ذمی کافر کہتے ہیں ان کے حقوق ہیں۔

ظلم کے جواب میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

اور یہاں میں یہ بھی عرض کردوں بعض اوقات جذباتی قسم کے مسلمان غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر حملہ کردیتے ہیں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کبھی اس کام

میں حصہ نہ لیجئے اسلام ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا، ٹھیک ہے انہوں نے بابری مسجد کو شہید کیا لیکن اس کا جواب یہ نہیں کہ ہم یہاں گرجوں کو ڈھانا شروع کردیں اس کا علاج یہ ہے کہ ہم ایک بابری مسجد کی جگہ سینکڑوں بابری مسجد تعمیر کردیں، اس کا علاج یہ ہے ان گرجاؤں میں عبادت کرنے والوں کے دلوں کو بدلنے کی کوشش کریں اور ان کو گرجے کے بجائے مسجد میں، مندر کے بجائے مسجد میں لانے کی کوشش کریں تو پہلی قسم تو کافروں کی یہ ہوئی۔

کافروں کی دوسری قسم اور اس کا حکم

کافروں کی دوسری قسم وہ ہے جن کو ہم معاہد کافر کہہ سکتے ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں نے معاہدہ کیا وہ کوئی سلطنت بھی ہوسکتی ہے، کوئی ملک ہوسکتا ہے، ہمارا پڑوسی ہوسکتا ہے، جس کے ساتھ مسلمانوں نے معاہدہ کیا اسلام میں معاہدے کی پاسداری کا بڑی شدت کے ساتھ حکم دیا گیا ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے خطبوں میں اکثر یہ حدیث ارشاد فرمایا کرتے تھے

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ

جس کے اندر امانت کی صفت نہیں اس کے ایمان کا اعتبار نہیں اور جس کے اندر ایفائے عہد کی صفت نہیں اس کے دین کا اعتبار نہیں اور اللہ نے بھی قرآن کریم میں ایفائے عہد کی تلقین فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ

(سورۃ المائدہ 1 پ 6)

اے ایمان والو! جب کوئی عقد، عہد کیا کرو تو اس کو پورا کیا کرو۔ دیکھیں جب مکہ فتح ہوا تو مشرکین سے برأت کا اعلان کر دیا گیا:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ①

(سورۃ التوبۃ 1، پ 10)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکین سے برأت ہے لیکن ساتھ ہی اللہ نے یہ کہہ دیا:

اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ①

(سورۃ التوبۃ 1، پ 10)

جن مشرکین کے ساتھ تم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس معاہدے کو پورا کرنا ضروری ہے۔

اور اسی طرح یہ بھی سمجھایا گیا کہ اگر کچھ کفار تم سے صلح کرنے پر آمادہ ہوں تو صلح کا جواب صلح سے دو۔

اسلام قتل وغارت کا دین نہیں

سن لیجیے! اسلام جنگ کا دین نہیں، اسلام دہشت گردی کا دین نہیں، اسلام وحشت کا دین نہیں، اسلام قتل وغارت گری کا دین نہیں، اگر اسلام قتل وغارت کا دین ہوتا تو پھر فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی گلیاں مسلمانوں کو گلیوں میں گھسیٹنے والوں اور مسلمانوں کو آگ پر تڑپانے والوں کے خون سے رنگین ہو جاتیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر جب مجرم سر جھکائے کھڑے تھے اور انہیں اپنا ایک ایک جرم یاد تھا اور اللہ کے نبی نے پوچھا تھا آج میں تم سے کیا معاملہ کرونگا؟ وہ سر جھکائے

کھڑے تھے لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا؛

اَذْھَبُوْ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

جاؤ تم آزاد ہو میں تم سے کوئی انتقام نہیں لیتا ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کے مظالم کو یاد کرتے ہوئے یہ نعرہ لگا دیا:

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَہ

آج بدلہ لئے جانے کا دن ہے آج ہم بدلہ لیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نعرہ بتایا گیا تو آپ نے اس میں صرف ایک حرف تبدیل کر دیا فرمایا کہ میرے صحابی یہ مت کہو:

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ

بلکہ یوں کہو:

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ

آج تو رحم کرنے کا دن ہے، آج معاف کرنے کا دن ہے کمزوری کی حالت میں تو بہت سے لوگ معاف کر دیا کرتے ہیں طاقت کی حالت میں معاف کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کی شان ہے، ارے معاف کرنے کا تب مزا آئے جب آج کے یہ اسلام پر انگلیاں اٹھانے والے عالمی درندے طاقت کے ہوتے ہوئے عفو و درگذر سے کام لیں میرے آقا ﷺ نے تو طاقت کے ہوتے ہوئے عفو و درگذر سے کام لیا اور ان کو معاف کیا جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے تو اسلام امن و سلامتی کا دین ہے،

مذہب اسلام سلامتی کی دعوت دیتا ہے

دنیا میں مسلمان واحد قوم ہے جن میں بعض اللہ کے بندے ایسے ہیں جو دن

میں سو سو بار سلامتی کا اعلان کرتے ہیں بعض پچاس بار بعض دس بار، اس لئے کہ اسلام ہمیں کہتا ہے کہ جب آپس میں ملاقات ہو تو کہا کرو

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

یوں تو اسلام کی ہر چیز ہی نرالی ہے کوئی اپنی عبادت کے لئے گرھیال بجاتا ہے، کوئی گھنٹیاں بجاتا ہے، کوئی آگ جلاتا ہے، لیکن اسلام میں عبادت کے لئے جمع کرنے کے لئے اذان کہی جاتی ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

جس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی ملاقات کے وقت کوئی رام رام کہتا ہے، کوئی گڈ مارننگ کہتا ہے، کوئی دوسرا لفظ بولتا ہے، بے معنیٰ قسم کے الفاظ لیکن اللہ کی قسم! السلام علیکم جیسا جملہ دنیا میں کہیں نہیں استعمال کیا جاتا ہوگا اسلام سلامتی کا دین ہے مسلمان دن بھر سلامتی کا اعلان کرتے ہیں مہینے کا آغاز ہوتا ہے چاند نظر آتا ہے تو مسلمان ہر مہینے کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں اللہ! اس مہینے کو سلامتی کا مہینہ بنا، امن کا مہینہ بنا۔

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَۃِ وَ الْاِسْلَامِ

اے اللہ! یہ جو چاند طلوع ہو رہا ہے اس کو امن کا چاند بنا دے، اس کو ایمان کا چاند بنا دے، اس کو سلامتی کا چاند بنا دے، اللہ اس کو اسلام کا چاند بنا دے لوگ تو کبھی کبھی امن کا دن مناتے ہیں مسلمان ہر مہینے میں چاند دیکھنے پر امن اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَۃِ وَ الْاِسْلَامِ

اے اللہ! یہ جو چاند طلوع ہو رہا ہے تو ایسا کر دے کہ امن کا چاند ہو، ایمان کا چاند ہو، سلامتی کا چاند ہو، اسلام کا چاند ہو، مسلمان واحد قوم ہے جو ہر مہینے امن اور سلامتی کی دعا کرتی ہے۔ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہر مہینے میں اجتماعی طور پر ایسی دعا جو سارے ہی مذہبی لوگ مانگیں کوئی بھی قوم ہر مہینے امن کی ایسی اجتماعی دعا نہیں مانگتی سوائے مسلمانوں کے یہ مسلمان ہیں جو ہر نماز میں سلامتی کا اعلان کرتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ

میں عرض کر رہا تھا کہ جن کے ساتھ معاہدہ ہو جائے اسلام کہتا ہے معاہدے کی پابندی کرو۔ معاہدہ توڑنے کی، معاہدے کی خلاف ورزی کرنے کی کسی صورت بھی اجازت نہیں بلکہ اللہ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ جو تمہارے ساتھ قتال نہیں کرتے اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالتے اللہ کہتا ہے ان کے ساتھ تعاون کرنے کی بھی اجازت ہے، ہمدردی کا معاملہ کرنے کی بھی اجازت ہے:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ط

(سورۃ الممتحنہ آیت 8، پ 28)

اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے سے، انصاف کا معاملہ کرنے سے جو تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے، تمہارے ساتھ جنگ نہیں کرتے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا، ان کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرو چنانچہ۔

جب بھی کبھی کفار نے صلح اور امن کے معاہدے کی پیشکش کی مسلمانوں نے ان کی پیشکش کو قبول کیا بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

صلحِ حدیبیہ میں کفار کے ساتھ مذاکرات

میں وہ مشہور مثال پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں جب حدیبیہ کے مقام پر میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کفار کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا کفار نے مذاکرات کی پیشکش کی آپ نے فرمایا ٹھیک ہے آیئے! میں مذاکرات کے لئے تیار ہوں آپ نے ان کے ساتھ مذاکرات کئے اور معاہدہ کیا اور آپ جانتے ہیں کہ قدم قدم پر کفار کی طرف سے مشرکین کی طرف سے ایسی باتیں ہوئیں کہ لگتا تھا کہ وہ اس معاہدہ کو سبوتاژ کر کے رہیں گے، اس کو توڑ کر رہیں گے، اس کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچنے دینگے معاہدہ پر لکھا گیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کیا ہے، رحیم کیا ہے اس کو کاٹیے آپ نے کٹوا دیا پھر بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا گیا۔

معاہدہ پر لکھا گیا:

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ

انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے ہم نہیں مانتے کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں کہا ان الفاظ کو کاٹ دو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ رسول اللہ کے الفاظ کاٹ دو اللہ اکبر! بعض روایات میں آتا ہے وہ علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی اللہ کے نبی کے حکم کی مخالفت نہیں کی تھی آج وہ بھی مخالفت کر گئے کہتے ہیں نہیں میرے ہاتھوں میں یہ طاقت نہیں کہ رسول اللہ کے الفاظ کو کاٹ سکیں اور کسی نے کہا ہے کہ اس نافرمانی پر ہزاروں فرمانبرداریاں قربان کی جاسکتی ہیں ادب کی وجہ سے انکار کیا حضور ﷺ

نے رسول اللہ کے الفاظ کو خود کاٹ دیا تا کہ معاہدہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔

ابھی معاہدہ لکھا نہیں گیا تھا بات چیت ہو رہی تھی کہ سہیل جو کہ مشرکین کی طرف سے مذاکرات میں شریک تھا اس کا بیٹا حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ پیروں میں زنجیریں پہنے ہوئے اور زخمی جسم کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان قبول کرنے کی وجہ سے میرا یہ حال کر دیا گیا مجھے پناہ دے دیجئے سہیل بھڑک اٹھا اگر آپ نے میرے بیٹے کو پناہ دی تو پھر یہ معاہدہ ختم سمجھئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل کے لئے کہا سہیل! میں اپنی طرف سے تم سے درخواست کرتا ہوں ابو جندل کو میری پناہ میں آنے دو میرے حوالے کر دو لیکن سہیل جاہلیت کی ضد و عناد پر اڑ گیا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا اللہ اکبر! حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ان کے حوالے نہ کیجئے، میرے جسم کی حالت دیکھئے مجھے کن کے حوالے کر رہے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو جندل! نہیں واپس چلے جاؤ معاہدہ کو ہونے دو۔ وہ ایسی شرائط لگاتے رہے ایسی باتیں، ایسی حرکتیں کرتے رہے کہ معاہدہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تکمیل تک پہنچایا۔ کافر بڑے ناز کرتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں سے ایسی باتیں ایسی، شرطیں منوالیں جس میں بظاہر مسلمانوں کی سبکی ہے مثلاً یہ کہ جو کوئی کافر مسلمان ہو جائے گا مسلمان اس کو واپس کریں گے لیکن جو کوئی مسلمان مرتد ہو جائے گا ہم اس کو واپس نہیں کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منظور ہے بڑا ناز تھا ان کو اس شرط پر دیکھئے ہم نے کیسی شرط منوالی اللہ اکبر لیکن اس میں بھی کیسی حکمت تھی کہ اللہ یہ چاہتا تھا کہ جو مرتد ہو کر آنا چاہتے ہیں وہ میرے نبی کے لشکر، سے میرے نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دور ہو

جائیں "خس کم جہاں پاک" ایسے بیوفاؤں کی ہمیں ضرورت نہیں اور جو کافر مسلمان بنیں گے اللہ پاک ان کے لئے تدبیر نکال دے گا۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا حیرت ناک واقعہ

چنانچہ ایسا ہوا حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور خفیہ طور پر مکہ سے بھاگ کر مدینہ آگئے پیچھے پیچھے کافر بھی آگئے اور کہنے لگے آپ نے وعدہ کیا تھا ہم واپس کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ٹھیک ہے میں اپنے معاہدے کی پابندی کرتا ابوبصیر کو لے جاؤ آپ جانتے ہیں، آپ سوچ سکتے ہیں وہ آقا، وہ انسان جو چڑیا پر ظلم برداشت نہیں کرسکتا تھا جب وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو، اپنے عاشق صادق کو کافروں کے حوالے کررہا ہوگا تو اس کے دل پر کیا گذری ہوگی لیکن آپ نے واپس کردیا جاؤ ابوبصیر! واپس چلے جاؤ راستے میں حضرت ابوبصیر نے کافر کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر اس کی تعریف کردی ارے یہ بڑی اچھی تلوار ہے کافر بے وقوف بن گیا کہتا ہے اس کی خصوصیات تو تم جانتے ہی نہیں ذرا دیکھو تو سہی ابوبصیر نے ہاتھ میں تلوار لی اور اس کافر کی گردن اڑادی ایک کو قتل کردیا دوسرا ویسے ہی بھاگ گیا حضرت ابوبصیر واپس مدینہ نہیں گئے مدینے سے ہٹ کر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ جا کر قیام کرلیا اب ہوتا یہ کہ جو کوئی بھی اسلام قبول کرتا وہ مدینہ میں جانے کے بجائے حضرت ابو بصیر کے پاس چلا جاتا انہوں نے قریش کے قافلوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کردی کسی کو قتل کرتے کسی کو لوٹ لیتے اس لئے کہ وہ تو معاہدے کے پابند نہیں تھے وہ تو مدینہ کی ریاست میں نہیں رہ رہے تھے کافر اتنے مجبور ہوئے کہ خود انہوں نے درخواست کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ ابوبصیر اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ واپس

بلا لیں ہم ان کو مکہ کیلئے نہیں مانگے گے۔ عبرت کے لئے، نصیحت کے لئے، ایمان افروزی کے لئے یہ واقعہ میں نے آخر تک سنایا کہا جاتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا خط پہنچا حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس کہ ابو بصیر! یہاں سے میرے پاس مدینہ چلے آؤ تو اس حالت میں پہنچا کہ ان کی زندگی کی آخری سانسیں تھیں انہوں نے آقا ﷺ کے خط مبارک کو اپنی آنکھوں سے لگایا، سینہ پر رکھا اور چوما اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم تو چلے جاؤ میری موت اللہ نے یہیں پر لکھی ہوئی ہے۔ وہ شرط جس پر مشرکین کو بڑا ناز تھا کہ ہم نے مسلمانوں کو اس معاملے میں جھکا دیا اللہ نے ان کے اپنے ہاتھوں سے ان کو خود مجبور کر دیا اس شرط کے واپس لینے پر میں عرض کر رہا تھا کہ دوسری قسم کے کافر وہ ہیں جن کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہو جن کے ساتھ معاہدہ ہوا اسلام کا حکم یہ ہے اس معاہدے کی پابندی کی جائے۔

کافروں کی تیسری قسم اور اس کا حکم

تیسری قسم کافروں کی وہ کافر ہیں جنہیں حربی کہا جاتا ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ برسر جنگ ہوں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر ذمی بن کر رہتے ہیں تو تم ان کے حقوق پورے کرو، معاہدہ کرتے ہیں تو معاہدہ پورا کرو لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں تو جنگ کا جواب جنگ کے ساتھ دو حربی کافر کے سامنے جھکنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور میں بات کو سمیٹتے ہوئے، عرض کرتا ہوں اسلامی تاریخ میں کوئی ایک مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ مسلمانوں نے اس حال میں بھی کفار کے ساتھ معاہدہ کیا ہو کہ کفار ان کی بیویوں کو، ان کی عورتوں کو، ان کی بیٹیوں کو، ان کی بہنوں کو اپنے حرم میں ڈال رہے ہوں، ان کی عزتیں لوٹ رہے ہوں، ان کے بچوں کو ذبح

کر رہے ہوں، ان کی بستیوں پر آگ برسا رہے ہوں ان کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کے برخلاف آپ دیکھیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیسے نازک حالات تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے کچھ لوگ مرتد ہو گئے، کچھ نے زکوۃ کے دینے سے انکار کر دیا، منافقین کھل کر سامنے آ گئے اور رومیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ لیکن اس حال میں بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ لشکر اسامہ کو سب سے پہلی فرصت میں روانہ کیا لوگ کہتے رہ گئے یا امیر المؤمنین! ان حالات میں جب کہ خطرہ ہے منافقوں کی طرف سے، یہودیوں کی طرف سے، مرتدین کی طرف سے، باغیوں کی طرف سے مدینے پر حملے کا۔ خدارا! آپ ایسا نہ کیجئے لیکن آپ نے فرمایا کہ جس لشکر کو میرے نبی نے خود تیار کیا تھا میں اس لشکر کو کبھی روک نہیں سکتا رومیوں کے خلاف آپ نے اس لشکر کو روانہ کیا آپ قرآن کریم کی آیات کا مطالعہ کریں کہ جو حربی ہیں ان کے خلاف قرآن کیسے مسلمانوں کو ابھارتا ہے دباتا نہیں ہے ابھارتا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا

(سورۃ النساء 75، پ5)

ارے مسلمانوں! تمہیں کیا ہو گیا اللہ کہہ رہا ہے انداز دیکھئے ارے تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں قتال نہیں کرتے جبکہ کمزور مرد کمزور عورتیں، بوڑھے، بچے، خواتین وہ اللہ کے سامنے رو رو کر دعائیں کر رہے ہیں۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ

(سورۃالنساء75،پ5)

اللہ! ہمیں اس بستی سے نکال دے جس بستی والے ظالم ہیں اللہ کہہ رہا ہے مسلمان خواتین پر، بچوں پر ظلم ہو رہا ہے مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا کہ تم قتال نہیں کرتے میں اکثر کہتا رہتا ہوں کہ قرآن ایک زندہ تازہ کلام ہے مجھے تو آج ایسا لگتا ہے کہ یوں کہا جا رہا ہے ارے مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ارے مسلمان حکمرانو! چھپن اسلامی ممالک کے شہزادو!، بادشاہو!، صدرو! ارے وزیر اعظمو!، ارے تمہیں کیا ہوگیا میں نے تمہیں دنیا بھی دی ہے دولت بھی دی ہے، سیال سونا بھی دیا ہے ،جامد سونا بھی دیا ہے، حد یہ ہے کہ دنیا کا پچاسی فیصد پیٹرول مسلمانوں کے پاس ہے اللہ کہہ رہا ارے! تمہیں کیا ہوگیا تعداد بھی زیادہ، بہتات بھی زیادہ اور فلسطین کے بچے، فلسطین کی عورتیں، بیروت کے بچے، بیروت کی عورتیں، عراق کے بچے، عراق کی عورتیں، افغانستان کے بچے، افغانستان کی عورتیں، رو رو کر کہہ رہے ہیں اللہ! ہمیں اس بستی سے نکال دے جس بستی والے ظالم ہیں اللہ! مسلمانوں کو غیرت عطا کر دے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۳۸

(سورۃالتوبۃ38،پ10)

ارے تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کی راہ میں نہیں نکلتے ہو اللہ ابھار رہے

ہیں مسلمانوں کو تیار کر رہے ہیں جو تم سے قتال کرتا ہے اس سے قتال کرو یہ فتنہ پھیلاتے ہیں اور اللہ کہتا ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

(سورۃ البقرہ93،پ2)

ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔

اسلام صلح کا دین ہے

میں نے عرض کیا اسلام صلح کا دین ہے، امن کا دین ہے، سلامتی کا دین ہے اسلام کہتا ہے کہ صلح کو فروغ دیا جائے، سلامتی کو فروغ دیا جائے، معاہدہ کوئی کرنا چاہتا ہے معاہدہ کرنا چاہیے لیکن برابری کی سطح پر ہم بلاوجہ نہیں لڑنا چاہتے امریکہ سے، برطانیہ سے، اسرائیل سے، لیکن آج ۵۸ سال ہو گئے فلسطین کے مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے اٹھاون سال، ساٹھ سال قبل یہودیوں کو باہر سے لا کر ان پر آباد کیا گیا اور آج وہاں فلسطینی غیر محفوظ۔ میرے بزرگو اور دوستو! ذرا توجہ دیجئے! ایک چھوٹی سی جماعت کوئی کہہ رہا ہے ایک ہزار ہیں، چار ہزار ہیں، کوئی پانچ ہزار ہیں بادشاہت ان کے پاس نہیں ہاں ٹریننگ ہے، تربیت ہے، ایک جذبہ ہے اگر ایک چھوٹی سی جماعت ایک مہینے سے زائد عرصے تک دنیا کی تیسری یا چوتھی جنگی طاقت کا مقابلہ کر سکتی ہے تو اٹھاون ملکوں کے مسلمان ڈیڑھ ارب مسلمان کیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ تو ایک ''ہوا'' تھا کہ اسرائیل ایک ایسی طاقت کہ جس کا مقابلہ پورے مسلمان ملک نہیں کر سکتے اگر ایک جماعت کر سکتی ہے تو اٹھاون ملک کے ڈیڑھ ارب مسلمان بھی اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں حقیقت

سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور پورے کے پورے قرآن کریم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس سے بچائے کہ ہم اپنی خواہشات کے مطابق امریکہ کی خوشنودی کے لئے اور کفر کی خوشنودی کے لئے ہم قرآن میں تاویلیں کریں حدیث میں تاویلیں کریں اور اللہ پاک جو حق ہے وہ ہمیں سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

مسئلہ تقدیر

از افادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞……کیاانسان خودمختار ہے یا مجبورِ محض؟

۞……اگر انسان تقدیر کے سامنے بے بس ہے تو اسے گناہوں پر سزا کیوں دی جاتی ہے؟

۞……مسئلہ تقدیر کے بارے میں مشہور نظریات کیا ہیں؟

۞……جدید تحقیقات تقدیر کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟

۞……مسئلہ تقدیر کے لاینحل (مشکل) ہونے کا راز کیا ہے؟

۞……کیا تقدیر کا منکر کافر ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَّا نَبِيَّ بَعۡدَهٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿۱۱﴾

(سورۃ الفاطر آیت 11، پارہ 22)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُوْا عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّمَا اَصَابَهٗ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهٗ اَنَّمَا اَخْطَاهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهٗ: اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَام

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

میرے بزرگو اور دوستو، بہنوں اور بیٹیو! تقدیر کا مسئلہ اسلام کے مشکل مسائل میں سے بھی ہے اور اہم مسائل میں سے بھی، اگر کسی کے لئے تقدیر کا اقرار کرنا

مشکل ہے تو اس سے کہیں زیادہ ایک مسلمان کے لئے تقدیر کا انکار کرنا مشکل ہے۔
چونکہ اس مسئلہ میں بحث کی وجہ سے اشکالات کا دروازہ کھلتا ہے اس لئے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمایا۔

فروعی مسائل میں بحث ومباحثہ سے اجتناب

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْ لُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِى الْقَدْرِ فَغَضِبَ حَتّٰى يَحْمَرَّ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّمَا فُقِىَ وَجْنَتَيْهِ الرُّمَّانُ

ایک دن رسول اکرم ﷺ اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو اس وقت ہم مسئلہ تقدیر کے بارے میں بحث کررہے تھے ہماری بحث سن کر حضور اکرم ﷺ ناراض ہو گئے آپ ایسے ناراض ہوئے اور آپ کو ایسا جلال آیا کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا حتیٰ کہ ایسا لگتا تھا کہ آپ کے رخساروں میں انار نچوڑ دیا گیا ہے۔

ایسا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور حضور ﷺ نے فرمایا:

اَبِهٰذَا اُمِرْتُم اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ

کیا تمہیں بس اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ان مسائل میں بحث کرتے رہا کرو اور جھگڑتے رہو اور کیا مجھے صرف اسی مسئلہ کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

اللہ اکبر! جو لوگ چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل میں بحث کرتے ہیں اور ان مسائل کی بنیاد پر امت کو تقسیم کرتے ہیں اور امت کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کرتے ہیں جی چاہتا ہے کہ ان سے بھی یہی سوال کیا جائے۔

أَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ

کیا تمہیں بس انہیں مسائل کا حکم دیا گیا ہے کہ ایسے مسائل میں لڑتے جھگڑتے رہا کرو؟ امت کے بنیادی مسائل تمہیں نظر نہیں آتے؟ یہ نظر نہیں آتا کہ آج امت کے بعض قیمتی افراد معاذ اللہ! ایمان تک سے محروم ہو رہے ہیں۔ ایمانیات تک کا انکار کر رہے ہیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟ کفر نے کس طریقہ سے امت کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ کس طریقہ سے قرآن کو غلافوں میں بند کر کے الماریوں کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ بے شمار کلمہ پڑھنے والے نماز تک نہیں پڑھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، رمضان کے روزے نہیں رکھتے، اسلام کے اساسی اور بنیادی احکام پر عمل نہیں کرتے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟ کہ نبی ﷺ کی سنتیں کس طریقہ سے عملاً زندگی سے خارج ہو چکیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ کس طریقہ سے گمراہ فرقے چاروں جانب سے چڑھائی کر رہے ہیں اور تمہیں بس یہی مسائل سوجھ رہے ہیں۔ بحث کرنے کے لئے اپنی علمی، دماغی، قلمی صلاحیتیں صرف کرنے کے لئے کیا صرف یہی مسائل رہ گئے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے یہ الفاظ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمائے تھے جب وہ تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے۔

فروعی مسائل میں لڑنے والوں سے ایک سوال

جی چاہتا ہے! کہ آج انہی الفاظ میں اُن لوگوں سے سوال کیا جائے جو فروعی مسائل میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور انہوں نے اپنی فروعی مسائل کو زندگی کا ہدف، مشن اور مقصد بنا رکھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ:

أَبِهٰذَا أُمِرْتُمْ أَمْ بِهٰذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ

کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ تم اور مسائل چھوڑ کر تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرتے رہو یا اللہ نے مجھے بس اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے۔؟؟

اِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْکُمْ اَلَّا تَنَازَعُوْا

تم سے پہلی امتوں کی بعض جماعتیں اس لئے ہلاک ہوگئیں کہ وہ تقدیر کے مسئلہ میں جھگڑا کرتی تھیں میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں کبھی بحث نہیں کرنا۔

تو اس مسئلہ کے مشکل ہونے کی وجہ سے اور اس مسئلہ میں بحث کرنے کی بناء پر اشکالات کی شکل میں فتنہ وفساد پیدا ہونے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس میں بحث کرنے سے، لڑنے جھگڑنے سے منع فرمایا اور معاملہ کو اور حقیقت کو اللہ کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ میں نے شروع میں یہ الفاظ استعمال کئے کہ یہ مسئلہ مشکل بھی ہے اور اہم بھی۔ جہاں تک اہمیت کا حال ہے تو اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جیسے ہمیں اللہ پر، ملائکہ پر، انبیاء پر، کتابوں پر اور مرنے کے بعد زندگی پر ایمان کا حکم دیا گیا ہے اس طرح تقدیر پر بھی ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایمان مفصل میں آپ پڑھتے ہیں۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

میں ایمان رکھتا ہوں اللہ پر، فرشتوں پر، رسولوں پر، کتابوں پر، آخرت کے دن پر، اچھی اور بری تقدیر پر اور مرنے کے بعد والی زندگی پر۔

اسی طرح ترمذی میں حضرت جابر بن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ حَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَہٗ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَہٗ وَاَنَّ مَا اَخْطَاہُ لَمْ یَکُنْ لِّیُصِیْبَہٗ

کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ یہاں تک کہ وہ جان لے کہ جو چیز اسے ملنے والی تھی وہ اسے ہی ملی کسی اور کے پاس نہیں جاسکتی اور جو چیز اسے نہیں ملنے والی وہ کسی صورت اسے نہیں مل سکتی۔

کیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر سے بچا سکتی ہیں؟ یہ دَم، اور یہ دوا، اور یہ ڈھال، اور یہ خندق اور یہ احتیاطی تدابیر کیا یہ اللہ کی تقدیر سے بچا سکتی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ھِیَ مِنْ قَدْرِ اللّٰہِ

یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر کا حصہ ہیں۔ اللہ نے اگر تقدیر میں بیماری لکھی ہے تو اس کی دوا بھی لکھی ہے۔ جنت لکھی ہے تو عمل بھی لکھا ہے، دوزخ لکھی ہے تو گناہ بھی لکھے ہیں۔ یہ تقدیر کا حصہ ہیں اور بہت سے لوگ ہوتے ہیں وہ اپنی بے عملی کے لئے تقدیر کا بہانہ بناتے ہیں۔ کیا کریں میری تقدیر میں نہیں ہے مولوی صاحب! نماز پڑھنا۔ تقدیر کا بہانہ بناتے ہیں، کیا کریں اگر اللہ کو منظور ہوا تو پڑھ لیں گے آپ دعا کریں۔ اللہ اکبر! دعا کریں میں نمازی بن جاؤں۔ ہائے اللہ! دین کے لئے تو بہانے، دنیا کے لئے بہانے نہیں ہیں۔ دنیا کمانے کے ڈھنگ جانتا ہے اور دین پر چلنے کی بات آتی ہے تو کہتا ہے جو تقدیر میں لکھا ہے ہوجائے گا۔

اللہ کی مرضی نہیں ہے کیا کریں۔اس کا جواب بھی حدیث میں ملتا جاتا ہے۔حدیث میں آتا ہے۔حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن ہم (یعنی میں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا) سورہے تھے رات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

أَلَا تُصَلِّيَان؟

کیا تم تہجد کی نماز نہیں پڑھتے ہو؟ اب تک سو رہے ہو؟ یہ سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ پتہ نہیں کس مقام پر تھے،ایک مقام ناز کا مقام بھی ہوتا ہے، ناز کا مقام، پیار کا مقام، دل لگی کا مقام۔میں تو کہتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ناز اور پیار کے ساتھ کہا، دل لگی کے انداز میں کہا؛

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفُسنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ اَن يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم کیا اور ہماری نمازیں اور کوششیں کیا، ہماری جانیں، ہماری نیند اور ہماری بیداری سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر اس کی مرضی ہوگی تو تہجد میں اٹھا دے گا۔

یہ فرمایا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو تہجد گزار تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ تو سیدہ الاولیاء اور سید الصوفیاء ہیں۔لیکن میں کہتا ہوں ناز کے انداز مین کہہ دیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم تو اللہ کے اختیار میں ہیں، اللہ کی مرضی ہوگی تو ہمیں تہجد کے لئے اٹھا دے گا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو کچھ جواب نہ دیا۔آپ واپس پلٹ گئے اور اپنی ران پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے؛

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝٥٤

انسان بہت جھگڑالو ہے

جیسے ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ ملا آں باشد کہ چپ نہ شود مولوی وہ ہوتا ہے جو چُپ نہیں رہتا۔

کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہے۔ لوگوں نے تو بدنام کردیا مولویوں کو وگرنہ ہم سارے ہی ایسے ہیں کچھ نہ کچھ تو کہہ ہی دیتے ہیں کوئی بات کہے تو آگے سے کوئی نہ کوئی تاویل، کوئی نہ کوئی حجت، کوئی نہ کوئی دلیل پیش کردیتے ہیں۔ تو فرمایا کہ؛

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

انسان بہت جھگڑالو ہے۔

تقدیر کے حوالے سے سوالات اور ان کے تسلی بخش جوابات

تو میرے بھائیو، بہنو! تقدیر کے حوالے سے، تقدیر اور تدبیر کے حوالے سے، تقدیر کی اہمیت کے حوالے سے، اور تقدیر کے مشکل ہونے کے حوالے سے، بنیادی باتیں میں نے آپ کی خدمت میں پیش کردیں، اب آخر میں یہ جو سوالات اٹھائے گئے ہیں بہت مختصر وقت میں ان کے جوابات عرض کرتا ہوں۔ ویسے تو پوری بحث میں ان کے جوابات آ ہی گئے ہیں لیکن پھر بھی متعین طور پر ان میں سے ایک ایک کو ذکر کر کے اختصار کے ساتھ ان کے جوابات عرض کر رہا ہوں۔

انسان مجبورِ محض یا مختارِ کل۔۔؟

پہلا سوال یہ اٹھایا گیا انسان مجبورِ محض یا مختارِ کل؟ تو جواب عرض کردیا گیا کہ نہ یہ مجبور ہے نہ مختار ہے، یہ مجبور بھی ہے مختار بھی ہے۔ دونوں چیزیں ہیں یو کہہ لیں مجبور

محض بھی نہیں مختار کل بھی نہیں۔ کچھ مجبور بھی ہے کچھ اس کو اختیار بھی ہے۔ پتہ نہیں یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن بعض کتابوں میں یہ واقعہ نظر سے گزرا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ انسان مجبور کتنا ہے مختار کتنا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کہ: ٹانگ اٹھاؤ، وہ کھڑا تھا فرمایا کہ: ایک ٹانگ اٹھاؤ۔ اس نے اٹھالی، فرمایا دوسری بھی اٹھاؤ، کہا: دوسری تو نہیں اٹھا سکتا۔ ایک تو اٹھالی دوسری نہیں اٹھا سکتا ہوں تو دھڑام سے گرتا ہوں۔ تو فرمایا اتنا اختیار ہے اور اتنا مجبور ہے۔

جب انسان تقدیر کے سامنے بے بس ہے تو اسے گناہوں پر سزا کیوں دی جاتی ہے؟

دوسرا سوال یہ کیا گیا کہ جب انسان تقدیر کے سامنے بے بس ہے تو اسے گناہوں پر سزا کیوں دی جاتی ہے؟

اس کا جواب بھی اس بحث میں آ گیا تھا کہ گناہوں پر سزا انسان کو قدرت کی طرف سے دیئے گئے اختیار کے غلط استعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ نے جب ہمارا جنتی اور جہنمی ہونا لکھ دیا تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمل کرتے ہو تم اس بحث میں نہ پڑو کہ میں جنتی ہوں یا جہنمی۔ یہ تو عالم غیب کی بات ہے۔ تم عمل کرتے رہو جو عالم تکلیف کا حکم ہے تم عمل کرتے رہو۔

اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

اگر تم جنتی ہو گے تو اللہ تمہیں جنتیوں والے اعمال کی توفیق دے گا اور دوزخی

ہوگئے تو تمہارے لئے دوزخیوں والے اعمال کرنا آسان ہوجائے گا۔

تم اس بحث میں نہ پڑو کہ تقدیر میں کیا لکھا ہے، تم کوشش کرتے رہو۔

تقدیر کے بارے میں مشہور نظریات کیا ہیں؟

تیسرا سوال یہ اٹھایا گیا تقدیر کے بارے میں مشہور نظریات کیا ہیں؟ اگرچہ یہ بڑا باریک سوال ہے، گہرا سوال ہے اور اس میں بڑی بحثیں ہیں جو عوامی مجمعوں میں بیان نہیں کی جاسکتیں۔ اختصار کے ساتھ سمجھ لیں کہ عام طور پر علماء نے اس بارے میں چار فرقوں کے نظریات بیان کئے ہیں اور ان میں سے کچھ کے بارے میں آپ سُن چکے۔

① ......ایک تو ہے جبری فرقہ: وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے یعنی پتھروں کی طرح ہے اور اس سے کوئی فعل ہو ہی نہیں سکتا یہ تو پتھر ہے جیسے چاہیں رکھ دیں، جہاں چاہیں رکھ دیں۔

② ...... دوسرا فرقہ قدریہ ہے یا معتزلہ: وہ یہ کہتے ہیں انسان کو فعل کی قدرت بھی ہے اس کے فعل میں تاثیر بھی ہے۔

③ ......تیسرا فرقہ اشاعرہ ہے: وہ کہتے ہیں کہ انسان کو کسی قدر قدرت تو ہے لیکن اس کے فعل میں تاثیر نہیں ہے جب تک اللہ نہ چاہے۔

④ ......چوتھا فرقہ ماتریدیہ: وہ کہتے ہیں کہ انسان کو فعل کی قدرت بھی حاصل ہے اور اس میں تاثیر بھی ہے لیکن اللہ کے حکم سے۔

مسئلہ تقدیر کے مشکل ہونے کا راز کیا ہے؟

چوتھا سوال یہ کیا گیا کہ مسئلہ تقدیر کے لاینحل (مشکل) ہونے کا راز کیا ہے؟ تو

میں نے عرض کیا کہ انسان جب اس اعتبار سے سوچتا ہے، وجدان کے اعتبار سے، ضمیر، مشاہدہ اور تجربے کے اعتبار سے دیکھتا ہے تو اس کا دل گواہی دیتا ہے کہ مجھے کچھ تو اختیار ہے۔ یہ تو مشاہدہ کی بات ہے۔ ایک بدیہی سی بات ہے کچھ تو اختیار ہے اتنا بے اختیار نہیں ہوں اور دوسری طرف جب قرآن کی آیت پڑھتا ہے جس میں اللہ کہتا ہے کہ تم کچھ نہیں کر سکتا میری مشیت کے بغیر تو لگتا ہے کہ میں تو مجبور ہوں یہ بظاہر متعارض دلائل اس مسئلہ کو مشکل مسئلہ بنا دیتے ہیں۔

کیا تقدیر کا منکر کافر ہے؟

پانچواں سوال یہ اٹھایا گیا کہ کیا تقدیر کا منکر کافر ہے؟ احادیث سے ثابت ہوتا ہے تقدیر پر ایمان، یہ ایمانیات کا حصہ ہے اور اس کا منکر کافر ہے اور بھائیو جان لیجئے! تقدیر پر ایمان یہ انسان کو کمزور نہیں کرتا انسان کو قوت دیتا ہے، طاقت دیتا ہے، اب وہ صرف اسباب پر انحصار نہیں کرتا مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتا ہے۔

تقدیر پر ایمان، انسان کو حوصلہ دیتا ہے میں حقیقت میں کہتا ہوں کہ آپ کبھی تجربہ کریں ہم پر کیسے، کتنے بڑے بڑے حوادث اور مصائب و آلام اور سانحات گزرتے ہیں اگر تقدیر پر ایمان نہ ہوتا تو ہم ان حوادث میں تباہ ہو جاتے، ہارٹ اٹیک ہو جاتا، ہماری موت واقع ہو جاتی، لیکن تقدیر پر ایمان حوصلہ دیتا ہے۔ میں نے تقدیر پر ایمان رکھنے والوں کو بڑے بڑے مصائب میں بھی مسکراتے ہوئے دیکھا ہے۔ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے دیکھا ہے۔ الحمدُ للہ! پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ جگر کے ٹکڑوں کو قبر میں چھپاتے ہوئے اللہ کی تقدیر، اللہ کے فیصلے پر رضا کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ تقدیر پر ایمان ہے جو ان کو حوصلہ دیتا ہے، جو

ان کا سہارا بنتا ہے، جوان کو طاقت دیتا ہے۔

تقدیر کے بارے میں جدید تحقیقات کیا کہتی ہیں؟

ایک سوال یہ تھا کہ جدید تحقیقات تقدیر کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟ اول تو قدیم تحقیقات اور جدید تحقیقات برابر ہیں دونوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کچھ مختار ہے کچھ مجبور ہے۔ مکمل طور پر با اختیار بھی نہیں، مکمل طور پر مجبور بھی نہیں۔ باقی بعض بگڑے ہوئے جدید محققین، انہوں نے تو مسئلہ تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے یوں کہہ دیا کہ: انسان اپنے اختیار، اپنی ذہانت، اور اپنی طاقت سے نئی دنیا، نئے جہان پیدا کر سکتا ہے۔ کسی خارجی قوت وطاقت کی اس کو ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ تقدیر کا کیا انکار کرتے انہوں نے مالک تقدیر ہی کا انکار کر دیا کہ کسی خارجی قوت وطاقت کی، کسی اللہ کی، کسی مدبر کی ضرورت ہی نہیں ہے انسان خود ہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ اسی طریقہ سے بعض جدید محققین نے یہ کہہ دیا کہ تقدیر پر ایمان انسان کو کاہل، سست اور بے عمل بناتا ہے اور یہ بات بھی بالکل غلط ہے۔ میں نے بار بار عرض کیا کہ اسباب اور جہد وسعی اور دوا وعلاج اور اسلحہ وہتھیار یہ تقدیر سے باہر نہیں ہیں یہ بھی تقدیر میں شامل ہیں یہ تقدیر کا حصہ ہیں تو کیسے انسان کاہل بنے گا۔

تقدیر پر ایمان اسباب کی نفی نہیں کرتا

اللہ کے نبی ﷺ کی کوئی ایک حدیث ایسی نہیں جس میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہو۔ تم تقدیر پر ایمان رکھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھ جاؤ۔ نہ دین کے بارے میں، نہ دنیا کے بارے میں۔ آپ کی خدمت میں اگر کوئی صاحب اپنی دنیا

کا مسئلہ لائے تو آپ نے یہ نہیں فرمادیا کہ جو تقدیر میں لکھا ہے ویسا ہی ہوگا۔ تمہیں کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں محنت کرو، غریب آیا، فقیر آیا، محتاج آیا، آپ نے اسے محنت کا حکم دیا، مزدوری کا حکم دیا۔ یہ نہیں حکم دیا کہ یہ غریبی تو تمہاری تقدیر میں لکھی ہے تمہیں عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک مجھے اور آپ سب کو ایمانیات اور تقدیر، اور سارے مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں اس طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمادے، جیسے کہ ان کی حقیقت ہے اور ان پر ایمان لانے، ان پر زندہ رہنے اور مرنے کی اللہ توفیق دے۔ یہ دعا ضرور کیا کریں اکثر کہا کرتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنِیْ حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ

اے اللہ! جو چیزوں کی حقیقت ہے وہ ہم پر کھول دے۔

نظریات کی حقیقت، شخصیات کی حقیقت، دین کی حقیقت، دنیا کی حقیقت، انسانوں کی حقیقت، اے اللہ جو کچھ ہے وہ ہم پر کھول دے۔ ہم سمجھ لیں کہ اس چیز کی حقیقت کیا ہے تو اللہ پاک ان کی حقیقتوں کو ہم پر کھولے اور پھر ان حقیقتوں کو دل جان سے تسلیم کرنے کی اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

www.drasequran.come

وہ گلی گلی عام درس قرآن کر گیا
وہ گھر گھر مشہور خدا کا فرمان کر گیا
سناتا رہا اُمت کو قرآن کے ترانے
پورا وہ نبی کا ارمان کر گیا
نہ بغض کسی قوم سے نہ افراد سے حسد
داعی وہ اپنی عاقبت کا ساماں کر گیا
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

پوری دنیا میں انٹرنیٹ پر سنے جانے والے دروسِ قرآن کا مجموعہ

آسان درسِ قرآن

از افادات

داعیِ قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری دامت برکاتہم

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ
پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث بنایا اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو جن کو ہم نے چُن لیا

دردِ دل اور سالہا سال کے تجربات کا نچوڑ

درسِ قرآن
کیوں اور کیسے؟

ازافادات
داعیِ قرآن، مُفسرِ قرآن
حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب
مولانا اشفاق احمد
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

آیات و احادیث پر مکمل اعراب اور تخریج و تحقیق کے ساتھ پہلی بار

خطباتِ حکیم الاسلام

۵ جلد مکمل سیٹ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے ایمان افروز خطبات کا مجموعہ جس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات کو حکیمانہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے جس کا مطالعہ قلب و نظر کو بالیدگی اور فکر و روح کو بصیرت و تازگی بخشتا ہے

از افادات

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب

مرتبہ

مولانا محمد ادریس ہوشیارپوری صاحب

تخریج و تحقیق

مولانا محمد اصغر صاحب
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

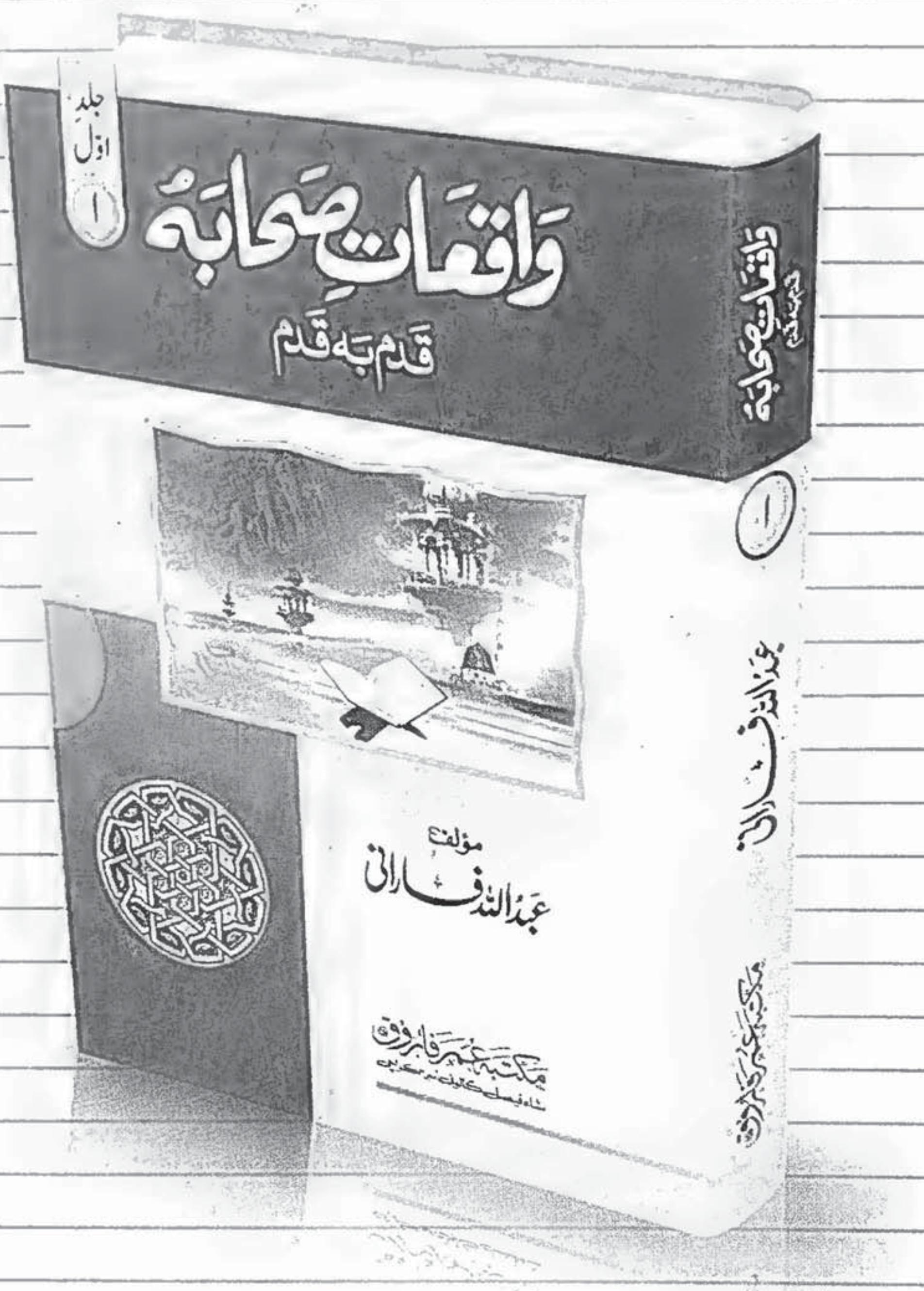
مولانا ساجد محمود صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مولانا راشد محمود راجہ صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقدیم و نگرانی

ابن الحسن عباسی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ



مکتبہ عمر فاروقؓ

4/491- شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34604566 Cell: 0334-3432345

Designed & Printed by: Luminar Graphics Ph: 021 32727728